امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ
بخاری رحمہ اللہ کی باتیں



تالیف
سید امین گیلانی

امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ

# بخاری رحمہ اللہ کی باتیں

نام کتاب ............ بخاریؒ کی باتیں

مولف ............ سید محمد امین گیلانیؒ

صفحات ............ 192

طبع ............ دوم

با اہتمام ............ عمر حیات فاروقی

سرورق ............ محمد طاہر حجازی

قیمت ............ 180/=


ملنے کے پتے


لاہور ۞ ادارہ تالیفات ختم نبوت، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور

۞ مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور

۞ ادارہ اسلامیات، انارکلی لاہور

ملتان ۞ اسلامی کتب خانہ، بوھڑ گیٹ مکتبہ حقانیہ TB روڈ ملتان

بہاولپور ۞ مکتبہ مدنیہ، بہاولپور

سرگودھا ۞ مکتبہ ذوالنورین، سرگودھا

گوجرانوالہ ۞ والی کتاب گھر، مکتبہ حنفیہ، مدرسہ نصرت العلوم

ڈیرہ اسماعیل خان ۞ مکتبۃ الاحمد، ڈیرہ اسماعیل خان



"خصوصی معاونت پر ادارہ حضرات گرامی کا شکر گزار ہے"

★ مولانا قاری محمود الرشید قدوسی گوجرانوالہ ★ مولانا مختار الحق ظفر لاہور

★ مولانا شبیر حیدر فاروقی بہاولپور ★ مولانا عمران ساقی کہروڑ پکا

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید
ما کان محمد
ابا احد من رجالکم
ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین
صدق اللہ العظیم
محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے لیکن رسول ہے اللہ کا اور مہر سب نبیوں پر
Muhammad is not the father of any one of your men, but the
Messenger of ALLAH (God) and the Seal upon all the Prophets.
قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
انا خاتم النبیین لا نبی بعدی
میں "خاتم النبیین" ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

# عرض ناشر

میں آج بے حد مسرور اور شاداں ہوں کہ میرے ادارے " تالیفات ختم نبوت " کو یہ اعزاز حاصل ہوا ہے کہ بطل حریت ، سرفروش اسلام، یادگار سلف الصالحین، خطیب شعلہ بیان، راہنمائے امت ، امیر شریعت حضرت اقدس، مخدوم العلماء والصلحاء، میر کاروان ختم نبوت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہ کے دلچسپ اور رنگارنگ ملفوضات کا مجموعہ " بخاری کی باتیں " کے نام سے شائع کیا جارہا ہے۔ یہ ایک ایسے شخص کا تذکرہ ہے جو نصف صدی تک اس وطن کی آزادی کی خاطر فرنگی سے برسرپیکار رہا۔ اس راستے میں مصائب اور کٹھنائیاں قدم قدم پر منہ کھولے ان کے استقبال کے لیے ہمہ وقت موجود رہتی تھیں، لیکن اس دھن کے پکے اور ثابت قدم انسان کے لیے کوئی آفت سد راہ نہ بن سکی۔ وہ اپنا راستہ خود بناتا تھا اور وقت اس کے تابع تھا۔ وہ جہاں بھی جاتا اللہ کی مدد ساتھ ساتھ ہوتی۔ وہ اس زمین پر اللہ تعالیٰ کا فرستادہ تھا۔ جب تک جیا سر اٹھا کر جیا اور جب زندگی کے لمحات اختتام پذیر ہوئے تو جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

جو رکے تو کوہِ گراں تھے ہم جو چلے تو جاں سے گزر گئے
رہِ یار ہم نے قدم قدم تجھے یادگار بنا دیا!

وہ شہنشاہ خطابت جب بولتا تھا تو لاکھوں کے مجمع پر سکتہ طاری ہو جاتا تھا۔ جو شخص جہاں کھڑا ہوتا صبح صادق تک انہی قدموں پر کھڑا رہتا۔ بارش، آندھی اور طوفان مجمع کو اپنی جگہ سے نہ ہلا سکتے تھے۔ ان کے بیان میں اللہ تعالیٰ نے ایسی چاشنی اور ندرت بھر دی تھی کہ مجمع پر سحر طاری ہو جاتا۔ زمانے نے اتنا بڑا خطیب اس سے پہلے کہاں دیکھا تھا۔ یہ مرتبہ صرف اور صرف بخاریؒ کے حصے میں آیا۔ وہ بلبل ریاض رسولؐ تھا۔ وہ اپنے نانا کی ناموس کی خاطر ہر فرعون اور قارون سے برسرپیکار رہا، اس نے پنجابی مسیلمہ کذاب کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیے۔ ختم نبوت کی خاطر جیا اور اسی کاز کی خاطر مرا۔ وہ ایک عظیم قائد، مدبّر اور بلند پایہ رہنما تھا۔

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پر سوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لیے

ان گویائی میں قدرت نے اس قدر طاقت بھر دی تھی کہ وہ دلوں کے سودے کرتا تھا۔ اور ان کے ایک اشارہ ابرو سے دل خریدے جاتے تھے اور بیچے جاتے تھے۔ بڑے بڑے منہ زور فرعونوں کو انہوں نے نکیل ڈال دی تھی۔ احرار کے ہر فرد کے اندر ایک جوش اور ولولہ بھر دیا تھا کہ ہر آہنی دیوار کو گراتے ہوئے گزر جاتے تھے۔

سید امین گیلانی مرحوم سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ کے دیرینہ رفیق سفر و حضر کے ساتھی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بلند پایہ شعلہ نوا شاعر تھے جن کی نظمیں مسلمانان پاکستان کے دل میں اتر جاتی تھیں۔ ہر جلسے کی رونق ان کے دم قدم سے قائم تھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سید گیلانیؒ کو آواز بھی خوب عطاء کی تھی جو دم واپسیں تک اسی طرح گرجدار اور ترنم خیز رہی۔ وفات سے سال ڈیڑھ سال پہلے کی بات ہے کہ مرحوم کبھی کبھار پیر و مرشد سید نفیس الحسینی شاہ صاحب کی مجلس میں خانقاہ سید احمد شہید الحافظ ٹاؤن پہنچ جاتے اور عہد رفتہ کی یادیں تازہ ہو جاتیں۔ اہل محفل کے اصرار پر گیلانی صاحب ایک دو نظمیں سنا دیتے۔ کچھ دیر کے لیے وقت کی رفتار تھم جاتی۔ تخیل میں ہر نفس اپنے آپ کو بخاریؒ ہی کی محفل میں بیٹھا ہوا پاتا۔ جب گیلانی صاحب کی نظم ختم ہوتی تو سحر ٹوٹتا۔

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

راقم الحروف، محترم امان اللہ قادری صاحب، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی صاحب اور حافظ محمد یوسف عثمانی صاحب ہم چاروں ایک دن محترم گیلانی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ باتوں باتوں میں مکتبہ تالیفات ختم نبوت کا ذکر چل نکلا۔ سید گیلانی مرحوم نے فرمایا عمر حیات اگر آپ کا مکتبہ ہے تو آپ میری کتاب "بخاری کی باتیں" اپنے مکتبہ کے تحت چھاپ دیں۔ میں نے حامی بھر لی۔ فرمایا کہ یہ کتاب میں نے نہایت عرق ریزی سے مرتب کی ہے۔ آپ اسے اتنے ہی پیار اور خلوص کے ساتھ نہایت عمدہ طریقے سے شائع کریں۔ چنانچہ میں نے تمام ملفوضات کو عنوانات سے مزین کر دیا جس سے قاری دلچسپی میں انشاءاللہ اضافہ ہوگا اور مکتبہ تالیفات ختم نبوت کی یہ کاوش دوست احباب کو بھی پسند آئے گی۔ میں سید امین گیلانی مرحوم کا بیحد مشکور ہوں، جنہوں نے کمال شفقت سے یہ کتاب مجھے مرحمت فرمائی اور سید سلمان گیلانی کا تعاون بھی قابل قدر ہے۔

زیر نظر کتاب "بخاری کی باتیں" کی پروف ریڈنگ، ایڈیٹنگ اور دیگر امور میں جناب مولانا عنایت اللہ رشیدی اور مولانا عزیز الرحمٰن ثانی صاحب کا مجھے بھرپور تعاون حاصل رہا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور ان حضرات کو اپنی رحمتوں اور برکتوں سے نوازے۔ (آمین)

خاکپائے علمائے دیوبند

**مولانا عمر حیات فاروقی فاضل جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا**

**ناظم**

ادارہ تالیفات ختم نبوت غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ **0300-4162266**

یکم محرم ۲۰۰۵ء

# گزارش

نقش ہے دل پہ مرے نصف صدی کی تاریخ
پیش کرتے ہیں مجھے لوگ حوالوں کے لیے

سن شعور کی ابتدائی منزل ہی میں قرابت داری کے باعث حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی صحبت میں بیٹھنے لگا' ان کی پرکشش شخصیت اور دل آویز باتوں نے کہیں اور کا نہ رکھا۔ الحمدللہ وہ زندگی کے آخری لمحات تک مجھ سے راضی رہے اور میری زندگی کی یہ کمائی میرے لیے باعث فخر واطمینان ہے۔ میں نے ۳۵' ۴۰ (پینتیس' چالیس سال) ان کی صحبت میں گزارے ان کی شفقت وعنایات کے مزے لوٹے ان کی عوامی تقاریر سنیں ان کی خصوصی مجالس میں شرف بازیابی رہا۔ ان کی مجلس موسم بہار کی طرح شاداب اور رنگارنگ ہوتی تھی۔ کون سا موضوع تھا جس پر ان کے نطق سے گلاب نہیں جھڑتے تھے۔ بقول جوش

ہونٹوں کو وقت گفتگو چومتی تھی شگفتگی
بات جو تھی وہ پھول تھی پھول جو تھا گلاب تھا

قرآن وحدیث کے مشکل مقامات کو بڑے آسان پہلو سے سامع کے دل میں اتار دینے کا کمال عطیہ خداوندی تھا۔ادب وشعر، سیاست، لطائف وظرائف، حاضر جوابی مجلس میں باغ وبہار کا سماں پیدا کر دیتی جو آتا اس کا جانے کو جی نہیں چاہتا تھا اور جو جاتا اس کا بار بار آنے کو جی مچلتا، ان کی وفات کے بعد میں نے ان کی یادوں کا سہارا لے کر ان کے واقعات وملفوظات کاغذ پر منتقل کر لیے پھر دوسرے صحبت یافتہ حضرات سے مل کر جو کچھ حاصل کیا ان اقوال وارشادات کو بھی شامل کر کے ''بخاری کی باتیں'' کے عنوان سے کتاب شائع کرنے کا فیصلہ کر لیا۔مگر اپنی کم مائیگی کے سبب برسوں گزر گئے اور میں یہ کتاب منظر عام پر نہ لا سکا۔پھر خیال آیا اپنے ہم مسلک وہم خیال اداروں سے رجوع کروں۔

آہ! مگر جن سے بڑی ہی توقع تھی انہوں نے بھی ڈیڑھ سال لیت ولعل کر کے مایوس کر دیا۔قدرت نے جو نیکی جس کی قسمت میں لکھی ہو اس کے سوا دوسرا وہ نیکی کیسے حاصل کر سکتا ہے۔ماہ جون ۱۹۹۲ء کو حضرت حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی کے مدرسہ مخزن العلوم کے جلسہ میں شرکت کے لیے گیا تو وہاں جناب خواجہ محمد ادریس صاحب ایڈووکیٹ سے ملاقات ہوئی۔حضرت امیر شریعت کا ذکر چل نکلا تو میں نے کہا ''بخاری کی باتیں'' کتاب مرتب کر چکا ہوں لیکن میرے پاس سرمایہ نہیں ہے کہ شاہ صاحب کے ان مجلسی ملفوظات کے آبدار موتیوں کو عوام کے سامنے لاسکوں تا کہ ان کے دیدہ ودل روشن ہو سکیں اور اس صدی کے نابغہ روزگار شخص سے آئندہ نسلیں متعارف ہوں اور ان کے اقوال وملفوظات سے فائدہ اٹھا سکیں۔بس پھر کیا تھا جو کام دوسرے نہ کر سکے انہوں نے فوراً اس کام کا بیڑہ اُٹھالیا' میں بے ساختہ پکار اٹھا۔

ایں سعادت بہ زور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

جب ایک ملاقات میں عمر حیات نے ادارہ کا تعارف اور اہداف کے متعلق بتایا تو میں نے بخوشی اپنی تصنیف بخاری کی باتیں ادارے کی طرف سے شائع کرنے کی اجازت دے دی۔ اللہ تعالیٰ اس ادارے کو ترقی عطائے فرمائیں (آمین)

کتاب ''بخاری کی باتیں'' جدید اضافہ شدہ ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے جنت الفردوس میں بخاریؒ میرا یہ شعر آپ کو مخاطب کر کے پڑھتے ہونگے۔

کہے یہ جو کچھ بغور سننا

زبان ہے قاصد کی بات میری

**سید امین گیلانی**

دسمبر 2004ء

حال مقیم لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں

## شاہ جیؒ کا تذکرہ حضرت افغانیؒ کی زبانی

شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات سے چند ماہ قبل غالباً جہلم میں ایک جلسہ پر حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ تشریف لائے ہوئے تھے۔اس جلسے میں راقم الحروف بھی شریک تھا' علامہ صاحب سے ملاقات ہوئی تو حضرت شاہ صاحب کا ذکر چھڑ گیا۔علامہ صاحب نے فرمایا چند دن ہوئے میں عیادت کے لیے ملتان گیا تو شاہ صاحب جیسے ''شیر نیستاں'' کو عاجز و بے بس بستر علالت پر دیکھ کر جی بھر آیا۔میں نے کہا شاہ صاحب اللہ تعالیٰ آپ کو زندگی اور صحت عطا فرما دیں۔آپ نے بہت کام کیا ہے اور ابھی آپ کی ضرورت ہے تو فرمانے لگے۔مولانا میں کس قابل تھا کہ کچھ کام کر سکتا۔ہاں البتہ ساری عمر علماء حق کی پگڑیاں سنبھالنے میں گزری۔شائد یہی ذریعہ نجات ہو جائے' یہ بھی محض اس کا فضل کرم ہوگا۔

علامہ صاحب نے شاہ صاحب کا یہ فقرہ دہرایا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے' پھر فرمایا یہ بھی ان کی انکساری کی شان ہے کہ باوجود اس کے ساری عمر ہی جہاد حق میں گزار دی مگر اس کا اظہار تک گوارا نہیں۔

### آجاتی ہے لب پہ رونق

مولانا عبدالمجید انور صاحب (مدرس جامعہ رشیدیہ ساہیوال) فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب کی وفات سے قریباً ایک سال قبل ملتان میں مدرسہ قاسم العلوم

کا سالانہ جلسہ تھا۔استاذ محترم مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ عیادت کے لیے تشریف لے چلے تو میں بھی ساتھ ہولیا۔مکان پر پہنچے تو بیٹھک میں تشریف فرما تھے۔ پاس ہی حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر احباب بیٹھے تھے۔حضرت شاہ صاحب نے مولانا کو بیٹھک میں قدم رکھتے دیکھا تو معاً اُٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ چہرہ پر خوشی کے آثار پیدا ہوگئے۔فرمانے لگے حضرت آج کئی دن کے بعد اُٹھ کر کھڑا ہوا ہوں۔ یہ آپ ہی کی برکت معلوم ہو رہی ہے ورنہ گھٹنے تو جواب دے چکے ہیں' پھر وجد کی کیفیت میں مولانا سے مخاطب ہو کر یہ اشعار جھوم جھوم کر پڑھنے لگے۔

صدرا' بہ تو حاجت است چوں من صدرا

بدرا' بہ تو رونق است نیک وبدرا

از دیدن تو قامت من راست شد

چوں راست کنی بلند قدرا' قدرا

## ☆ میں بھی چھابڑی فروش ہوں ☆

مولانا عبدالمجید انور صاحب ہی فرماتے ہیں۔شرکائے مجلس میں سے کسی نے حضرت مولانا بنوریؒ صاحب کے درس قرآن کا ذکر کیا جو اسی صبح مدرسہ قاسم العلوم میں ہوا شاہ جی فرمانے لگے مجھے پتہ دیا ہوتا تو گرتا پڑتا حاضر ہوجاتا' آخر میں بھی چھابڑی فروش ہوں' جب تک زندگی کی رمق باقی ہے۔ یہ دھندا باقی ہے۔ان ہی حضرات کے ہاں سے مال حاصل کر کے اپنی چھابڑی میں رکھ کر صدا لگالیتا ہوں۔

☆

## ☆ دین کے قلعے ☆

مولانا عبدالمجید انور صاحب نے ایک اور واقعہ بیان کیا کہ ایک دفعہ شاہ جی رحمتہ اللہ علیہ مدرسہ خیر المدارس ملتان میں تشریف لائے۔ شاہ جی رحمتہ اللہ علیہ کو اچانک دیکھ کر طلبہ کا ہجوم گرد ہو گیا۔ پھر مدرسہ کے احاطہ کی طرف نگاہ دوڑائی اور فرمایا مدارس دینیہ دین کی حفاظت کے قلعے ہیں۔ ان کی بقا سے دین کی بقا ہے' پھر طلباء سے مخاطب ہو کر ایک کیفیت میں یہ اشعار پڑھے۔

ازصد سخن پیرم یک نکتہ مراد است
عالم نہ بود ویراں تامیکدہ آباد است
تادل کہ تواں بردن تاجاں کے تو اوند
دل بردن وجاں دادن ایں ہر دو خداداداست

## ''گھی لے کر پہنچو' جوتے تیار ہیں''

مولانا احمد الدین صاحب (موضع میاں علی) ضلع شیخوپورہ نے بتایا کہ ہم ایک دفعہ شاہ جی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں ملتان حاضر ہوئے' وہاں ایک شخص کا ملتانی جوتا بہت پسند آیا۔ شاہ جی نے فرمایا ایسے جوتے بنانے والا ہمارے قریب ہی رہتا ہے۔ ہماری خواہش پر شاہ صاحب نے اسے بلوا بھیجا۔ ہم نے پاؤں کا ماپ دے دیا۔ دوسرے دن جب واپس ہونے لگے تو ہم نے عرض کیا شاہ جی آج کل خالص گھی ملنا دشوار ہے۔ ہم آپ کے لیے جب آئے تو کچھ گھر کا گھی لیتے آئیں گے۔ شاہ صاحب نے منظور کر لیا۔ کچھ دنوں بعد شاہ جی رحمتہ اللہ علیہ کا خط ملا۔

عزیزم مولوی احمد دین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ
''گھی لے کر پہنچو' جوتے تیار ہیں''

والسلام! عطاء اللہ شاہ بخاری

## ☆ آنکھیں کھل گئیں ☆

قاری سید غلام رسول شاہ صاحب (میانوالی) فرماتے ہیں ایک دفعہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ میانوالی تشریف لائے۔ صبح ناشتہ پر شاہ جیؒ نے کہا حضرت! ایسا بھی ہوتا ہے کہ نماز میں جو ایک خاص لذت ہوتی ہے اس سے محرومی ہو جاتی ہے۔ جیسے آج تہجد کے نوافل میں کچھ مزا نہیں آیا۔ حضرت مدنیؒ نے فرمایا دعویٰ عبودیت کے بعد مزا آئے یا نہ آئے۔ عبدیت اسے نہیں کہتے کہ مزا آئے تو عبادت کرے نہ آئے تو عبادت نہ کرے۔ یہ عبادت تو نہ ہوئی مزے کی بات ہوئی۔ شاہ صاحب بے اختیار رونے لگے اور فرمایا' حضرت! جگر پر وہ چوٹ لگائی کہ آنکھیں کھل گئیں۔

## ☆ بڑا کمینہ ☆

بابو بشیر احمد صاحب چوہان (لاہور) نے بتایا کہ میں شاہ جیؒ کی عیادت کے لیے ملتان گیا۔ حسب عادت خوشی سے ملے' چائے پلائی' کچھ دیر کے بعد میں نے عرض کیا کہ اچھا شاہ جی میں ذرا گھوم پھر آؤں کچھ اشیاء خرید لوں۔ فرمایا بازار جا رہے ہو تو میرے لیے ایک جوڑا جراب لیتے آنا ذرا مضبوط ہو میں بہت خوش ہوا کہ زندگی میں پہلی دفعہ آج شاہ جی نے فرمائش کی۔ واپسی پر جرابیں لا کر پیش کر دیں شاہ جی نے

پسند فرمائیں پوچھا کتنے کی آئی ہیں۔میں نے عرض کیا حضرت آپ پیسے رہنے دیں، لیکن شاہ صاحب مصر ہوئے اور فرمایا تم پیسے بتاؤ میں تمہیں ایک قیمتی بات بتاؤں گا۔میں نے ناچار قیمت بتادی آپ نے وہ قیمت میری جیب میں ڈال کر فرمایا اب سنو! جس شخص کے پاس کوئی ہدیہ لائے اور وہ شخص ہدیہ رکھ کر پھر اس کی قیمت اسے ادا کرے وہ بھی بڑا کمینہ ہے اور جو شخص کسی سے کہہ کر اپنے لیے کوئی چیز منگوائے اور پھر اس کی قیمت ادا نہ کرے وہ بھی بڑا کمینہ ہے۔

## ☆ ساگ اور بس روٹی کا ناشتہ ☆

مولوی غلام محمد صاحب مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ''خوشاب'' کے جلسہ میں حضرت شاہ صاحب تشریف لائے اور ایک غریب کارکن کی خواہش پر اس کے ہاں قیام کیا۔جب صبح ناشتہ کا وقت تھا تو اسے بلا کر فرمایا۔یار مدت ہوئی رات کی باسی روٹی اور ساگ کا لطف نہیں لیا۔آج وہی کھلاؤ لطف آجائے گا۔میری بیٹی سے کہو ساگ بنا کر کھلائے۔میزبان نے ایسا ہی کیا۔جب کھانا آیا تو شاہ جی ہر لقمے پر تعریف کرتے۔فرماتے کیا مزیدار ساگ ہے۔بھئی مزا آ گیا۔بڑی مدت کے بعد یہ نعمت حاصل ہوئی ہے۔شاہ جی دعائیں دیتے اور وہ دعائیں سن کر پھولا نہیں سماتا۔''اور حقیقت یہ تھی کہ شاہ جی نے اس کے حسب حال فرمائش کر کے اس کو زیر باری اور تکلیف سے بچا لیا۔''

## ☆ جے تو میری ٹور ویکھنی ☆

مولانا مقبول احمد صاحب (جامعہ رشیدیہ ساہیوال) فرماتے ہیں کہ حضرت رائے پوریؒ لاہور تشریف لائے ہوئے تھے اور حضرت امیر شریعتؒ بھی باوجود بیماری

کے اپنے مرشد حضرت رائے پوریؒ کی ملاقات کے لیے پہنچے ہوئے تھے۔ان دِنوں جمال عبدالناصر نے شدید جنگ کے بعد فرانس اور برطانیہ سے نہر سویز واپس لی تھی اوران کو ذلت کے ساتھ وہاں سے فرار ہونا پڑا تھا۔انگریز کی اس شکست فاش پر شاہ جی بڑے خوش تھے۔ان حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت رائے پوریؒ سے فرمانے لگے۔حضرت دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے ایک دفعہ پھر بولنے کی قوت عطا فرمادیں تو میں اپنے ملک والوں کو بتاؤں کہ اہل مصر نے کس طرح ذلیل کرکے فرنگیوں کو نہر سویز سے بے دخل کردیا۔ایک دفعہ ان کی ذلت خواری کا نقشہ کھینچ کر دکھاؤں کہ میرے اللہ نے انہیں کس طرح خاسر اور رسوا کیا۔پھر حضرت مرشد کا گھٹنا تھام کر ایک عجیب کیفیت میں فرمایا حضرت جی میری قوت گویائی کے لیے دعا کیجئے پھر دیکھئے۔اور جھوم جھوم کر پنجابی کا یہ مصرع دہرانے لگے۔

''میری گھگھری نوں گھنگھر ولوادے جےتوں میری ٹور ویکھنی'' حضرت جی! میری گھگھری نوں گھنگھر ولوادے جےتوں میری ٹور ویکھنی'' (یعنی اگر یہ دیکھنا ہو کہ میں کیسی بانکی چال چلتی ہوں تو میرے لہنگے کو گھنگھر ولگوادو۔

## ☆ میرا شیر آگیا ☆

جناب عنایت اللہ رشیدی صاحب بیان کرتے ہیں کہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں ایک دفعہ شاہ جی تشریف لائے۔فاضل حبیب اللہ جالندھری صاحب کے دفتر میں آکر لیٹ گئے۔اس وقت شیر بوڑھا ہو چکا تھا۔رشیدی صاحب کہتے ہیں کہ میں اور ایک ساتھی ان کی ٹانگیں دبانے لگے۔اور ہم اندر ہی اندر انتہائی مسرور تھے کہ امیر شریعت کی خدمت کا ہمیں بھی موقع ملا۔ہمارے لیے یہ لمحات نعمت

غیر مترقبہ تھے کہ معاً محترم سید عطاء المہیمن صاحب تشریف لائے جو کہ جامعہ رشیدیہ میں ہی زیر تعلیم تھے انہیں دیکھتے ہی شاہ صاحب نے ہمیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا آپ اب بس کریں، میرا شیر آگیا ہے اور وہ میری خدمت کے لیے اکیلا کافی ہے۔

## ☆ ستارۂ سحر ☆

تقسیم سے قبل ہندو مسلم فسادات کا دور دورہ تھا۔شاہ جی لاہور دلی دروازے کے اندر واقع مجلس احرار اسلام کے دفتر میں تھے۔راقم بھی دفتر گیا۔شاہ جی سے ملا تو فرمایا آؤ بھائی گیلانی آج تمہارے استاد یعنی (احسان دانش) کی غزل نے بڑا مزا دیا۔واہ واہ بھئی واقعی استاد ہیں۔پھر وہ روزنامہ سامنے پڑا تھا۔جس کے سرورق پر وہ غزل تھی۔بڑے مزے سے پڑھ کر سنائی۔ہر شعر پر سر دھنتے اور داد دیتے تھے۔

وہ شاخ گل پہ زمزموں کی دھن تراشتے رہے
نشیمنوں پہ بجلیوں کا کارواں گزر گیا
جہاں نظر نہیں پڑی وہاں ہے رات آج تک
وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں جہاں گزر گیا
نفس نفس میں رحمتیں قدم قدم پہ برکتیں
جدھر جدھر سے وہ شفیع عاصیاں گزر گیا

ان اشعار کو خصوصاً کئی بار پڑھا۔باتیں ہو رہی تھیں کہ اچانک ضروری کام کے لیے شاہ جی کو اٹھ کر دوسرے کمرے میں جانا پڑا میں موقعہ پا کر جلدی مکتبہ دانش سے احسان دانش صاحب کو ساتھ لے کر دفتر پہنچا تو دیکھا کہ شاہ صاحب اندر والے دروازے کی چوکھٹ میں کھڑے ہیں۔ دونوں ہاتھوں سے اوپر والی چوکھٹ کو تھامے سر نہوڑائے بار بار یہ شعر پڑھ رہے ہیں۔

جہاں نظر نہیں پڑی وہاں ہے رات آج تک
وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں جہاں گزر گیا

ہم ایک دو منٹ خاموشی سے کھڑے رہے۔ پھر احسان صاحب نے بلند آواز سے السلام علیکم کہا۔ شاہ جی فوراً پلٹے اور وعلیکم السلام کہہ کر حضرت احسان سے لپٹ گئے اور میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ اچھا ستارہ سحر' سحر کو بھی لے ہی آیا۔ بھئی تم احسان کو لے آئے مجھ پر احسان کیا اب کچھ وقت خوب گزرے گا۔ پھر کافی دیر تک احسان صاحب سے کلام سنتے رہے اور والہانہ داد دیتے رہے۔

## ☆ زیارت کے لیے ☆

راقم الحروف کو ایک دفعہ شاہ جی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ شرقپوری سے ملاقات کا واقعہ سنایا۔ ایک روز میں شیخ احسان الدین صاحب اور غازی عبدالرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ امرتسری' شرقپور حضرت میاں صاحب کی زیارت کو گئے۔ ملاقات ہوئی تو پوچھا کیسے آئے۔ غازی صاحب نے کہا ''زیارت کے لیے'' تو اس پر سخت ناراض ہوئے اور اٹھ کر چلے گئے میں نے ایک شخص سے پوچھا حضرت اب کب تشریف لائیں گے تو اس نے کہا پتہ نہیں۔ میں نے یہ سن کر کہا' ابھی آئیں گے اور انشاء اللہ ضرور آئیں گے۔ یہ کہہ کر میں نے توجہ دی تو میاں صاحب فوراً تشریف لے آئے اور آتے ہی میرے زانو کے ساتھ زانو ملا کر بیٹھ گئے اور پھر پوچھا کیسے آئے ہو۔ میں نے کہا اگر پھر یہی عرض کیا کہ زیارت کو تو آپ ناراض ہو نگے۔ مگر میاں صاحب نے بڑی نرمی کے لہجہ میں فرمایا۔ نہیں اب نہیں کہوں گا۔ شاہ جی فرماتے ہیں میں نے پھر کہا کہ صفائی قلب کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ میاں صاحب نے میرا نام پوچھا میں نے کہا ''عطاء اللہ'' سن کر ایک دم

وجد میں آ گئے اور دونوں ہاتھ بلند کر کے مستی کے عالم میں بیسیوں دفعہ فرمایا۔ بڑا نام ہے ''بڑا نام ہے'' پھر کچھ دیر کے لیے مراقبہ میں چلے گئے پھر میں نے کہا حضرت! یہاں تو اس جھٹکے کی ضرورت ہے جو حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیا تھا۔ میں اکفر الناس ہوں۔ یہ دل بڑا کافر ہے اسے ویسا ہی جھٹکا دیں تو بات بنتی ہے۔ حضرت میاں صاحب پھر مراقبہ میں چلے گئے۔ کچھ دیر کے بعد سر اٹھا کر فرمایا۔ میرے بس میں ہوتا تو ایسا ٹھیک کرتا کہ دنیا دیکھتی۔ مگر ہائے افسوس میرے بس میں نہیں' بالآخر ہم اجازت لے کر واپس ہوئے۔

## ☆ رب اغفرلی ☆

ایک دفعہ راقم الحروف ملتان شاہ جی کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ ایک شخص نے دعا کے لیے درخواست کی۔ فرمایا میں خود ایک عرصہ سے بیمار ہوں اگر میری دعا سے کام بنتا تو اپنے لئے کر چکا ہوتا۔ اس کے اصرار پر فرمایا حضور اکرم ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے رب اغفرلی ......... فرمایا۔ غفر کا مطلب ہے پردہ یا ڈھانپنا تو میاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ''رب اغفرلی'' کے معنی ہیں جو گناہ ہو چکے ہیں ان کو ڈھانپ دے ان پر پردہ ڈال دے یعنی معاف کر دے۔

انبیاء علیہم السلام کا مقام اور ہے۔ (معصومیت ) وہاں اس کے معنی بھی اور ہیں ہمارا مقام اور ہے (معصیت) وہاں اس کے معنی اور ہیں۔

## ☆ سحر انگیز ☆

ملک نصر اللہ خان عزیز صاحب مدیر ''ایشیا'' نے مختصر سوانح عمری ''حیات بخاری'' جو شاہ جی کی زندگی ہی میں خان کابلی صاحب نے لکھی تھی اس کے دیباچے

میں تحریر فرمایا ہے کہ جب مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے غم انگیز سانحے کی اطلاع سے گجرات کے در و دیوار پر غم اور افسردگی کی تاریکی چھا گئی۔ اعلان ہوا کہ شہر کے باہر آزاد ہائی سکول کی مسجد میں فاتحہ خوانی کے لیے مسلمان جمع ہوں۔ وہاں میں بھی تھا۔ قرآن خوانی کے بعد یکا یک ایک صاحب مجمع میں کھڑے ہو گئے۔ چھریرا بدن، نوجوان، سر پر کھدر کی پگڑی، خلافتی کرتہ، کندھے پر رومال، ہاتھ میں ڈنڈا، روشن آنکھیں، چھوٹی سی داڑھی، وہ پاٹ دار آواز میں خطبہ مسنونہ پڑھنے لگے۔ خطبے کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک فقرے کو تکرار کے ساتھ خوش الحانی کے ساتھ پڑھا کہ تمام مجمع پر وجد کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ میں نے اپنی زندگی میں پہلی دفعہ یہ لحن اور قرآن مجید پڑھنے کا یہ انداز دیکھا تھا۔ قاری نے لوگوں سے کہا آپ نے جتنا قرآن مجید پڑھا ہے کیا مجھے اجازت ہے کہ اسے مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کی روح پاک تک پہنچانے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا کروں۔ لوگوں نے خوشی سے یہ خدمت سپرد کی میں نے پاس کے ایک دوست سے پوچھا یہ کون ہیں جو زندوں اور وفات شدہ گان کے مابین سفارت کے فرائض ادا کر رہے ہیں۔۔ جواب ملا یہی تو سید عطاء اللہ شاہ بخاری ہیں۔ میں نے کہا ''خوب''۔

مولانا نصر اللہ خان عزیز ہی آگے چل کر فرماتے ہیں عجیب بات یہ ہے کہ ''شاہ جی'' کو اپنے کامل فن پر ناز ہے نہ فخر اور غرور۔ غالباً ۱۹۳۵ء کا واقعہ ہے کہ میں فیروز آباد ضلع آگرہ سے بجنور آ رہا تھا۔ گجرولے کے اسٹیشن پر گاڑی بدلنی پڑتی تھی۔ میں اپنا سامان دوسری گاڑی میں رکھوا کر کھڑکی سے باہر جھانک رہا تھا کہ کچھ فاصلے پر ایک ''دغاروڑا'' نظر پڑا جو خا کی شلوار اور کھٹئی کرتا پہنے سر پر پٹکا لپیٹے سامان سے لدا پھندا چلا آ رہا ہے۔ ایک ہاتھ میں جستی چادر کا سوٹ کیس اسی بغل میں بستر،

دوسرے میں لوٹا اور لمبے دستے کی کلہاڑی۔ میں حیران تھا کہ یوپی کے اس نواح میں یہ پٹھان کہاں سے آگیا۔ قریب آیا تو معلوم ہوا کہ حضرت شاہ صاحب ہیں، علیک سلیک مصافحے اور معانقے کے بعد میں نے کہا شاہ جی بجنور کے لوگ آپ کو بہت یاد کرتے ہیں۔ فوراً فرمایا مجھے کون یاد کرتا ہے۔ پھر گول مول سرخ اور نوکدار زبان دکھا کر فرمایا سب اس کم بخت کو یاد کرتے ہیں۔ میں اس کمال محبوب اور سحر انگیز واعظ کے اس فقرے سے متاثر بھی ہوا اور افسردہ بھی۔ متاثر شاہ صاحب کے انکسار سے، اور افسردہ قوم کی بے ذوقی کے باعث۔

## ☆ نور بھری کا قصہ ☆

مولانا عبداللطیف صاحب جامع مسجد گنبد والی (جہلم) فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کچھ لوگوں نے شاہ جی رحمتہ اللہ علیہ کو کٹھیالہ سیداں منڈی بہاؤالدین کے قریب ایک قصبہ ہے، وہاں وعظ کے لئے بلوایا۔ جلسہ سے قبل ہی جلالپور کے پیر فضل شاہ صاحب نے لوگوں کو اکسایا کہ یہاں وہابی کا وعظ مت ہونے دو۔ بخاری وہابی ہے۔ وہ آرہا ہے لوگوں کے ایمانوں پر ڈاکہ ڈالے گا لہذا کچھ بھی ہو جائے اس کا وعظ نہ ہونے دو۔ لوگ لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئے۔ جس تاریخ کو وعظ تھا شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ حسب وعدہ منڈی بہاؤالدین اترے تو اس وقت تک کوئی بھی شخص پریشانی اور خطرہ کے باعث لاری اڈہ پر شاہ جیؒ کو لینے کے لیے نہیں آیا تھا۔ کچھ وقت گذرا تھا کہ چند داعیان گھبرائے ہوئے پہنچے اور عرض کیا شاہ جی وہاں تو یہ قصہ ہو چکا ہے۔ شدید خطرہ ہے اس لیے مجبور ہیں جلسہ ملتوی کر دیں۔ شاہ جی نے فرمایا مجھے تانگہ میں بٹھا کر پہلے روانہ کر دو اور خود پیچھے آؤ تمہارا کوئی ذمہ نہیں۔ اگر وہ وعظ کہنے پر ماریں گے تو میں مار کھاؤں گا۔ شاہ جی تانگہ میں بیٹھے شاہ جی کی جرأت

دیکھ کر وہ لوگ بھی اللہ کے بھروسے پر ساتھ چل پڑے۔ جب آگے آگے شاہ صاحب گاؤں پہنچے تو وہاں ایک گروہ فساد کی نیت سے کھڑا تھا۔ انہیں دیکھ کر شاہ جی نے گرج دار آواز میں کہا السلام علیکم۔ دوسرے طرف ساتھ ہی کچھ سکھ بھی بغرض تماشا کھڑے تھے۔ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا میں قرآن سنانا چاہتا ہوں۔ گوردوارہ میں کچھ دیر کے لیے جگہ دو گے۔ خدا کی قدرت سکھوں نے خوشی سے منظور کیا اور شاہ صاحب کو ساتھ لے کر گوردوارہ میں چلے گئے۔ پہلے سکھ تماشائی تھے۔ اب مسلمان تماشائی کی حیثیت یہ دیکھنے کہ یہ گوردوارہ میں کیسے قرآن سنائیں گے وہاں تک چلے گئے۔ شاہ جی نے وہاں قرآن سنایا سکھ ادب سے سننے لگے۔ پھر ''نوربھری'' (۱) والا قصہ سنایا۔ جو درج ذیل ہے نور بھری ❁ نور بھری کی حکایت اس طرح ہے جس کی مثال دے کر شاہ صاحب نے سامعین کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ فرمایا کسی گاؤں میں ایک نور بھری نام کی عورت رہتی تھی نہایت بدصورت اور کریہہ المنظر چہرہ چیچک زدہ، رنگ توے کی طرح کالا کوئی اس کا رشتہ نہیں مانگتا تھا وہ پریشان رہتی تھی۔ اس نے ایک نابینا سے تعلق پیدا کر لیا۔ اور اس سے کہا حافظ جی اگر آپ کی آنکھیں ہوتیں تو مجھے دیکھ کر مجھ پر ضرور عاشق ہو جاتے میرا چہرا گلاب کی مانند اور آنکھیں ہرنی کی طرح ہیں۔ غرض اس نے حافظ کو اپنا گرویدہ کر لیا اور ہر طرح سے عیش کرنے لگی ایک دن اچانک اس نے ایک آواز سنی۔ سرمہ ''اندھوں کا سہانکا کرنے والا سرمہ'' نور بھری پریشان ہوگئی کہ اگر یہ آواز حافظ نے سن لی تو وہ ضرور سرمہ خرید لے گا۔ اور اگر اس کی بینائی واپس آ گئی تو مجھے جوتے مارے گا۔ کہ تو اپنے مصنوعی حسن کی تعریفیں کر کے مجھے لوٹتی رہی۔ وہ بھاگی اور جا کر سرمے والے سے کہا کہ حکیم سے جی واقعی سرمہ اندھوں کو بینائی دے دیتا ہے۔ اس نے کہا کہ آزما کر دیکھ لو۔ نور بھری

خوفزدہ ہوگئی اپنے عیش کو بچانے کیلئے حکیم سے ساری شیشیاں خرید لیں اور اسے واپس کر دیا۔ تا کہ نابینا جس کے سر پر وہ عیش کر رہی تھی کہیں بینا نہ ہو جائے۔ شاہ صاحب نے فرمایا۔ اے قصبے والو تم سب نابینا ہو تمہارے پیر اور صاحبزدگان نور بھریاں ہیں۔ اور میں سرمہ بیچنے والا حکیم تمہارا پیر مجھے اس لئے یہاں آنے نہیں دیتا تھا اگر تم نے سرمہ لگا لیا آنکھوں کا نور واپس آ گیا تو ان نور بھریوں کے حسن کا پول کھل جائے گا۔ اور تمہارے سر پر جو عیش کر رہے ہیں ختم ہو جائے گا۔ آج میں تمہاری آنکھوں میں سرمہ لگانے آیا ہوں تا کہ تمہاری آنکھیں روشن ہو جائیں اور ان کے مکروہ چہرے دیکھ سکو۔ شاہ صاحب کے خلوص نے وہ اثر دکھایا کہ اب سب مسلمان نادم تھے اور آنسو بہا رہے تھے۔ شاہ جیؒ سے اپنی حرکت پر معذرت خواہ ہوئے اور شاہ صاحب کامیاب وکامران واپس لوٹے۔

## ☆ ایصال ثواب یوں بھی ہوتا ہے ☆

مولانا محمد شریف صاحب بہاولپوری بیان کرتے ہیں کہ (گھلواں) بہاولپور کے ایک بڑے زمیندار حاجی پیر بخش صاحب جو نوجوانی میں شاہ صاحب کے مرید ہو چکے تھے ان کی والدہ صاحبہ فوت ہوئیں تو غالباً تیسرے روز حضرت شاہ صاحب ”تعزیت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس وقت وہاں علاقہ کے مقتدر زمیندار حاجی چھٹن صاحب وغیرہم بھی موجود تھے۔ شاہ جیؒ نے فاتحہ کہی دعائے مغفرت کی۔ بعد ازاں انہوں نے اپنے رواج کے مطابق کہ ہمارے مرشد آئے ہیں۔ کئی جوڑے پارچات اور قریباً چار سیر چاندی کے زیورات شاہ جی کے نذر کیئے۔ جب وہ ڈھیر سامنے پڑا تھا تو شاہ جی نے ان سے پوچھا۔ یہاں ”گھلواں“ میں کوئی بیوہ یتیم مسکین نہیں ہے۔ انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ فرمایا جن جن کا علم ہے انہیں بلوالو۔ ایک گھنٹے بعد کچھ عورتیں

اور بچے آ گئے۔شاہ جی وہ پارچات اور زیورات اٹھا اٹھا کر دیتے جاتے اور ساتھ ساتھ فرماتے جاتے یہ ان کا حق ہے۔ایصال ثواب یوں ہوتا ہے۔سب زمیندار حیران دیکھتے رہے اور لینے والے دعائیں دیتے چلے گئے۔

## ☆ کہیں اچھوت تو نہیں! ☆

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی مرحوم فرماتے ہیں۔شاہ صاحب اگر چار پائی پر تشریف فرما ہوتے دوست اور خدام آتے تو چار پائی پر برابر بیٹھنے سے ہچکچاتے آپ اکثر ازراہ مزاح فرماتے بھئی میں اچھوت تو نہیں۔میرے ساتھ بیٹھنے سے گھبراتے کیوں ہو، مجبوراً سب کو حکم کی تعمیل کرنی پڑتی۔

## ☆ حیران رہ گئے ☆

حضرت مولانا غلام غوثؒ صاحب ہی فرماتے ہیں کہ ایک بار سی آئی ڈی والے شاہ جی کے پاس آئے کہ ان سے ان کی معیشت کا سبب دریافت کریں۔ابھی پوچھنے نہ پائے تھے کہ ایک شخص ایک بوری گندم اور ایک برتن گھی کا لے کر آیا۔عرض کی حضرت قبول فرمائیں۔یہ عالم دیکھ کر سی آئی ڈی والے حیران رہ گئے اور پوچھے بغیر مسئلہ حل ہو گیا۔

## ☆ بے نیازی ☆

مولانا غلام غوثؒ صاحب ہی نے یہ بھی فرمایا کہ ایک دفعہ شاہ صاحب نے ایبٹ آباد دوستوں کے حلقہ میں ذکر فرمایا کہ ایک مرید نے ۱۶ روپے کا ہدیہ پیش کیا میں نے لے لیا۔جب ضرورت کے وقت خرچ کرنے کے لیے دیکھا تو سب

کھوٹے نکلے۔ مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب کی عادت مبارک یہی تھی کہ کبھی کسی سے اپنی حاجت بیان نہ فرماتے تھے۔ ہاں اگر کوئی از خود ہدیہ پیش کرتا یا خدمت کر دیتا تو قبول فرما لیتے۔ وعظ و تقاریر پر اگر کوئی مصارف بھی نہ دیتا تو شاہ جی کے ماتھے پر کبھی شکن نہ آتی اور پھر کبھی اگر وہی لوگ دعوت دیتے تو جا کر وعظ فرما آتے۔

## ☆ لعنت ہے ☆

۱۹۵۰ء ختم نبوت کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ ختم نبوت کی حفاظت میرا ایمان ہے۔ جو شخص بھی اس اعزاز کو چوری کرے گا' جی نہیں چوری کا حوصلہ کرے گا میں اس کے گریبان کی دھجیاں اڑا دوں گا۔ میں میاں ﷺ کے سوا کسی کا نہیں۔ نہ اپنا نہ پرایا۔ میں انہی کا ہوں وہی میرے ہیں۔ جن کے حسن و جمال کو خود رب کعبہ نے قسمیں کھا کھا کر آراستہ کیا ہو۔ میں ان کے حسن جمال پر نہ مر مٹوں تو لعنت ہے مجھ پر اور لعنت ہے ان پر جو آپ ﷺ کا نام تو لیتے ہیں لیکن سارقوں کی خیرہ چشمی کا تماشا دیکھتے ہیں۔ (چٹان)

## ☆ فقیر کا ڈیرہ فقیر کے پاس ☆

سائیں محمد حیات صاحب پسروری (مشہور پنجابی شاعر) نے بتایا کہ غالباً ۱۹۵۰ء میں ایبٹ آباد میں جلسہ تھا۔ میں بھی شاہ جیؒ کے ہمراہ تھا۔ جب ایبٹ آباد پہنچے تو شہر کے متعدد علماء و امراء اور دیگر احباب استقبال کے لیے آئے ہوئے تھے۔ شاہ جیؒ سب سے ملے سامان کار میں رکھوا دیا، اتنے میں ہجوم کو چیرتے ہوئے ایک پھٹے پرانے کپڑوں والا سادہ سا شخص شاہ جی سے السلام علیکم کہہ کر لپٹ گیا اور کہا شاہ جی آپ جیل کے غریب ساتھی کو چھوڑ کر کار میں جا رہے ہیں۔ وہ دیکھئے سرائے

میں میری کٹیا نزدیک ہے۔شاہ جی نے پھر اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا نہیں اب تو ہم تمہارے مہمان ہی ہونگے اور ساتھیوں سے فرمایا میرا سامان کار سے اتار کر ان کی سرائے میں لے چلو اب فقیر کا ڈیرہ فقیر ہی کے پاس رہے گا۔غرض شاہ جی کے قیام تک وہ سرائے خواص وعوام کی مرجع بنی رہی۔

## ☆ کون سا تحفہ ☆

مولانا سید احمد شاہ صاحب بخاری فرماتے ہیں میں اس تقریر میں موجود تھا۔جس میں سورۃ صافات کی پارہ نمبر ۲۳ کی آیت ''فماظنکم برب العالمین'' کا ترجمہ یوں فرمایا پس تم نے تمام مخلوقات کے مالک کے لیے کیا رکھا ہے۔شاہ صاحب نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام قوم کو راہ راست پر لانے کے واسطے کوشش فرماتے ہوئے کہتے ہیں تم لوگوں نے عبادت اور بندگی جب غیر اللہ کے لیے روا رکھی ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے باقی کیا رہ گیا۔عبادت ہی تو خدا تعالیٰ کے لیے مخصوص تھی تو جب وہ ہی من دون اللّٰہ کے واسطے ہوگئی تو بتاؤ اب رب العالمین کے سامنے کون سا تحفہ پیش کر کے اس کی خوشنودی کا تمغہ حاصل کرو گے۔

## ☆ نگاہ کرم ☆

حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں نے شاہ جیؒ سے اکثر سنا فرمایا کرتے تھے کہ بھائی میں تو کچھ بھی نہیں ہوں جو کچھ مجھے حاصل ہوا ہے وہ تو حضرت علامہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ کرم کا نتیجہ ہے۔

## ☆ امیر شریعت ☆

حضرت مولانا عبدالحنان صاحب ہزارویؒ فرماتے ہیں۔میں جلسہ میں شریک تھا جب

لاہور میں حضرت شیخ طریقت مولانا احمد علی صاحبؒ کی دعوت پر علماء و محققین کی جمعیۃ کا اجلاس ہوا۔ حضرت شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد پر ایک روح پرور تقریر فرمائی۔ جس کے اختتام پر مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں سے اپیل کی کہ وہ حضرت شاہ صاحبؒ کے ہاتھ پر جہاد کی موت کی بیعت کریں۔ لوگ والہانہ انداز میں آگے بڑھے تو شاہ صاحب نے فرمایا میں اس وقت تک کسی کو بیعت نہ کروں گا۔ جب تک خاتم المحدثین بقیۃ السلف والخلف حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نور اللہ مرقدہٗ مجھے بیعت نہ فرمالیں اور اجازت نہ دے دیں' چنانچہ حضرت محدث اعظمؒ کھڑے ہوگئے اور بخاری صاحب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا اگر میں خدا کی طرف سے مجاز ہوں تو ان کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ لوگوں کو بیعت کریں۔ بس پھر کیا تھا علماء و عوام سب نے شاہ صاحب کے ہاتھ بیعت کی اور اسی روز سے امیر شریعت لقب قرار پایا۔ حضرت بخاری صاحب فرمایا کرتے تھے جب علامہ انور شاہ صاحبؒ کے دست مبارک میں میرا ہاتھ تھا تو یوں معلوم ہوتا تھا جیسے آسمان ٹوٹ پڑا میں پسینہ پسینہ ہوگیا۔

## ☆ مجمع تڑپ اُٹھا ☆

تقسیم ملک سے قبل ایک دفعہ سیاسی اختلافات کی بنا پر سید پور میں کچھ نادان نوجوانوں نے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ساتھ نازیبا سلوک کیا۔ حتیٰ کہ حضرت کی دستار مبارک گرادی گئی۔ اخبارات میں یہ خبر جب شاہ جی نے پڑھی تو انہیں بہت دکھ ہوا اور حضرت شیخ کی توہین کا صدمہ ہوا اور مسلمانوں کی اخلاقی پستی سے افسردہ ہوئے۔ اسی رات امرتسر چوک فرید میں جلسہ گاہ میں تشریف لائے اور خلاف معمول اس روز سر پر نہ رومال باندھا نہ ٹوپی رکھی' ننگے سر ہی جلسہ گاہ میں تشریف لائے

اور تقریر فرمائی ۔فرمایا میں مسلمان قوم سے مایوس ہو چکا ہوں۔ مجھے ایسا محسوس ہورہا ہے جیسے انہوں نے خدا کو ناراض کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔تم دیکھتے ہو آج میں تمہارے مجمع میں ٹوپی اتار کر آیا ہوں۔جس قوم کی دست درازیوں سے شیخ العرب والعجم کی دستار مبارک نہ بچ سکی وہ بخاری کی ٹوپی کی کیا پرواہ کرے گی۔میری ہستی ہی کیا ہے تم نے اللہ کے ولی کی توہین کرکے بڑی بے باکی سے اللہ کے عذاب کو للکارا ہے۔ یہ الفاظ سن کر مجمع تڑپ اٹھا اور بعض کی چیخیں نکل گئیں۔

## ☆ اقبالؒ کو نہ انگریز نے سمجھا نہ قوم نے ☆

جب ڈاکٹر سر محمد اقبال وفات پا گئے تو امر تسر مسجد خیر الدین میں تعزیتی جلسہ ہوا۔ شاہ جی نے تقریر فرمائی۔تقریر کے دوران فرمایا اقبال کو نہ انگریزوں نے سمجھا نہ قوم نے ۔اگر انگریز سمجھتا تو اقبال بستر پر نہ مرتے بلکہ پھانسی کے تختے پر لٹکائے جاتے اگر قوم سمجھ لیتی تو آج تک غلام نہ رہتی۔

## ☆ مجھے شرم آتی ہے ☆

غازی سلطان محمود صاحب (شیخوپورہ) اپنے علاقے کے مشہور کارکن تھے۔انہوں نے تقریباً ہر ملکی اور مذہبی تحریک میں حصہ لیا اور عمر کا بیشتر حصہ جیلوں میں گزار دیا۔

وہ فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ ہوا میں نے ایک رات ایک طویل خواب دیکھا جس میں آنحضور ﷺ کی زیارت ہوئی۔اجمالاً وہ خواب یوں تھا جیسے ایک وسیع جگہ پر آنحضور ﷺ دائیں کروٹ پر لیٹے ہوئے ہیں۔چہرہ اقدس قبلہ کی طرف ہے۔حضور ﷺ کے سامنے اس زمانہ کے کئی سو علماء کھڑے ہیں ۔پہلی صف کے درمیان سے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نکل کر حضور ﷺ کے قریب جا کر دو زانو بیٹھ

جاتے ہیں۔ باقی سب علماء اپنی اپنی جگہ بائیں باادب کھڑے ہیں اور حضرت مدنیؒ سے کچھ باتیں کر رہے ہیں اور حضور ﷺ کے پاؤں مبارک کی طرف ایک صاحب فوجی وردی پہنے لیٹ کر حضور ﷺ کا تلوہ زبان سے چاٹ رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے دوسرا پاؤں اس شخص کے سر پر رکھا ہوا ہے۔ وہ ایک کیف و مستی کے عالم میں حضور ﷺ کے قدم مبارک چاٹ رہا ہے.........اور حضور ﷺ مسکرا مسکرا کر دیکھتے ہیں، میں غور سے دیکھتا ہوں تاکہ پہچانوں یہ خوش قسمت کون ہے تو چہرہ دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ حضرت شاہ صاحبؒ ہیں۔ مختصر یہ کہ غازی صاحب کہتے ہیں۔ صبح میں نے یہ خواب من وعن لکھ کر شاہ جیؒ کو امرتسر بھیج دیا اور میں خواب کے اس کیف اور سرور میں کچھ ایسا کھویا ہوا تھا کہ شاہ جیؒ کا خواب میں جو منظر دیکھا تھا اس کو یوں لکھ دیا گیا کہ آنحضور ﷺ کا ایک پاؤں آپ کے سر پر تھا اور دوسرا پاؤں آپ کتے کی طرح چاٹ رہے تھے۔ کافی دن گزر گئے تو ایک جلسہ میں تقریر کے بعد شاہ جی سے ملاقات ہوئی کچھ اور لوگ بھی شاہ صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ جب مجھے دیکھا تو حسب دستور بڑی محبت سے ملے۔ پھر فرمایا وہی خواب اب زبانی سناؤ۔ میں نے خواب سنایا تو جب آپ کا ذکر آیا تو میں نے کہا کہ آپ آنحضور ﷺ کا پاؤں مبارک چاٹ رہے تھے۔ میری طرف دیکھ کر پوچھا کس طرح میں نے کہا "زبان سے" فرمایا نہیں جیسا خط میں لکھا تھا ویسے بتاؤ تو معاً مجھے یاد آ گیا کہ خط میں تو میں نے کسی اور طرح لکھا تھا لیکن اب منہ پر مجھے شرم آتی تھی۔ لیکن شاہ جی نے بااصرار مجھے کہلوایا کہ آپ حضور ﷺ کا پاؤں کتے کی طرح چاٹ رہے تھے یہ سن کر آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور پھر خود ہی یہ فقرہ بار بار دہراتے رہے۔

## ☆ اپنے ہاتھوں سے بچوں کو قتل کر دو ☆

محترم آغا شورش صاحب فرماتے ہیں۔ ایک روز میں نے عرض کیا شاہ جیؒ

زمانہ بہت آگے بڑھ چکا ہے۔اپنے بچوں کو انگریزی مدرسہ میں داخلہ لے دیں۔انگریزی کے بغیر تعلیم مکمل نہیں ہوتی۔زمانے کا تقاضا ہے۔فرمایا بابا مجھے معاف رکھو میں اس زمانے کا آدمی نہیں۔تم مجھے محمد قاسم نانوتویؒ اور محمود الحسن دیوبندی کی روحوں سے بغاوت کرنے کی ترغیب دیتے ہو۔یہ کیوں نہیں کہتے کہ تمہارے بچے مر جائیں یا اپنے ہاتھوں سے بچوں کو قتل کر دو۔

## ☆ یہ میرا مذہب ہے ☆

۱۹۲۹ء چیف جسٹس کے سامنے مسٹر سلیم ایڈووکیٹ جنرل کے ایک سوال پر شاہ صاحب نے فرمایا۔ہاں میں نے مرزا غلام احمد کو ہزاروں مرتبہ کافر کہا ہے کہتا ہوں اور کہتا رہوں گا۔یہ میرا مذہب ہے(سوانح حیات بخاری۔از خان کابلی)

## ☆ برطانیہ کے دُم کٹے کُتّے ☆

۱۹۳۴ء میں قادیان کے اندر جو پہلی تبلیغی کانفرنس منعقد ہوئی تھی اس میں شاہ صاحب کی مشہور معرکتہ الآراء تقریر کے وہ اقتباسات جن کی بنا پر مقدمہ قائم کیا گیا تھا۔



۱۔ فرعونی تختہ الٹا جا رہا ہے۔انشاءاللہ یہ تخت نہیں رہے گا۔

۲۔ وہ جھوٹے نبی کا بیٹا ہے میں سچے نبی کا نواسہ ہوں وہ آئے تم سب چپ چاپ بیٹھ جاؤ۔وہ مجھ سے اردو،پنجابی،فارسی میں ہر معاملہ میں بحث کرے یہ جھگڑا آج ہی ختم ہو جائے گا۔وہ پردے سے باہر آئے نقاب اٹھائے کشتی لڑے مولیٰ علی کے جوہر دیکھے وہ ہر رنگ میں آئے وہ موٹر میں بیٹھ کر آئے میں ننگے پاؤں آؤں گا وہ ریشم پہن کر آئے،میں کھدر پہن کر آؤنگا۔زعفرانی کباب یاقوتیاں اور پلومر کی ٹانک وائن اپنے ابا کی سنت کے مطابق پی کر آئے اور میں

جو کی روٹی کھا کر آؤں گا۔

۳۔ یہ ہمارا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں۔ برطانیہ کے دم کٹے کتے ہیں اور وہ خوشامد سے برطانیہ کے بوٹ کی ٹو صاف کرتا ہے۔ میں تکبر سے نہیں کہتا بلکہ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے اکیلا چھوڑ دو پھر بشیر سے میرے ہاتھ دیکھو۔

۴۔ جو پانچویں جماعت میں فیل ہوتا ہے وہ نبی بن جاتا ہے۔

۵۔ او جھوٹے مسیح کی بھیڑو تم سے کسی کا ٹکراؤ نہیں ہوا۔ جس سے اب سابقہ پڑا ہے یہ مجلس احرار ہے۔ اس نے تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دینا ہے۔

۶۔ اگر تم نے نبوت کا دعوی کیا تھا تو انگریزوں کے کتے نہ بنتے

(سوانح حیات خان کابلی)

## ☆ ثابت قدم ☆

ایک دفعہ تقریر میں فرمایا جس نے میرے نبی ﷺ کو ایک بار دیکھ لیا پھر وہ انہی کا ہو گیا۔ سینے پر پتھر رکھے گئے۔ رسی گلے میں ڈال کر گھسیٹا گیا۔ آگ میں ڈالے گئے۔ سولی پر لٹکائے گئے۔ آزمائش کی ہر بھٹی میں ڈالے گئے مگر ثابت قدم نکلے۔ پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ میرے نبی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ پھر للکار کر فرمایا یہ خیال نہ گزرے کہ ابو جہل نے بھی تو دیکھا تھا۔ ہاں ہاں کبھی یوں نہ سوچ لینا ابو جہل نے اپنے بھتیجے کو دیکھا ہوگا۔ اس کی نگاہ میرے نبی ﷺ پر نہیں پڑی۔

## ☆ مزے کا موسم ☆

مولانا عبدالرحمن صاحب میانوی فرماتے ہیں ایک دفعہ شاہ صاحب اور میں مظفر گڑھ کے ایک قصبہ میں وعظ کے لیے جا رہے تھے۔ راستہ کچا، کڑاکے کی دھوپ پڑ رہی تھی۔ شدید گرمی کا موسم تھا۔ دو ڈیڑھ میل آگے پیدل جانا تھا۔ تھوڑی دور چلے

کہ مجھے بہت گھبراہٹ محسوس ہوئی۔ میں نے کہا شاہ جی یہ دھوپ اور گرمی کا عالم اور ابھی کتنی دور پہنچنا ہے۔کیا بنے گا؟ یہ سن کر شاہ جی نے مجھے تو کچھ جواب نہ دیا۔ایک دم آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا ’’ہم کسی اپنے کام تو نہیں جا رہے‘‘

چند منٹوں میں دیکھتا ہوں کہ جہاں دور دور تک بادل کا نشان نظر نہیں آتا تھا وہاں ہر طرف بادل گھر گھر کر آنے لگے نہ وہ گرمی رہی نہ وہ دھوپ مزے کا موسم ہو گیا۔

## ☆ شاہ جیؒ کا وعظ ☆

وزیر آباد کے قریب ’’ساروکی‘‘ قصبہ ہے۔وہاں ایک دفعہ ختم نبوت کے موضوع پر جلسہ تھا۔مولانا محمد علی صاحبؒ جالندھری‘ مولانا لال حسین صاحب اخترؒ اور راقم الحروف جلسہ میں شریک ہوئے۔رات ایک مکان پر کھانا کھایا۔کھانا کھا چکنے کے بعد اس میزبان نے میری ایک بہت بوڑھے آدمی سے ملاقات کرائی۔تعارف میں اس نے مجھے بتایا کہ میں جالندھر کا سکھ ہوں۔ایک دفعہ وہاں شاہ جی کا وعظ سنا تھا تو مسلمان ہو گیا اب جب ملک تقسیم ہو گیا تو میں نے سوچا مسلمانوں کے چلے جانے کے بعد سکھ کنبہ میں رہ کر کیا کروں گا۔یہ چودھری صاحب ہمارے گاؤں کے ہیں ان کے ساتھ ہی آ گیا۔یہی میرے کفیل ہیں۔خدا انہیں خوش رکھے۔

## ☆ حضرت فاطمہؓ کی فضیلت ☆

کسی نے سوال کیا۔حضرت! حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضورﷺ کی دیگر صاحبزادیوں حضرت رقیہؓ حضرت ام کلثومؓ سے افضل ہیں؟ فرمایا ہاں اس لیے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نزول وحی کے بعد پیدا ہوئی ہیں۔(از ترجمان اسلام)

☆

## ☆ اُمیدِ وفا ☆

کسی نے سوال کیا شاہ جی صاحبزادہ فیض الحسن صاحب نے کیوں چھوڑ دیا۔ ارشاد فرمایا وہ نوری ہوئے میں خاکی۔ ان نوریوں سے امید وفا کب ہے۔ سب سے بڑے نوری حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے شب معراج میرے نانا ﷺ کو سدرۃ المنتہیٰ پر ہی چھوڑ دیا تھا۔

## ☆ گاؤں واپس چلے جاؤ ☆

ماسٹر عنایت اللہ صاحب قریشی ''شیروکے'' ضلع شیخوپورہ ضلع امرتسر کے مہاجر ہیں۔ فرماتے ہیں میں اپنے گاؤں کے اسٹیشن پر کھڑا تھا۔ گاڑی آئی تو اچانک شاہ جی پر نظر پڑی' میں لپک کر گیا۔ دریافت کرنے پر فرمایا ''رتڑ چھتڑ'' کے گدی نشین عرس منا رہے ہیں احباب نے مجھے بلوالیا رات ہمارا بھی جلسہ ہوگا۔ یہ سن کر میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ' بھاگ کر ٹکٹ خریدا اور گاڑی میں سوار ہوگیا۔ رات شاہ صاحب تقریر فرما رہے تھے کہ اچانک ایک نوجوان نے کھڑے ہوکر اعتراض کر دیا۔ شاہ صاحب نے فرمایا سب خاموش بیٹھے رہیں۔ اور اس نوجوان سے فرمایا۔ میرے عزیز میرے پاس یہاں آ کر بتاؤ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ غرض اس نوجوان کو اسٹیج پر بلا کر کھڑا کر دیا کہ بیٹا اب کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ تسلی سے کہو میں جواب دونگا وہ نوجوان دو جملے کہنے پایا ہوگا کہ اس کی آواز بند ہوگئی کچھ کہنا چاہتا تھا اور کہتا بھی تھا مگر آواز نہیں نکلتی تھی۔ شاہ صاحب نے اسے تھپکی دی اس کا حوصلہ بڑھایا مگر آواز اس [illegible] میں نہ تھی۔ ناچار بیٹھ گیا۔ شاہ جی اس کے اعتراض کو سمجھ گئے تھے۔ پھر خود کھڑے ہوکر تقریر فرمائی اور اس اعتراض کا جواب بھی دیا۔ جلسہ کامیابی کے ساتھ بارہ بجے کے بعد ختم ہوا۔ جلسہ کے بعد شاہ جی قیام گاہ پر تشریف لائے ایک ہجوم ساتھ ہولیا۔ کافی دیر تک بیٹھے

رہے۔آخر وہ لوگ بھی رخصت ہوئے تو شاہ صاحب آرام فرمانے کے لیے لیٹ گئے۔میں بھی اسی کمرے میں لیٹ گیا۔ابھی تھوڑی دیر گزری ہوگی کہ شاہ صاحب نے اچانک مجھے جگایااور فرمایاماسٹر جی ابھی پہلی گاڑی پر واپس گاؤں چلے جاؤ۔میں نے عرض کیاشاہ جی اسکول دن چڑھے لگتا ہے۔میں دوسری گاڑی میں آرام سے پہنچ سکتاہوں۔مگر شاہ جی نے فرمایانہیں اٹھو۔ابھی جاؤاور اصرار کر کے مجھے اٹھا کر رخصت کر دیا۔میں بادل ناخواستہ چلا آیا' حیران تھا کہ شاہ جی نے خلافِ عادت مجھے آج زبردستی کیوں نکال دیا۔بہرحال گھر پہنچاتو کوئی آدھ گھنٹہ کے بعد صبح ہو چکی تھی۔ مجھے ایک شخص نے اطلاع دی کہ ڈی آئی صاحب تشریف لائے ہیں اور آپ کو بلا رہے ہیں۔میں فوراً سمجھ گیا کہ یہی معاملہ تھا۔جس کی وجہ سے شاہ صاحب نے مجھے زبردستی بھیج دیا تھا۔غیر حاضر ہوتا تو بغیر اجازت کے اسٹیشن سے باہر جانے میں دھرلیا جاتا۔کچھ مدت کے بعد شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی تو میں نے واقعہ سنایا۔ہنس کر فرمایااس وقت تو آپ کو براہی لگا تھا کہ بخاری دھکے دے کر کیوں نکال رہا ہے۔میں نے عرض کی شاہ صاحب آپ کو کیسے پتہ چلا۔فرمایا چھوڑو ان باتوں کو کبھی کبھی ایسا ہو ہی جایا کرتا ہے۔

## ☆ کتنی بڑی سزا ☆

امرتسر میں ایک دفعہ ایک شخص کے جھوٹ پر راقم الحروف سے فرمایا۔گیلانی! میں سب سے نباہ کر سکتا ہوں مگر بزدل' چور اور جھوٹے سے نہیں۔پھر فرمایا اللہ نے جھوٹے پر لعنت کر کے اس کو اپنی درگاہ سے راند دیا۔کہا میری رحمت کے دروازے سے دور رہ کتنی بڑی سزا ہے 'استغفراللہ!

☆

## ☆ حضرت عائشہؓ کی شان ☆

ایک دفعہ تقریر کے دوران حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ اماں عائشہؓ کی خاطر اللہ میاں کو گواہوں کے کٹہرے میں آنا پڑا۔

## ☆ مَیں تو بھنگی ہُوں ☆

مولانا نورالحسن شاہ صاحب بخاری مرحوم تحریر فرماتے ہیں اور راقم الحروف نے بھی یہ واقعہ خود حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا کہ خیر المدارس جالندھر کے جلسہ میں شریک تھے۔ کھانے کے دستر خوان پر بیٹھے تو سامنے ایک نوجوان بھنگی کو دیکھا۔ شاہ صاحبؒ نے کہا آؤ بھئی کھانا کھالو۔ اس نے عرض کیا جی میں تو بھنگی ہوں۔ شاہ جی نے درد بھرے لہجہ میں فرمایا انسان تو ہو اور بھوک تو لگتی ہے۔ یہ کہہ کر خود اٹھے اس کے ہاتھ دھلا کر ساتھ بٹھالیا۔ وہ بے چارہ تھر تھر کانپتا تھا اور کہتا جا رہا تھا کہ جی میں تو بھنگی ہوں۔ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے خود لقمہ توڑا شوربے میں بھگو کر اس کے منہ میں دے دیا۔ اس کا کچھ حجاب دور ہوا تو شاہ جی نے ایک آلو اس کے منہ میں ڈال دیا۔ اس نے جب آدھا آلو دانتوں سے کاٹ لیا تو باقی آدھا خود کھالیا اسی طرح اس نے پانی پیا تو اس کا بچا ہوا پانی خود پی لیا۔ وقت گذر گیا وہ کھانے سے فارغ ہو کر غائب ہو گیا۔ اس پر رقت طاری تھی وہ خوب رویا۔ اس کی کیفیت ہی بدل گئی۔ عصر کے وقت اپنی نوجوان بیوی جس کی گود میں ایک بچہ تھا ساتھ لے کر آیا اور کہا شاہ جی اللہ کے لئے ہمیں کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لیجئے اور میاں بیوی اسلام لے آئے۔

## ☆ سچے بیٹے ماں پر کٹ مرا کرتے ہیں ☆

۱۹۲۷ء میں لاہور راجپال کے خلاف حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی

احاطہ میاں عبدالرحیم میں ایک بے مثال تقریر ہوئی۔اس کا اقتباس جس پر مسلمان بالکل ہی بے خود ووارفتہ ہو گئے تھے حسب ذیل ہے:۔


اس جلسہ میں مفتی کفایت اللہؒ مولانا احمد سعیدؒ موجود تھے۔ یہ جلسہ مہاشہ راجپال کی کتاب (خاکم بدہن) ''رنگیلا رسول'' کے خلاف احتجاج کرنے کے لئے منعقد ہوا تھا۔فرمایا آج مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید کے دروازے پر ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ام المومنین خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا آئیں اور فرمایا ہم تمہاری مائیں ہیں۔کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کافروں نے ہمیں گالیاں دی ہیں۔(پھر ایک زبردست کروٹ کے ساتھ لوگوں کو مخاطب ہو کر کہا کہ جلسہ ہل گیا) ارے دیکھو تو کہیں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دروازے پر تو نہیں کھڑی ہیں (جلسہ میں کہرام مچ گیا' لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے) دیکھو' دیکھو سبز گنبد میں رسول اللہ ﷺ تڑپ رہے ہیں۔خدیجہؓ و عائشہؓ پریشان ہیں۔امہات المومنین تم سے اپنے حق کا مطالبہ کرتی ہیں۔عائشہ جنہیں رسول اللہ ﷺ پیار سے حمیراؓ کہا کرتے تھے۔جنہوں نے رسول اللہ ﷺ (فداہ امی وابی) کو رحلت کے وقت مسواک چبا کر دی تھی۔ان کے ناموس پر قربان ہو جاؤ! سچے بیٹے ماں پر کٹ مرا کرتے ہیں۔

(۲۷ جولائی ۱۹۲۷)

## ☆ تعزیہ اور باجہ ☆

حضرت مولانا داؤد غزنوی صاحب نے شکایت کی کہ مولانا مظہر علی اپنے بیٹے کی شادی پر باجہ بجوا رہے ہیں۔فرمایا بھئی ان سے گلہ نہ کرو۔وہ تو محرم کے دنوں میں باجہ بجوا کر تعزیہ نکالتے ہیں۔یہ تو بیٹے کی شادی ہے۔

☆

## ☆ ناکام ونامراد ☆

ایک دفعہ ملتان راقم الحروف اور چند دیگر احباب بیٹھے تھے کہ شاہ جی نے ڈم ڈم جیل کا قصہ سنایا۔ فرمایا انگریز کے خلاف تحریک کے سلسلے میں ڈم ڈم جیل میں بہت سے قومی رضا کار بھی تھے اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ میں بھی تھا مگر ہم اکھٹے نہ تھے۔ حضرت مدنیؒ مجھ سے الگ دوسرے احاطے میں بند تھے۔ ایک روز میں نے اڑتی اڑتی یہ خبر سنی کہ ''انسپکٹر جیل خانہ جات آیا ہے اس کا نام سمن تھا۔ (یہ انگریز آخر کار بنگال انقلاب پسندوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا) اور جن رضا کاروں کے سر پر گاندھی ٹوپی دیکھتا اسے وہ خود اتار کر پاؤں میں مسل دیتا ہے۔ شاہ جی فرمانے لگے اس خبر سے میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ میں نے کہا اگر شرافت سے پیش آیا تو شرافت سے جواب دوں گا۔ اگر اس نے میری ٹوپی پر ہاتھ بڑھایا تو میں بھی اسے گرا کر شہ رگ ایسی کاٹوں گا کہ بچ نہ سکے۔ شاہ جی نے فرمایا آخر کار وہ وقت آ گیا میں احاطہ میں ٹہل رہا تھا کہ احاطہ کا دروازہ کھلا ''انسپکٹر جیل خانہ جات'' داروغہ جیل جو ہندو تھا اور چند جیل وارڈ دیکھا کہ میرے طرف آ رہے ہیں۔ اس انگریز نے آتے ہی کہا یہ ٹوپی اُتار دو میں نے بے باکی سے جواب دیا نہیں اتاروں گا۔ وہ غصے میں آگے بڑھا اور ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ میری ٹوپی اتارے میں نے پہلے ہی پینترا جمایا ہوا تھا۔ (اس موقع پر شاہ جی نے اٹھ کر وہ نقشہ عملاً ظاہر فرمایا) فوراً دایاں ہاتھ اس کے دائیں ہاتھ کی کلائی پر ڈال کر ایسا جھٹکا دیا کہ اس کے حواس خطا ہو گئے اور یکدم نرمی اختیار کر لی۔ ادھر داروغہ جیل نے بیچ بچاؤ کرا دیا۔ شاہ جی فرمانے لگے اگر وہ اب بھی باز نہ آتا تو میرا پکا ارادہ یہی تھا کہ میرے پاس اور تو کچھ ہے ہی نہیں اس کی شہ رگ دانتوں سے کاٹ دوں گا مگر وہ میرے تیور پہچان کر یکدم نرمی اختیار کر گیا اور کہنے لگا کہ آپ کو اس ٹوپی کا احترام کیوں ہے یہ تو گاندھی جو ایک ہندو ہے اس کی ٹوپی ہے۔ شاہ جی نے کہا یہ غلط ہے یہ اجمل کیپ ہے اسے حامد کیپ بھی کہتے ہیں۔ امروہہ مراد آباد اور یوپی کے دیگر

مقامات میں اس کو اکثر مسلمان شرفاء پہنتے ہیں۔اس نے کہا بہر حال آپ یہ ٹوپی میرے کہنے پر اُتار دیں۔میں نے جیل میں سب کی ٹوپیاں اتروادی ہیں۔شاہ جی فرمانے لگے میں نے کہا مگر یہ ٹوپی تمہارے کہنے سے نہیں اتاروں گا جب تک تن پر گردن موجود ہے ٹوپی سر سے نہیں اترے گی۔اس نے کہا اگر میرے کہنے پر نہیں اتاریں گے تو اور کس کا حکم مانیں گے۔میں نے کہا ہاں حکم دینے والا اس جیل میں ایک ہی شخص ہے وہ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ ہیں۔اگر وہ حکم دیں کہ ٹوپی اتار دو تو فوراً اتار دوں گا۔شاہ جی فرماتے ہیں ادھر حضرت شیخ کو بھی تمام کیفیت کا پتہ چل چکا تھا۔حضرت نے سر سے پگڑی اتار کر اس کے شملے کو پھاڑ کو جلدی جلدی دو چار ٹانکے بھرے ادھر سے یہ انگریز پہنچا ادھر حضرت نے ٹوپی بنا کر سر اقدس پر رکھ لی۔اس انگریز نے جب حضرتؒ سے یہ سوال کیا تو حضرت نے فرمایا۔میں نے ہمیشہ پگڑی ہی باندھی ہے مگر جب مجھے یہ پتا چلا کہ تم نے جیل میں ٹوپیاں اتارنے کی مہم شروع کی ہوئی ہے تو پگڑی سے کپڑا کاٹ کر ٹوپی بنا کر سر پر رکھ لی ہے۔یہ ٹوپی بیشک اسلام کا نشان نہیں، لیکن جب تم اسے دیکھ کر چڑتے ہو اور جیل کے رضا کاروں سے تمہاری زیادتی کا علم ہوا تو میں نے تمہیں چڑانا اور رضا کاروں کے ساتھ ہمنوائی اور ہمدردی کرنا ضروری سمجھا۔اب یہ ٹوپی نہیں اترے گی نہ کسی کو اتارنے کے لیے کہوں گا۔بالآخر وہ انگریز ناکام ونامراد بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔

## ☆ خوب سوچ لو ☆

رفیق احمد میاں چنوں جماعت کے کارکن ہیں۔انہوں نے بتایا ایک دفعہ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ میاں چنوں جلسہ پر تشریف لائے۔جلسہ کے بعد میں شاہ جی کو اپنے گاؤں جو نزدیک ہی ہے لے گیا۔شاہ جی وہاں دو دن رہے شاہ جی کے گرد ہر وقت گرد ونواح کے دیہاتی آکر بیٹھتے رہتے اور ان کے پند ونصائح اور اخلاق سے

متاثر ہوتے۔ یہاں تک کہ ہمارا ایک عیسائی (کام کرنے والا) بھی شاہ جی کی ذات سے بہت متاثر ہوا اور ہر وقت شاہ جی کی خدمت میں لگا رہتا شاہ جیؒ بھی اس سے بڑی شفقت سے پیش آتے جب شاہ جی رخصت ہوگئے تو روزانہ ان کی باتیں کر کے خوش ہوتا۔ ایک دفعہ جب میں نے ملتان شاہ جی کے پاس جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو کہنے لگا مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ میں ساتھ لے گیا۔ کھانے کا وقت آیا تو شاہ جی نے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا۔ واپس آکر اس سے نہ رہا گیا اور مجھ سے اظہار کر دیا کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا بھائی ولسن سوچ لو مگر وہ پکا ارادہ کر چکا تھا۔ کچھ دنوں بعد چپکے سے از خود شاہ جی کے پاس چلا گیا اور اظہار مدعا کیا۔ شاہ صاحب نے اسے ہدایت فرمائی کہ وہ میاں چنوں کے خطیب کے ہاتھ پر مسلمان ہو اور پہلے خوب سوچ لے ،اگر مسلمان ہونا ہے تو ماں باپ کی خدمت میں کمی نہ کرے وہ چاہے کتنی مخالفت کریں ۔سوائے یہ کہ پھر عیسائی ہو جانا منظور نہ کرے ۔باقی کسی خدمت اور فرمانبرداری سے منہ نہ موڑے۔ وہ ہدایت لے کر آگیا اور میاں چنوں پہنچ کر مسلمان ہوگیا۔ وہ شاہ جی کی وفات کی خبر سن کر ملتان پہنچا اور اتنا رویا کہ وہ بے ہوش ہوگیا۔ اب غالباً وہ بہاول پور ملازم ہے۔

## ☆ ملک وملت کی آزادی ☆

آزادی سے قبل ایک تقریر میں فرمایا مسلمانوں کو اپنی تمام تر توجہ آزادی کے حصول کی طرف مبذول کرنی چاہئے ۔آزادی وطن کے لیے مسلمانوں کی قربانیاں اس قدر شاندار ہونی چاہیں کہ دشمنان وطن اس معاملہ میں مقابلہ کی جرأت نہ کرسکیں اور مسلمان نہایت فخر و ناز سے شہیدان وطن کی لاشیں گن کر دوسروں کو چیلنج دیں کہ آؤ دیکھو ملک وملت کی آزادی کے لیے اتنے مسلمان نوجوان شہادت نوش کر چکے ہیں۔ (از سوانح خان کابلی)

## ☆ مَیں تو بلّھے شاہ ہوں ☆

متحدہ ہندوستان کے زمانہ میں شاہ جی تقریر کر رہے تھے۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی بھی سٹیج پر تھے مزاحیہ انداز میں فرمایا۔ ''میں تو بلھے شاہ ہوں۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب بیٹھے ہیں۔ یہ آپ کو اچھی طرح سمجھائیں گے'' (نوٹ: بلھے شاہ اور عنایت آرائیں کی محبت کا واقعہ مشہور ہے شاہ جی سید اور مولانا آرائیں تھے۔) اس لیے یہ لطیف اشارہ کیا۔

## ☆ محبت اور دشمنی صرف اللہ کے لیے ☆

ایک دفعہ ختم نبوت پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ میں مرزا محمود اور قادیانیت کی جو مخالفت کرر رہا ہوں۔ رب العزت کی قسم اس میں کوئی ذاتی غرض نہیں ہے نہ کوئی ذاتی کد یا رنجش ہے۔ میری دشمنی صرف حضور ختم المرسلین ﷺ کی محبت کی وجہ سے ہے' حضور ﷺ کی محبت کی وجہ سے ہے' حضور ﷺ کے بعد کسی کو نبی ماننا یہ گوارا نہیں ہوسکتا۔ نہ ہی میرے اللہ کو یہ گوارا ہے۔ دنیا میں کروڑوں لوگ ایسے ہیں جو خدا کا شریک بتاتے اور بناتے ہیں مگر اللہ ان کی اسی طرح پرورش کرتا ہے جس طرح وہ اپنے وحدہ لاشریک ماننے والوں کی پرورش کرتا ہے۔ اس کا غضب پوری طرح کبھی ان پر نازل نہیں ہوا' لیکن رسول ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا وہ کبھی نہیں پھولا پھلا۔ یہی انجام مرزائیوں کا ہوگا۔

''باخدا دیوانہ باشد با محمد ہوشیار''

## ☆ کسی اور کا جنازہ ☆

تحریک مسجد شہید گنج لاہور، سر فضل حسین کی سیاسی چال کا نتیجہ تھا۔ جب سر فضل حسین اپنی چال میں بظاہر کامیاب ہوگیا تو اس نے کسی

سے کہا کہ میں نے مجلس احرار اسلام کے تابوت میں آخری میخ ٹھونک دی ہے۔ سمجھو اب یہ دفن ہوگئی۔ یہ بات شاہ جی تک پہنچ گئی۔ امرتسر مسجد خیرالدین میں شاہ جی تقریر کررہے تھے تو فضل حسین کے اس قول کر دہرا کر للکارا اور کہا مجلس احرار اسلام کے تابوت میں میخیں ٹھونکنے والو (یہ کہہ کر نگاہیں فضائے آسمانی میں گاڑ دیں اور ہاتھ بڑھا کر اشارہ کر کے) فرمایا میں تو کسی کا جنازہ دیکھ رہا ہوں۔ کچھ عرصہ گزرا ہوگا کہ اچانک ایک دن سر فضل حسین کی وفات کی خبر آگئی۔

## ☆ لاشیں بے گوروکفن ☆

مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ احمد نگر کے قلعہ میں قید تھے کہ ان کی اہلیہ محترمہ وفات پاگئیں۔ شرارت پسند عناصر نے انہیں قبرستان میں دفن کرنے پر ہنگامہ برپا کردیا، غالباً دو روز بعد ان کے لواحقین نے انہیں بچ بچا کر خاموشی سے دفنا دیا۔ یہ خبر سن کر شاہ جی کو بہت دکھ ہوا۔ ایک جگہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تم نے اس نیک اور پاک دامنہ بی بی کے جنازہ کی توہین کی اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے سے روکا جس کا خاوند جہاد آزادی میں مجاہدین آزادی کا سرخیل ہے اور اس وقت وہ دشمن کی اسیری میں ہے۔ یہ تمہاری اخلاقی پستی اور شقاوت قلبی کی انتہا ہے۔ پھر جلال میں آکر فرمایا اس بے قصور، نیک اور پاک دامن بی بی کی توہین کرنے والو میں فضا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری لاشیں بے گوروکفن پڑی ہوئی ہیں اور ان پر زاغ وزغن منڈلا رہے ہیں۔ تھوڑے عرصہ بعد پھر یہی ہوا کلکتہ میں مسلم ہندو فساد ہوا اور سینکڑوں انسان بے گور کفن سڑکوں پر پڑے نظر آئے۔

☆

## ☆ خواجہ صاحب فہیدم ☆

مولانا فارقلیط فرماتے ہیں کہ شاہ جی اللہ آباد میں خواجہ عبدالحمید صاحب بیرسٹرایٹ لاء کے ہاں مقیم تھے۔ پولیس وارنٹ گرفتاری کے لیے آپ کی تلاش میں مصروف تھی۔ خواجہ صاحب نے شاہ صاحب سے عرض کیا کہ آج مجھ سے ایک شخص پوچھ رہا تھا کہ ایک مولوی صاحب یہاں آئے ہوئے ہیں تعویز دیتے ہیں اور وعظ فرماتے ہیں' کہاں قیام فرما ہیں۔ شاہ صاحب نے سنا تو فوراً تاڑ گئے۔ ہنس کر فرمایا خواجہ صاحب فہیدم' خواجہ صاحب فہیدم' جھٹ سامان باندھ کر موٹر میں رکھا اور ایک غیر معروف سٹیشن پر گاڑی سے سوار ہوکر بنگال کی طرف چلے گئے۔ آخر کار ۳۰ اگست کو دیناج پور میں گرفتار ہوکر چھ ماہ کے لیے قید ہوگئے۔ (مختصر سوانح عمری از خان کابلی)

## ☆ چوری کا مال ☆

مولانا عبدالرحمٰن میانوی فرماتے ہیں۔ میں نے شاہ جی سے جب دو ایک بار یہ سنا کہ جب مجھے کوئی تقریر کے بعد مصارف یا ہدیہ دیتا ہے تو میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کیا دیا ہے' جب تک روپے ہوتے ہیں' سفر کرتا ہوں' نہیں ہوتے تو بس کر دیتا ہوں۔ ایک سفر میں میرے جی میں آیا کہ آج شاہ صاحب کو آزمائیں۔ شاہ جی نے سفر میں وضو کے لیے کوٹ اتار کر رکھا تو میں نے دس دس کے دو نوٹ کھسکا لیے۔ سفر ختم ہوگیا مگر شاہ جی نے مجھ سے کچھ نہ پوچھا۔ اب مجھے شرم آئی کہ نوٹ واپس کروں گا تو شاہ جی کہیں گے تم نے حرکت کیوں کی! کچھ عرصہ خاموش رہا بالآخر ایک روز شاہ صاحب کے مکان پر ملتان میں جی کڑا کر کے وہ دونوں نوٹ شاہ جی کی طرف بڑھا دیئے۔ فرمایا یہ کیسے ہیں۔ میں

نے بات گول کرنے کے لیے صرف اتنا کہا کہ یہ آپ رکھ لیں۔شاہ جی نے اصرار سے پوچھا کہ حضرت سخی سرور صاحب بتائیں تو سہی یہ روپے کیوں دیئے جارہے ہیں۔میں نے مجبوراً سارا قصہ کہہ سنایا ہنس کر فرمایا۔میانوی تُو ہمیں کب تک آزماتا رہے گا اور مذاق سے فرمایا''اب یہ چوری کا مال خود ہی رکھو میں نہیں لیتا اور نہیں لیئے''۔

## ☆ سب صحابہ مرید تھے اور عمرؓ مراد ☆

ایک شیعہ دوست نے سوال کیا کہ علی رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ میں کیا فرق ہے۔فرمایا بڑا فرق ہے۔علی رضی اللہ عنہ حضورﷺ کے مرید تھے اور ابو بکر وعثمان رضی اللہ عنہما بھی سوائے عمر رضی اللہ عنہ کے سب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین مرید ہی تھے۔اب سائل حیران ہوا کہ سب صحابہ مرید ہوئے تو آخر حضرت عمرؓ کیا تھے۔پھر ذرا رک کر فرمایا سب صحابہؓ مرید تھے مگر عمر مراد تھے۔حضورﷺ نے خود ان کی آرزو کی اور اللہ تعالیٰ سے مانگ کر لیے تھے۔پھر فرمایا میں بیٹا علیؓ کا ہوں۔نفس میرا بھی چاہتا ہے کہ سب کچھ انہی کی جھولی میں ڈال دوں مگر عمرؓ نہیں چھوڑتے وہ خود کو منواتے ہیں اور بات بھی سچی ہے۔عمر رضی اللہ عنہ کو نکال دو تو تاریخ اسلام میں باقی کیا رہ جاتا ہے۔

## ☆ شکاری خود شکار ہو گیا ☆

مولانا تاج محمودؒ صاحب (فیصل آباد) فرماتے ہیں کہ انہیں حاجی قائم الدین نے جو کپڑے کے تاجر ہیں بتایا کہ تقسیم سے قبل وہ آگرہ میں کاروبار کرتے تھے۔ایک دفعہ آگرہ میں مارکیٹ کی چھت پر جلسہ ہوا۔شاہ جی تقریر کر رہے تھے۔شاہ جی نے جب حجازی لہجے میں قرآن پاک کی تلاوت فرمائی تو ایک نوجوان تڑپ کر دیورا

سے چھت پر آگرا۔مرنے سے تو بچ گیامگر وجد اور مستی کی حالت میں تڑپ رہاتھا۔لوگوں نے اٹھایاتو اس کے پاس سے ایک چھرا برآمد ہوا۔لوگ اٹھا کر شاہ جی کے پاس لے گئے ۔شاہ جی نے لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا کچھ پڑھ کر پھونکا۔جب ہوش میں آیاتو محبت سے اسے پاس بٹھالیا۔اس نے انکشاف کیاکہ مجھے توشاہ جی کے قتل کے لیے بھیجا گیاتھامگر شاہ جی کا قرآن سن کر بے ہوش ہوکر گر پڑا۔

## ☆ فاتح زمانہ ☆

تقسیم سے بہت قبل لاہور میں ایک پبلک جلسہ میں شاہ جیؒ تقریر کے لیے تشریف لائے تو اس وقت کچھ ہندو لڑکیاں مائک کے آگے آزادی کا کوئی گیت سنا رہی تھیں (جلسہ غالباً کانگریس کی طرف سے تھا) جب وہ گیت گا کر بیٹھ گئیں اور شاہ جی تقریر کے لیے کھڑے ہوئے تو سب سے پہلے ان بچیوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔بیٹیو!تمہارا یوں مردوں کے سامنے آزادی کے گیت سنانے سے آزادی نہیں مل سکتی۔اگر آزادی کے لیے کچھ کام کرنے کی تڑپ ہے تو کام مَیں بتاتا ہوں۔جاؤ جا کر مسلمان بہنوں کو یقین دلاؤ کہ تم ان کو اچھوت نہیں سمجھتی ہو۔اپنے عمل سے انہیں دکھادو کہ تم انہیں اپنی بہنیں سمجھتی ہو۔اگر تم نے ایسا کیا تو وہ بھی تمہارے ساتھ مل کر عورتوں میں آزادی کی روح بیدار کریں گی۔اور اپنے مردوں سے کہیں گی کہ جاؤ تم راہ آزادی میں جان کی بازی تک لگادو۔اگر جہاد آزادی میں شہید بھی ہو گئے تو ہم تمہارا ماتم نہیں کریں گی بلکہ فخر سے سر اٹھا کر کہیں گی کہ دیکھو میرا خاوند اور میرا بھائی اور میرا بیٹا مردانہ وار وطن کی عزت اور انسانیت کی سربلندی کے لیے جان کو قربان کر گیا۔یوں گیت گانے سے آزادی کی منزل قریب نہیں ہوسکتی۔پھر دوران تقریر فرمایا' حدنگاہ تک انسان ہی انسان بیٹھے ہیں۔کیا اچھا موقع ہے۔اللہ میاں یہ نہ کہیں کہ

بخاری تجھے ایسے ایسے مواقع فراہم ہوئے تو نے میرا پیغام کیوں نہ پہنچایا۔ میں آج تمہیں قرآن سناتا ہوں۔ سنو اللہ میاں کیا فرماتے ہیں۔ پھر قرآن کی تلاوت فرمائی اور ہندو مسلمان سکھ سب کو سمجھایا کہ انسان پر اللہ کے کیا کیا حقوق ہیں۔ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اس کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں۔ شاہ جی دو گھنٹے تک قرآن سناتے رہے' اس کا ترجمہ اور تفسیر کرتے رہے۔ بلاتمیز مذہب وملت مجمع کا مجمع لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔ جب جلسہ ختم ہوا تو واپسی پر میرے آگے تین سکھ جا رہے تھے ان میں سے ایک بولا۔ یار ٹھہر جاؤ مجھے کہیں پیشاب سے فارغ ہو لینے دو، مولوی صاحب اگرچہ ہمیں ہی بھگو بھگو کر جوتے لگا رہے تھے۔ مگر ایسا مزا آ رہا تھا کہ میں پیشاب کرنے کے لیے نہیں اٹھا کہ نہ جانے بعد میں کیا کچھ کہہ جائیں اور میں نہ سن سکوں۔

## ☆ شیخ پر آنچ نہ آنے پائے ☆

تقسیم سے قبل لاہور دہلی دروازہ کے باہر جمعیت علمائے ہند کی عظیم الشان کانفرنس شروع تھی۔ تمام انتظامی امور احرار کارکنوں کے سپرد تھے۔ حضرت شاہ صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ اس وقت راقم الحروف اور مولانا انور صابری صاحب پنڈال سے باہر ایک کیمپ کے قریب کھڑے تھے۔ جب حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ تقریر کے لیے اُٹھ کر کھڑے ہوئے۔ حضرت کی تقریر کے آغاز ہی میں مخالفین جو باقاعدہ اسکیم طے کر کے آئے تھے کہ حضرت کی تقریر نہیں ہونے دیں گے اور اگر بس چلا تو گزند پہنچانے سے بھی نہ چوکیں گے' وہ ایک دم مخالفانہ نعرے لگاتے ہوئے اٹھے اور گروہ در گروہ اسٹیج کی طرف بڑھنے لگے۔ شاہ جی نے یہ نقشہ دیکھا تو فوراً بپھر کر کھڑے ہو گئے' ہاتھ میں کلہاڑی تھی۔ حضرت مدنیؒ کی حفاظت میں کبھی دائیں کبھی بائیں کھڑے ہو کر مخالفین کی حرکات کا اندازہ کرتے رہے اور پکار پکار کر انہیں شرارت

سے باز رہنے کی تلقین کی مگر فسادی تھے کہ جیسے فیصلہ کر کے آئے ہوئے تھے کہ کسی کی نہیں سنیں گے اور اپنا کام کر کے جائیں گے۔ جب شاہ جی نے یہ دیکھ لیا کہ یہ شرارت پسند حضرت کے قریب ہوتے جا رہے ہیں تو بڑھ کر حضرت کے آگے سینہ سپر ہوئے اور مائیک پر نہایت پر جوش انداز میں فرمایا احرار کے جانبار رضا کارو! میں جان گیا ہوں کہ ان لوگوں کی نیت ٹھیک نہیں' صبر کا پیانہ لبریز ہو چکا ہے۔ میں نے تمہیں آج ہی کے دن کے لیے جمع کیا تھا۔ دیکھنا شیخ پر آنچ نہ آنے پائے۔ احرار کے جانباز پہلے ہی اشارے کے منتظر تھے۔ شاہ جی کا حکم پاتے ہی رضا کاروں نے دلیری اور چابکدستی کے وہ جوہر دکھائے کہ دس منٹ میں شر پسند عناصر سے پنڈال خالی ہو گیا۔ حضرت مدنیؒ نے مفصل تقریر فرمائی۔ پھر کانفرنس کے اختتام تک کسی کو شرارت کی جرأت نہ ہوئی۔

## ☆ بزدل مولوی ☆

مذکورہ بالا واقعہ میں یہ بات بھی پُر لطف اور قابل ذکر ہے کہ جس وقت فسادیوں کا ہجوم حضرت کی طرف اسٹیج کے قریب ہو گیا تو ایک بھاری بدن کے مولانا اسٹیج کے کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے وہ گھبرا کر بھاگنے لگے تو شاہ صاحب کی نظر پڑ گئی' لپک کر پیچھے سے ان مولانا کا گریباں کھینچ کر انہیں بٹھا دیا اور غصے میں فرمایا۔ بزدل مولوی شیخ کو چھوڑ کر بھاگ رہا ہے۔

## ☆ بُت کدے میں اللہ کی صدا ☆

ایک دفعہ قرآن پاک کی عظمت پر دوران تقریر فرمایا۔ اللہ کی کتاب کی بلاغت کے صدقے جایئے۔ خود بولتی ہے کہ میں محمد ﷺ پر اتاری گئی ہوں۔ بابولوگو!

اس کی قسمیں نہ کھایا کرو۔ اس کو پڑھا کرو۔ سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی طرح نہ سہی اقبالؒ ہی کی طرح پڑھ لیا کرو۔ دیکھا اس نے قرآن کو ڈوب کر پڑھا تو مغرب کی دانش پر ہلہ بول دیا۔ پھر اس نے قرآن کے سوا کچھ دیکھا ہی نہیں۔ وہ تمہارے بتکدے میں اللہ کی صدا ہے۔

## ☆ ظرف اور ذہن کی بات ☆

درگاہ امام ناصر جالندھری میں جلسہ تھا' تقریر میں کسی نے زیارت قبور کے متعلق سوال کر دیا۔ فرمایا! اپنے ظرف اور ذہن کی بات ہے کچھ لوگ انگور نعمت خداوندی سمجھ کر کھاتے ہیں۔ کچھ اس میں سے شراب نکالتے ہیں اور عقل کی بازی بدلتے ہیں۔ میں بھی اس مزار کی زیارت کر کے آیا ہوں اور تم بھی زیارت کرتے رہو' میں خدا کے فضل وکرم سے کچھ لے کے آیا ہوں اور تم ایمان میں سے کچھ دے کر آتے ہو۔ (از چٹان)

## ☆ اتباعِ رسولؐ ☆

مولانا لال حسین اخترؒ صاحب بیان کرتے ہیں کہ شاہ جی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہماری نماز' حج' روزہ' زکوٰۃ' شریعت طریقت' حقیقت' تہذیب' معاشرت' تمدن' اخلاق' مذہب غرض کہ مکمل دین اسلام حضور ﷺ کی ختم المرسلینی کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ عقیدے کی بات ہے کہ اگر کوئی شخص پوری زندگی لا الہ الا اللہ'' کہتا رہے تو وہ مسلمان نہیں رہے گا جب تک محمد رسول اللہ نہ کہے اور حضور ﷺ کی اتباع نہ کرے۔

## ☆ خودکشی ☆

زعیم احرار محترم شیخ حسام الدینؒ صاحب فرماتے ہیں۔ حضرت رائے پوریؒ

لاہور تشریف لائے ہوئے تھے تو شاہ جی بھی ان کی ملاقات کو ملتان سے تشریف لے آئے۔ میں بھی حاضر ہوا تو کچھ وقت شاہ صاحب سے تنہائی کا مل گیا۔ باتوں باتوں میں عرض کیا۔ آپ اور ہم آج کے زمانے میں عبرت بن گئے ہیں۔ شاہ جی میری بات کی گہرائیوں تک پہنچ گئے اور غالب کا یہ شعر پڑھا۔

بیدلی ہائے تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق
بے کسی ہائے تمنا کہ نہ دنیا ہے نہ دیں

میں نے عرض کیا غالب نے یہ شعر اس دور میں کہا تھا جب شاہ ولی اللہؒ ایسے بڑے بڑے صاحب نظر علماء اسلام کی حفاظت کر رہے تھے اگر غالب آج کے زمانے میں ہوتا تو فرمایا فوراً کب کا خودکشی کر چکا ہوتا۔ پھر شاہ جی نے یہ شعر پڑھا

نہ جانے کیوں زمانہ ہنس رہا ہے میری حالت پر
جنوں میں جیسے ہونا چاہئے ویسا گریباں ہے

## ☆ ایک چیز سے محبت ہے اور ایک سے نفرت ☆

شاہ جی کا قول مشہور ہے۔ میں دنیا میں ایک چیز سے محبت کرتا ہوں، وہ ہے قرآن، اور ایک چیز سے نفرت ہے، وہ ہے انگریز۔ 

## ☆ میرا ملک چھوڑ دو ☆

ایک دفعہ فرمایا میں ایک دن جیل میں بیٹھا ہوا کوئی کتاب دیکھ رہا تھا کہ اچانک گورنمنٹ آف انڈیا کا برطانوی نژاد ہوم ممبر معائنہ کے لیے آ پہنچا۔ اس نے پوچھا شاہ جی آپ اچھے ہیں۔ میں نے کہا خدا کا شکر ہے۔ دوبارہ پوچھا کوئی سوال! میں نے کہا سوال صرف اللہ سے کیا کرتا ہوں۔ پھر کہا نہیں اگر میں آپ کی کوئی خدمت کر سکتا ہوں تو فرمائیے۔ میں نے کہا میرا ملک چھوڑ کر تشریف لے جائیے۔ فوراً پلٹ گیا۔

## ☆ شاہ جیؒ کی شان ☆

مولانا عنائت اللہ صاحب چشتی لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ سیالکوٹ کے عظیم الشان مندر میں شاہ جی کی تقریر ہو رہی تھی۔ ہندوؤں' مسلمانوں اور سکھوں کا ایک جم غفیر تھا۔ تقریر کا ریلا اس موڑ پر پہنچا کہ حصول آزادی کے راستے میں کون کون سے پتھر ہیں۔ منجملہ دیگر اسباب وعُقد کے ہندو کی تنگ نظری پر بھی کڑی تنقید کی۔ شاہ جیؒ نے ان کے مذموم اخلاق اور تنگ نظری کو بیان کر کے اس کے مقابلہ میں اسلام کے اصول واخلاق سمجھائے۔ مسلمان اسلام زندہ باد کے پے در پے نعرے لگا رہے تھے اور ہندو مارے شرم کے پانی پانی ہو رہے تھے۔ جب جلسہ ختم ہوا تو ہندو ہاتھ جوڑ جوڑ کر تعظیم کر رہے تھے۔ نہ کوئی شکوہ تھا نہ رنج۔ یہ شان شاہ جیؒ ہی کی تھی اگر کوئی اور مسلمان لیڈر وہاں ایک آدھ ایسی بات کہہ دیتا تو خون خرابے تک نوبت پہنچ جاتی۔

## ☆ شہداء ختم نبوت کا میں ذمہ دار ہوں ☆

تحریک ختم نبوت کے بعد جب قید سے رہا ہو چکے تھے۔ غالباً ۱۹۵۵ء میں فیصل آباد دھوبی گھاٹ کے میدان میں ضعیفی اور علالت کے سبب بیٹھ کر تقریر فرما رہے تھے۔ دوران تقریر کسی نے ایک چٹ بھیج دی۔ لکھا ہوا تھا کہ جو لوگ ختم نبوت کی تحریک میں شہید ہو گئے' ان کا ذمہ دار کون ہے۔ شاہ جی نے پڑھا تو جوش میں آ کر کھڑے ہو گئے اور گرج کر فرمایا۔ سنو' ان شہداء کا میں ذمہ دار ہوں۔ نہیں نہیں آئندہ بھی جو حضور اکرم ﷺ کی عزت وناموس کی خاطر شہید ہونگے۔ ان کا بھی میں ذمہ دار ہوں' میں کوئی مودودی ہوں کہ مکر جاؤں گا۔ تم بھی گواہ رہو (اور پھر آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا) اے اللہ تو بھی گواہ رہنا' شہداء کا میں خود ذمہ دار ہوں اور جب تک یہ مسئلہ حل نہیں ہوتا اگر میں زندہ رہا اور موقع ملا تو پھر بھی ایسا ہی ہوگا اگر کل مسلمان حضورؐ

کے جوتے کے ایک تسمے پر قربان ہو جائیں تو پھر بھی حق ادا نہیں ہوگا۔ ان جملوں سے سامعین تڑپ اٹھے۔ لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور ختم نبوت زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے فضا گونج اٹھی۔

## ☆ اُس کی گدانوازیاں ☆

رفیق احمد (میاں چنوں) بتاتے ہیں کہ ہم تین ساتھی شاہ جیؒ کی خدمت میں ملتان گئے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ پہنچے تو شاہ جیؒ اور قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادیؒ کھانا کھا رہے تھے۔ علیک سلیک کے بعد شاہ جیؒ نے پوچھا کھانا کھاؤ گے۔ میں نے عرض کیا ضرور کھائیں گے۔ شاہ جیؒ خود اندر تشریف لے گئے چند منٹ گزرے تھے، کہ ایک آدمی دس بارہ روٹیاں اور بھنا ہوا مرغا لے کر آ گیا۔ قاضی صاحب نے فوراً آواز دی۔ اباجی (قاضی صاحب شاہ صاحب کو اباجی ہی کہا کرتے) آجایئے' کھانے کا بندوبست نہ کیجئے۔ شاہ جیؒ باہر تشریف لے آئے اور سامان خوردنی سامنے دیکھ کر کھڑے کھڑے نہایت عاجزی سے کہنے لگے' اے داتا تو ہمیشہ اس نافرمان کی لاج رکھ لیتا ہے۔ مجھ جیسے گنہگار پر تیرا یہ کرم اے اللہ میں تو فقط گندگی کا ڈھیر ہوں جس پر تیرے یہ احسان ہیں۔ عجیب کیفیت میں دیر تک کھڑے اپنی عاجزی اور اللہ کے شکر کا اظہار کرتے رہے۔ ہم کھانے میں مشغول ہو گئے تو فرمایا اب سناؤں اصل بات میں جب کھانا لینے کے لیے اندر گیا تو اندر سے صاف جواب ملا کہ اب تو کچھ نہیں کہ مہمانوں کو کھلا سکیں۔ پریشان ہو کر جیب میں ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ دیکھوں دکان سے بھی آسکتا ہے کہ نہیں' اتنے میں قاضی تو نے آواز دے دی۔ جب دیکھا تو پروردگار نے خود بندوبست کر دیا تھا۔ یہ اس کی گدانوازیاں ہیں۔

☆

## ☆ باہر کا دروازہ ☆

ایک دفعہ راقم الحروف ملتان گیا دفتر ختم نبوت میں قیام کیا۔ علی الصبح ناشتہ سے فارغ ہو کر شاہ جی کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ چار پائی پر تشریف فرما تھے۔ اٹھ کر ملے پھر فرش پر ہی نشست جمالی۔ فرمایا بہت اچھا ہوا تم آ گئے کچھ وقت اچھا گزرے گا۔ ادھر ادھر کی باتیں ہو رہی تھیں کہ تھوڑی دیر کے بعد کچھ اور لوگ بھی آئے۔ برادرم عطاء المحسن بخاری نے مجھ سے کہا۔ بھائی جان اب تو کچھ سنا دو۔ شاہ جیؒ نے مسکرا کر فرمایا بھائی اسی خاطر تو میں اس کی طبیعت کو تیار کر رہا تھا' تم نے میرے دل کی بات کہہ دی۔ ہاں گیلانی! کوئی غزل ہو جائے۔ خیر میں تعمیل ارشاد میں کافی دیر تک غزلیں سناتا رہا۔ شاہ جی دل کھول کر داد دیتے رہے اور خود بھی اُردو' فارسی' عربی کے اشعار موقع و مناسبت سے ارشاد فرماتے رہے۔ اسی دھن میں کافی وقت گزر گیا۔ بھائی عطاء المحسن بخاری کو کسی کام کے لیے کچہری جانا تھا وہ اٹھ کر چلے گئے۔ شاہ جی نے معاً فرمایا بھائی گیلانی تم اچھے آئے (گھڑی دیکھ کر) گیارہ بجنے کو آ گئے' میں نے ابھی تک ناشتہ بھی نہیں کیا' نہ تمہیں ہی پوچھا۔ یہ کہہ کر اندر آواز دی۔ ایک بچہ (گلی کے اکثر بچے اماں جی سے قرآن پاک پڑھنے گھر آتے ہیں۔ اسے فرمایا بیٹا اندر جا کر کہو' کہ آج ہمیں کچھ ناشتہ کے لیے نہیں ملا۔ ہم نے مانگا نہیں تو انہوں نے بھیجا بھی نہیں۔ دیکھنا کہہ دینا شیخوپورہ سے گیلانی آئے ہوئے ہیں۔ بچہ تھوڑی دیر کے بعد چائے لے کر آ گیا۔ شاہ جی نے کپڑا اٹھایا تو صرف چائے تھی۔ کھانے کو ساتھ کچھ نہیں تھا۔ فرمایا بیٹا کھانے کو کچھ نہیں۔ بچہ چلا گیا اور واپس آ کر جواب دیا کہ کھانے کو تو کچھ موجود نہیں۔ فرمایا بیٹا ان سے کہو رات کا تھوڑا سا باسی ٹکڑا ہو تو وہی بھجوا دیں۔ لڑکا پھر خالی ہاتھ آیا اور کہا وہ بھی نہیں ہے۔ اب شاہ جی نے اچھا بھائی کہہ کر قہوہ پیالی میں

انڈیلا ہی تھا کہ اچانک ایک بوڑھا شخص میلے اور پھٹے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے وارد ہوا۔ ہاتھ میں ایک کپڑے میں کچھ لپٹا ہوا تھا آتے ہی شاہ جی کے حوالے کر دیا۔ شاہ جی نے کھولا تو کھجوریں تھیں۔ سامنے رکھ لیں۔ پھر ریش مبارک کو ہاتھ میں پکڑا اور آبدیدہ ہو کر فرمایا' کھا او کتے کھا۔ اتنی جلدی مایوس ہو جاتا ہے۔ اگر اندر کا دروازہ بند ہو گیا تو باہر کا تو کھلا تھا۔ شاہ جی کے اس انداز کو دیکھ کر میرے بھی آنسو نکل پڑے۔ پھر کچھ کھجوریں رکھ کر باقی اندر بھجوا دیں۔ شاہ جی نے بابا سے پوچھا سائیں چائے پیو گے' انہوں نے ملتانی میں کہا ضرور پیوں گا۔ شاہ جی نے چائے بنا کر دی وہ پی رہے تھے' اتنے میں کھجوروں والا کپڑا اندر سے خالی ہو کر آ گیا۔ شاہ جی نے کپڑا لے کر اس کے چاروں کونوں کو ٹٹولا۔ پھر بابا سے مخاطب ہو کر پوچھا آج کچھ بھی نہیں۔ بابا نے کہا' کیوں کچھ چاہئے؟ فرمایا نہیں۔ میں نے اس لئے پوچھ لیا کہ کہیں آپ پھر خفا نہ ہو جائیں۔ بابا لوگوں سے ڈر لگتا ہے۔ بابے نے چائے پی لی اور فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا لو اب میں جاتا ہوں۔ شاہ جیؒ نے کہا دعا کیجئے تو وہ بابا شاہ جی کی پشت کی طرف ہو کر کہنے لگے کہ ہاں ہاں ضرور پھر اپنی ملتانی زبان میں ہی کہا رسول اللہ کے دربار میں عرض کروں گا۔ میں یہ تمام کاروائی دیکھ رہا تھا۔ جب بابا جی چلے گئے تو میں نے عرض کیا شاہ جی یہ راز داری کی باتیں کیا تھیں۔ آپ نے رومال کو ٹٹول کر کیا پوچھا تھا۔ فرمایا چند دن ہوئے یہ بابا اسی طرح میرے لیے کچھ لائے تھے میں نے وہ چیز رکھ لی اور رومال واپس کر دیا تو رومال لے کر ناراضگی کے لہجہ میں کہا یہ کیوں نہیں رکھے۔ میں نے دیکھا تو اس کے کونے میں کچھ بندھا ہوا تھا۔ میں نے رومال لے کر کھولا تو ساڑے تین آنے تھے وہ بھی میں نے رکھ لیے۔ پھر اندر کی واسکٹ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا وہ اب بھی میرے پاس موجود ہیں۔ پہلے بھی کچھ پیسے بابا لوگوں

کے دیئے ہوئے رکھے ہیں۔ میں وہ خرچ نہیں کرتا۔ اس لیے میں نے آج رومال کے کونے دیکھ لیے تھے۔ اور مزید پوچھ بھی لیا تھا کہ کہیں پھر ناراض نہ ہو جائیں۔ میں نے مزید پوچھا کہ باباجی ہیں کون! فرمایا گیلانی بھائی یہ بابا لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں ان کا اتہ پتہ کسے معلوم بس مجھ پر مہربان ہیں، کبھی کبھی اس طرح زیارت ہو جاتی ہے۔

## ☆ صبح کا سورج طلوع نہ ہو ☆

امرتسر ہال بازار سکندر خان کی مسجد کے نیک طبع اور صحیح العقیدہ خطیب مولوی عبدالکریم صاحب کسی سازش کے تحت اچانک الگ کر دیئے گئے اور ان کی جگہ مولوی عبدالحفیظ بریلوی کو مقرر کر دیا گیا۔ مولوی عبدالحفیظ نے آتے ہی اہلحدیث علماء اور ان کے مسلک کے خلاف ایسا محاذ بنایا کہ چند ہی دن میں شہر کی فضا فتنہ وفساد سے بھر گئی۔ مولانا ثناء اللہ صاحب نے تحریر اور تقریر سے جواب دینا شروع کر دیا۔ ''نوبت بہ ایں جا رسید'' کہ شہر کی اکثر مساجد میں نمازی ایک دوسرے کا سر پھوڑنے لگے، محلے محلے، گلی گلی بحثوں کے اکھاڑے لگے رہتے۔ بالآخر بحث گالی گلوچ اور ہاتھاپائی تک پہنچ جاتی۔ مولوی عبدالحفیظ کا کام بن گیا۔ شہرت بھی ہوگئی نذرانے بھی ملنے لگے۔ مولانا ثناء اللہ صاحب مشہور مناظر تھے۔ انہوں نے مولوی عبدالحفیظ کو چیلنج کیا کہ روز روز کے جھگڑوں کو ختم کر دیں۔ آؤ میدان میں اختلافی مسائل پر مناظرہ کرو۔ مولوی عبدالحفیظ نے زبانی تو مناظرے کا چیلنج قبول کر لیا مگر عملاً وہ مناظرے سے گریز کرتا تھا، کیونکہ یہ ظاہر تھا کہ میدان میں وہ مولانا سے بازی نہیں جیت سکتا۔ اسی اثناء میں مولانا ثناء اللہ صاحب کو غالباً کلکتہ ''اہلحدیث کانفرنس'' میں شریک ہونے کے لیے امرتسر سے جانا پڑا۔ مولوی عبدالحفیظ نے موقع غنیمت جان کر ایک پوسٹر شائع کر دیا جس کا عنوان تھا ''مولانا ثناء اللہ کا مناظرہ سے فرار'' مولانا کے

حامیوں نے مولانا کو تار دیا کہ صورت حال یہ ہے اس پر مولانا نے جواباً تار دیا میں آرہا ہوں اور مناظرہ کے لیے تیار ہوں' مولانا کے حامیوں نے اسی طرح جواباً پوسٹر شائع کیا جس پر عنوان تھا۔

''میں آرہا ہوں اور مناظرہ کے لیے تیار ہوں''

متحدہ ہندوستان کا زمانہ تھا۔حضرت شاہ صاحب اپنی دھن میں انگریزی حکومت کے خلاف ملک بھر میں دورہ کررہے تھے۔بہت دنوں کے بعد شاہ صاحب جب امرتسر واپس تشریف لائے تو شہر کا حال معلوم کرنے پر بہت رنجیدہ ہوئے۔فرمایا میں جانتا ہوں یہ پتھر کہاں سے آیا ہے۔اس ظالم (مولوی عبدالحفیظ) نے میرے ہی شہر کو آگ میں جھونک دیا۔

پھر فرمایا! مجھے اس کا انتظام کرنا ہی پڑے گا۔میں اپنے گھر میں سرنگ نہیں لگانے دوں گا۔ہم کچھ کررہے ہیں اور یہ ہمیں کہیں اور الجھانا چاہتا ہے۔رضا کاروں سے کہا جاؤ منادی کردو۔بخاری آج تقریر کرے گا۔سب مسلمان بریلوی' اہلحدیث دیوبندی آج عشاء کے بعد مسجد خیرالدین میں آئیں۔یہ فساد مناظروں سے طے نہیں ہونے کا' اس کا علاج میرے پاس ہے۔زور شور سے منادی ہوئی۔عشاء کے بعد مسجد میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔بلکہ اردگرد کے مکانات دیواریں اور چھتیں انسانوں سے اٹی پڑی تھیں۔شاہ جی نے تقریر کا آغاز کیا۔لوگ ہمہ تن گوش تھے۔فرمایا! میں انگریز کو ملک سے نکالنے کی فکر میں ہوں اور تمہارے اختلافی مسائل نہیں طے ہوتے۔میں تمہارے لیے نتھ بنوارہا ہوں اور تم ناک کٹوارہے ہو' پھر جوش میں آکر فرمایا مولوی عبدالحفیظ میں جانتا ہوں تم کہاں سے آئے ہو۔کیوں آئے ہو اور تمہیں کس نے بھیجا ہے' میں گاڑی چلنے نہیں دوں گا۔میں تجھے مناظرے کا چیلنج دینے

نہیں آیا۔ میرا طریقہ مناظرہ بازی نہیں، مجھے بہت سے گُر یاد ہیں۔ یہاں پہنچ کر شاہ جیؒ نے فرمایا۔ مولانا ثناء اللہ صاحب کو بھی مناسب نہیں تھا کہ ایسے مفسد اور جاہل کو منہ لگاتے۔ اگر اس نے ایک چیتھڑا شائع کر دیا۔ ''مولانا ثناء اللہ کا مناظرہ سے فرار'' تو انہوں نے بھی ادھار نہ رکھا اور فوراً جواب دیا ''میں آرہا ہوں اور مناظرہ کے لیے تیار ہوں'' شاہ جیؒ نے کہا تو مولانا ثناء اللہ کے ایک شاگرد مولوی صاحب نے آواز دی کہ شاہ جی اشتہار انجمن کی طرف سے تھا' مولانا کی طرف سے نہ تھا۔ شاہ جی نے فوراً فرمایا مولوی صاحب! میں تو آپ کی یہ بات ماننے کو تیار نہیں۔ اگر اشتہار انجمن کی طرف سے ہوتا تو وہ لکھتی کہ میں آگئی ہوں' لیکن وہاں تو عنوان ہے میں آگیا ہوں۔ اس پر تمام جلسہ گاہ قہقہوں سے گونج اٹھی۔ شاہ جی نے فوراً ٹوکا۔ ہنسو مت میں نے تو واقعتاً بات سمجھائی ہے۔ 

پھر مولوی عبدالحفیظ کو مخاطب کر کے جلال میں آکر فرمایا۔ مولوی عبدالحفیظ سن لے' تجھے صبح کا سورج یہاں طلوع نہ ہو۔ مجھے نرا مولوی نہ سمجھنا' میں للکار کر کہتا ہوں' اگر کل تم یہاں نظر آگئے تو معاملہ بگڑ جائے گا' یہ شہر میرا شہر ہے۔ میں اسے برباد ہوتا نہیں دیکھ سکتا۔ مجھے تمہارے سب عیب وہنر کا پتہ ہے۔ میں پوچھتا ہوں تمہیں.......... وہاں سے کیوں نکالا گیا تھا (یہ مولوی عبدالحفیظ کی ایک قبیح حرکت کی طرف اشارہ تھا) تین گھنٹے کی تقریر کے بعد جلسہ ختم ہوا۔ واقعی صبح سورج طلوع ہونے سے پہلے مولوی عبدالحفیظ امرتسر چھوڑ کر کہیں چلے گئے اور شہر والوں نے اطمنان کا سانس لیا۔

## ☆ خبردار! کوئی اُٹھنے نہ پائے ☆

راقم الحروف کو یہ واقعہ شاہ جیؒ نے خود سنایا تھا۔ فرمایا جالندھر میں قادیانیت

کے خلاف تقریر کر رہا تھا۔ اچانک کسی مخالف نے شہد کی مکھیوں کے چھتے کو چھیڑ دیا۔ فرمایا شہد کی مکھیوں کا ایک مکمل نظام ہے وہ اس نظام اور اپنے سردار کے تحت کام کرتی ہیں۔ فرمایا میں دیکھ رہا تھا کہ مکھیوں کا سردار آگے آگے میری طرف تیزی سے آ رہا ہے اور پیچھے پیچھے مکھیوں کا لشکر، وہ آتے ہی میرے ابروؤں کے درمیان بیٹھ گیا اور ساتھ تمام لشکر نے میرے چہرے پر ڈیرہ جما لیا۔ اسی اثناء میں میں نے دیکھا کہ بعض لوگ اٹھ کر بھاگنے لگے۔ میں نے فوراً للکارا کہ خبردار! کوئی اٹھنے نہ پائے۔ فرمایا مجھے معلوم تھا کہ یہ بھاگتے کے پیچھے بھاگتی ہیں۔ اس لیے روک دیا کہ میں تو تختہ مشق بن چکا ہوں اور بھی ساتھ مارے نہ جائیں۔ فرمانے لگے کہ میرا چہرہ گرم ہوتا گیا مجھے ان کے ڈنگ مارنے کا کچھ احساس نہیں تھا۔ صرف ایک مکھی نے کہیں میری آنکھ کے کونے میں ڈنگ مارا تو مجھے سوئی لگنے کی سی چبھن ہوئی، مگر اپنی جگہ پر جم کر کھڑا رہا۔ بالآخر لوگوں نے سعی کر کے مجھے بچ بچا کر ساتھ لیا کئی دن میرے چہرے کا ورم نہ گیا کئی سیروں تو برف کوٹ کوٹ کر میرے چہرے پر رکھی جاتی تھی۔ فرمایا مجھے ایک خطرہ تھا۔ کہیں میری بینائی کو نقصان نہ پہنچا ہو، جب ذرا میری آنکھیں کھلیں تو مجھے روشنی نظر آئی۔ میں نے شکر کیا۔

## ☆ پیغامِ حق ☆

شہید گنج تحریک کے ایام میں جالندھر بستی شیخ میں جلسہ ہوا پہلی تقریر مولانا مظہر علی نے کرنی تھی۔ مگر عوام سننے کے لیے تیار نہ تھے۔ ایک کہرام اور شور دغوغا برپا کر دیا گیا۔ بعضوں نے پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ شاہ جیؒ یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ فوراً آگے تشریف لے آئے مولانا مظہر علی صاحب کو فرمایا۔ آپ بیٹھیں شاہ صاحب نے ٹوپی اُتار کر میز پر رکھ دی۔ سر کے بالوں کو جھٹکا دیا تلوار بھی گلے سے اتار

کر رکھ دی اور بلند آواز سے یہ شعر پڑھا۔

بجزم عشق تو ام می کشند غوغایست

تو نیز برسربام آکہ خوش تماشایست

پھر مخالفین کو گرج کر فرمایا تم بے شک پتھر برساؤ۔ اگر بخاری نام ہے تو قتل ہونا منظور ہے لیکن پیغام حق کہہ کے چھوڑوں گا۔ قتل ہونا سیدوں ہاشمیوں کے لیے کوئی نئی بات نہیں۔ کربلا میں بھی حق کی آواز پر مسلمان ہی کے ہاتھوں رسول اللہ ﷺ کے نواسے شہید ہوئے تھے، میں بھی اسی سید الاولین و آخرین سرور کائنات فخر موجودات محمد رسول ﷺ کا نواسہ ہوں، حق کہوں گا اور حق کے اظہار سے ہرگز باز نہ رہوں گا۔ تم بے شک پتھر برساؤ شور وشر سے ہرگز باز نہ آؤ۔

سنگ پر سنگ چلاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے

سینہ کس کا ہے میری جان جگر کس کا ہے

یہ الفاظ سن کر مجمع پر سکوت کا عالم طاری ہو گیا۔ پتھر ہاتھوں سے چھوٹ گئے۔ شاہ جیؒ نے مسلسل کئی گھنٹے تقریر فرمائی۔ پھر انہی لوگوں نے شاہ صاحب اور ان کے ساتھیوں کے لیے آرام و آسائش کا بندوبست کیا۔ نوجوان رضا کار بن گئے۔ اور سربر آوردہ لوگ آ آ کر معافی کی درخواست کرنے لگے۔

## آزاد منش

محترم اقبال زبیری تحریر فرماتے ہیں کہ شاہ جی اپنا راشن کارڈ بھی بنوانے پر رضامند نہ تھے۔ آخر ایک روز ان کے ایک عقیدت مند سلیم اللہ خان راشن کارڈ کا فارم لے آئے۔ جب آمدنی کی بابت پوچھا کہ کیا لکھوں تو شاہ جی نے مسکرا کر فرمایا دھن

بنا، کبھی مٹی بنا کبھی یہ بھی نہیں۔

## ☆ اندازِ دلربائی ☆

زبیری صاحب ہی فرماتے ہیں کہ جب ایک دفعہ آپ کو دیناج پور جیل بھیج دیا گیا تو آپ کے ساتھ مولانا آزاد جمعیۃ العلمائے ہند کے چند لیڈر بھی تھے۔ جیل میں داخل ہوتے وقت وارڈر نے تلاشی لینا شروع کی جس بزرگ کے پاس جتنی رقم تھی انہوں نے وہیں جمع کرادی۔ شاہ جیؒ کے پاس ۶۲ باسٹھ روپے تھے رومال کے کونے میں باندھ کر وارڈر کے دیکھتے دیکھتے رومال اگلے ساتھی کے کندھے پر ڈال دیا اور اپنی تلاشی دے دی۔ اسی طرح یہ روپے جیل کے اندر پہنچ گئے۔ شاہ جیؒ اس رقم سے سگریٹ خرید کر ان سیاسی قیدیوں کو دیا کرتے تھے جو ہوسکتا ہے محض سگریٹ نہ ملنے کی وجہ سے معافی مانگ لیتے۔

## ☆ سازش ☆

مندرجہ ذیل واقعہ سے پہلے ان قارئین کے لیے جنہیں مسجد شہید گنج کے واقعہ کا علم نہیں بہتر ہے اختصار کے ساتھ مسجد شہید گنج تحریک کے پس منظر پر کچھ لکھ کر روشنی ڈال دوں تاکہ وہ حقیقت حال سمجھ سکیں۔ (امین گیلانی)

لاہور لنڈا بازار میں ''شہید گنج'' ایک متنازعہ جگہ تھی۔ مسلمان اسے مسجد اور سکھ گوردوارہ کہتے تھے مگر مدت مدید سے اس پر قبضہ سکھوں ہی کا تھا۔

ایک دفعہ مسلمانوں نے آئینی طور پر اس کے حصول کی کوشش کی مگر عدالت نے یہ کہہ کر مسلمانوں کی درخواست مسترد کردی کہ اگر یہ مسجد ثابت بھی ہو جائے تو عرصہ بیس سال سے زائد ہو چکا ہے کہ سکھ قوم اس پر قابض ہے۔ اس لیے وہ انہی کے

قبضے میں رہے گی۔ اس فیصلے کے بعد کچھ مسلمان زعماء نے سکھ ذمے دار لیڈروں سے مل کر سکھ مسلم فساد کو مٹانے کے لیے یوں تصفیہ کرلیا کہ شہید گنج پر آئینی طور پر قبضہ سکھوں کا ہی رہے گا۔ مگر سکھ اسے بطور عبادت گاہ استعمال نہ کریں۔ نہ ہی مسلمان اسے بطور مسجد استعمال کرنے کے لیے مدعی ہوں گے' چنانچہ دونوں قوموں کے لیڈروں کے درمیان یہ مصالحتی معاہدہ ہو گیا' اور مناقشہ ختم ہو گیا۔

ایک عرصے بعد جب انگریزوں نے صوبہ جاتی آزادی کا اعلان کیا تو اس وقت پنجاب میں شاہ جیؒ کی جماعت مجلس احرار اسلام کا طوطی بول رہا تھا۔ انگریز نے صوبہ جاتی آزادی کا اعلان تو کر دیا مگر ساتھ ہی اس کی یہ انتہائی کوشش تھی کہ مجلس احرار اسلام پنجاب اسمبلی پر قابض نہ ہو کیونکہ پنجاب فوجی صوبہ ہے اور انگریز کو ہر لڑائی میں یہاں سے استعماریت کی حفاظت کے لیے ہزاروں جوان ملتے ہیں' چنانچہ اس آرزو کو پورا کرنے کے لیے انگریزوں نے پنجاب کے مشہور حکومت پرست ٹولے سے ساز باز کی اور اندر ہی اندر یہ سازش مکمل کرلی کہ مسجد شہید گنج کو راتوں رات خود ہی گرا دیا جائے' چونکہ اس وقت مجلس احرار ہی پنجاب کی قیادت کر رہی تھی اور فعال جماعت تھی۔ یہ جذبات کی رو میں یا اپنی قیادت کی حفاظت کے لیے میدان میں آ کودے گی۔ انہیں ایک ایک دو دو سال کے لیے قید کرلیا جائے گا۔ لہٰذا الیکشن کے لیے میدان صاف ہو جائے گا۔ اور اگر مجلس احرار نے اس سازش کو سمجھ لیا اور میدان عمل میں نہ آئی تو اسے بدنام کرنے کا موقع مل جائے گا۔

اس طرح چت بھی ہماری ہوگی اور پٹ بھی' پھر کیا تھا راتوں رات اچانک مسجد کو مسمار کر دیا گیا اور صبح ہوتے ہی سارا لاہور بھبوکا بن چکا تھا۔ مجلس احرار کو بھی اس ساری اسکیم کا علم ہو چکا تھا۔ زعماء احرار نے سوچا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ سوچ بچار

کے وقت تمام پہلوؤں کو سامنے رکھا گیا۔اول یہ کہ جدوجہد کی جائے تو مسجد واگزار ہوسکتی ہے یا نہیں تو سامنے عدالت کا فیصلہ آتا تھا۔جس نے سکھوں کے قبضہ کو تسلیم کر لیا تھا۔پھر اگر محض اپنی قیادت کو بچانے کے لیے تحریک اٹھائیں تو جو لوگ قید ہونگے اور گولیوں کا نشانہ بنیں گے ان کی ذمہ داری عنداللہ اور عندالناس ہم پر ہوگی۔دنیا کو اگر کچھ جواب دے بھی لیا تو خدا کے ہاں کیا جواب ہوگا۔

لہٰذا یہی فیصلہ ہوا لیڈری بچے یا نہ بچے جب ہمارے علم میں ہے کہ یہ سراسر سازش ہے اور مسجد واگذار نہیں ہوسکتی تو مسلمانوں کو ناحق مروانا آسان نہیں' البتہ آئینی کوشش کی جائے اور تحقیق کرائی جائے۔کہ اچانک مسجد کو مسمار کس نے کیا اور کیوں کیا۔اور مسلمانوں کو اصل حقیقت سے آگاہ کیا جائے۔بہر حال اس فیصلہ کے بعد مجلس احرار اسلام نے تحریک مسجد شہید گنج کی نہ قیادت کی نہ غیر آئینی جدوجہد میں شامل ہوکر اپنی ساکھ کو بچانا چاہا۔بلکہ یہ فیصلہ کر کے انہوں نے واشگاف الفاظ مسلمانوں کو اصل خبردار کرنے کی کوشش کی۔مگر مسلمانوں پر اغیار کا جادو چل چکا تھا اور کسی کی نہیں سنتے تھے۔کئی سال تک یہی ہنگامہ رہا۔مگر وہ تو سارا کھیل تھا جو پنجاب کے حکومت پرست طبقہ نے مل کر رچایا تھا۔ 

مجلس احرار الیکشن میں ناکام ہوگئی۔جو ممبر وعدہ کر گئے تھے کہ ہمیں اسمبلی میں بھیجو ہم مسجد واپس لے کر دیں گے۔نہ پھر انہوں نے مسجد واپس لے کر دی نہ ان لیڈروں نے جو اس وقت مسجد کے حصول کے لیے بے تاب تھے' ان سے کوئی مطالبہ کیا۔حتی کہ پاکستان بن چکنے کے بعد اس پر سکھوں کا قبضہ ہے۔اب میں جو واقعہ عرض کرنا چاہتا ہوں آپ کی سمجھ میں آئے گا۔

☆

## ☆ فراست ☆

شہید گنج کا ہنگامہ زوروں پر تھا۔ احرار زعماء جہاں تقریر کرتے لوگ شہید گنج تحریک میں حصہ لینے کا مطالبہ کرتے۔ مرزائیوں' حکومت کے ایجنٹوں' سرمایہ داروں اور دیگر مخالفین کے لیے سنہری موقعہ تھا کہ وہ عوام کو احرار کے زعماء کے خلاف بھڑکائیں اور عوام کو حقیقت حال سے آگاہ نہ ہونے دیں۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے شاہ جی کو یہ قدرت دی تھی کہ وہ ہر جگہ شور وغوغا پر قابو پالیتے اور لوگوں کو اصل واقعات سمجھاتے۔ لاہور میں جب شاہ جیؒ کی تقریر کے آغاز میں بعض مفسدوں نے ہنگامہ کرنا چاہا تو شاہ جی نے مجمع پر چند منٹوں میں قابو پالیا' اور پھر فرمایا تم ایک شہید گنج کی فکر میں ہو میری نظر میں ایک اور مسجد ہے جس میں بیٹھ کر قتل کے فیصلے لکھے جاتے ہیں۔ شاہ جی کا یہ اشارہ مسجد شاہ چراغ کی طرف تھا۔ انگریزی عملداری میں مسجد شاہ چراغ جو ہائیکورٹ لاہور میں واقع ہے۔ بطور دفتر استعمال ہوتی تھی۔

دوسرے تیسرے دن ہی حکومت نے مسجد شاہ چراغ کو خالی کر کے اعلان کر دیا۔ مسجد شاہ چراغ کو خالی کر کے مسلمانوں کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ مسجد شہید گنج تو نہ ملنی تھی اور نہ ملی۔ مگر مسجد شاہ چراغ شاہ جیؒ کے ایک اشارے سے ہی واپس مل گئی۔ (امین)

## ☆ شیر کی للکار ☆

لڑاؤ اور حکومت کرو کے اصول کے تحت انگریز جب ضرورت محسوس کرتا مسلم اور غیر مسلم میں کوئی نہ کوئی چھیڑ چھاڑ شروع کرا دیتا...... ایک دفعہ امرتسر میں سکھوں نے ایک نیا ہی چکر چلایا۔ ایک چوکی پر گرنتھ صاحب رکھ کر ایک سکھ اسے سر پر سے اٹھالیتا۔ ایک سکھ پیچھے مورچھل ہلاتا اور سکھوں کا ایک ہجوم جلوس کی شکل میں

نعرے لگاتا اور مغلیہ سلاطین کے خلاف نظمیں پڑھتا دربار صاحب سے نکل کر مختلف بازاروں کا چکر لگاتا اور یہ عمل مہینے میں کئی دفعہ کرتے' ان کے اس رویہ سے مسلمانوں میں اشتعال کی لہر دوڑ گئی بعض جگہ تصادم ہوتے ہوتے بیچ بچاؤ ہو گیا۔ مگر تا بکے یہ تماشا دیکھا جاتا۔

شاہ جی طویل دورہ کر کے جب واپس آئے تو حالات کی اطلاع ملی۔ شاہ صاحب نے دو ہوشیار اور دلیر رضا کاروں کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ بھیس بدل کر دربار صاحب میں سکھوں کے اجلاس میں شرکت کرتے رہیں کہ اب وہ چوکی کب نکلے گی اور کن کن راستوں پر گزرے گی۔ تو شاہ صاحب نے جس دن علی الصبح چوکی دربار صاحب سے نکلنی تھی اس سے قبل والی رات اس راستہ میں جہاں سکھ چوکی کا جلوس گزرنا تھا۔ کٹڑہ سفید میں اپنی تقریر کا اعلان کرایا۔

شاہ جی عشاء کی نماز کے بعد اسٹیج پر تشریف لے آئے ہر طرف حد نگاہ تک آدمی ہی آدمی تھے۔ خطبہ مسنونہ کے بعد تقریر شروع کی پورے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے کبھی گورنمنٹ کو مخاطب کرتے کبھی سکھوں کو' تقریر کرتے کرتے جب رات نصف سے زیادہ گزر گئی تو گھڑی دیکھ کر فرمایا اب دو بج چکے ہیں' چار بجے دربار سے سکھوں نے چوکی کا جلوس لے کر نکلنا ہے اور آج وہ اسی راستے سے گزریں گے۔ مسلمان بزدل اور بے غیرت نہیں کہ وہ موجود ہوں اور سلاطین مغلیہ خصوصاً اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی سر بازار توہین کی جائے اور وہ برداشت کریں۔ پھر جوش میں آ کر اپنے تبر کو جو اکثر ہاتھ میں رہتا تھا میز پر مارا اور للکار کر فرمایا: مسلمانو! میں تمہارا چوکیدار ہوں جاؤ تمہیں اجازت ہے جا کر اب گھروں میں آرام سے سو جاؤ۔ میں یہیں کھڑا رہوں گا۔ آج چوکی گزری تو بخاری کی لاش روند کر گزرے گی' ورنہ گزرنے نہیں دی جائے گی' پھر سی آئی ڈی والوں سے مخاطب ہو کر گرجے'

جاؤ افسران بالا کو مطلع کر دو' بخاری چوک میں کھڑا ہے اور اس نے اعلان کر دیا ہے کہ آج سکھوں کی چوکی نہیں گزرے گی۔ اگر گزرے گی تو بخاری کی لاش روند کر گزرے گی' جاؤ یہ میرا اعلان ایس پی' ڈی ایس پی' ڈی سی' گورنر اور وائسرائے تک پہنچا دو۔ شاہ جی کا یہ اعلان سن کر مسلمانوں کے نعرہ ہائے تکبیر سے فضا گونجنے لگی اور ہزاروں مسلمان نوجوان اُٹھ کھڑے ہوئے اور پکار اٹھے کہ شاہ جی ہم آپ کے رضا کار اور خدام زندہ ہیں۔ آپ کے اشارے پر قربان ہونے کو تیار ہیں۔ آپ اب گھر تشریف لے جائیں ہم خود نپٹ لیں گے۔ حکام کو اس وقت جب صورت حال کا پتہ چلا تو وہ جلوس بند کر دیا اور پھر تقسیم تک وہ چوکی کبھی نہ نکلی۔

## ☆ مرا سب کچھ مرے وطن کا ہے ☆

۱۹۵۲ء دفاع پاکستان کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا میں ان لوگوں میں نہیں ہوں جو صدا دیتے پھریں کہ میں توشہ وفاداری لیے پھرتا ہوں۔ میری انگلی پکڑ کر اپنے ساتھ لے چلو اور جس مقتل میں چاہو مجھے ذبح کر دو۔ ایسا کبھی نہیں ہوگا' ہرگز نہیں ہوگا۔ میں خوش ہوں' میری خوشی بیکراں ہے کہ اس ملک سے انگریز نکل گیا۔ میں دنیا کے کسی حصہ میں بھی سامراج کو دیکھ نہیں سکتا۔ میں اس کو قرآن اور اسلام کے خلاف سمجھتا ہوں۔

تم میری رائے کو خود فروشی کا نام نہ دو' میری رائے ہار گئی اور اس کہانی کو یہیں ختم کر دو...... اب پاکستان نے جب بھی پکارا' واللہ باللہ میں اس کے ذرے ذرے کی حفاظت کروں گا۔ مجھے یہ اتنا ہی عزیز ہے کہ جتنا کوئی دعویٰ کر سکتا ہے۔ میں قول کا نہیں' عمل کا آدمی ہوں' اس طرف کسی نے آنکھ اٹھائی تو پھوڑ دی جائے گی۔ کسی نے ہاتھ اُٹھایا تو وہ کاٹ دیا جائے گا۔ میں اس وطن اور اس کی عزت کے مقابلہ میں نہ اپنی

جان عزیز رکھتا ہوں نہ اولاد۔ میرا خون پہلے بھی تمہارا تھا اور اب بھی تمہارا ہے۔

## ☆ اندازِ عاشقانہ ☆

(راقم الحروف اس جلسہ میں موجود تھا) ۱۶ فروری ۱۹۵۳ء کو وزیر اعظم پاکستان خواجہ ناظم الدین لاہور آئے ہوئے تھے اور بیرون دہلی دروازہ شاہ جیؒ نے تقریر فرمائی۔ اور اپنی ٹوپی اتار کر فرمایا۔ کوئی یہ میری ٹوپی لے جا کر خواجہ صاحب کے پاؤں میں رکھ دیں اور انہیں میری طرف سے یقین دلا دے کہ وہ مجھے اپنا سیاسی حریف نہ سمجھیں۔ اگر وہ محسن کائنات جناب رسالت مآب ﷺ کی ناموس اور عزت کا تحفظ کر دیں تو میں اپنی زندگی بھر ان کا خدمت گزار رہوں گا۔ حتی کہ اگر اُن کے گلے میں اگر سور بھی ہوں گے تو ان کو چرا تا رہوں گا۔ پھر ایک لحظہ کے لیے خاموش ہو گئے اور پھر آہ بھر کر فرمایا۔ آخر کبھی کوئی پوچھے گا ہی نا کہ بخاری تم نے یہ سب کچھ کس لیے کیا تھا۔ شاہ جی کے اس عاشقانہ انداز سے مجمع تڑپ تڑپ اُٹھا۔

## ☆ چشم پوشی ☆

جناب اقبال زبیری تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ (مشہور شاعر) عدمؔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شاہ جیؒ کافی دیر تک عدم کا کلام سنتے رہے اور دل کھول کر داد دیتے رہے۔ عدمؔ کے جانے کے بعد ایک عقیدت مند نے کہا' یہ شاعر شراب پیتا ہے۔ آپ کے چہرہ پر رنج سے شکن ابھر آئے اور پوچھا تم نے اسے کبھی شراب پیتے دیکھا ہے۔ اس نے کہا جی! فرمایا چشم پوشی اور درگزر ربانی صفت ہے تم بھی چشم پوشی سے کام لیا کرو۔

☆

## ☆ چہ نسبت خاک را ☆

تقسیم سے قبل ایک تقریر میں نبوت صادقہ اور کاذبہ میں فرق کرتے ہوئے فرمایا سرکار دوعالم ﷺ کی شان ملاحظہ ہو۔ پیٹ پر پتھر بندھے ہیں گھر میں کئی دنوں سے فاقہ ہے۔ اہل وعیال' بے آب ودانہ ہیں اور سلاطین زمانہ کو تحریر فرمارہے ہیں. اسلم تسلم اسلام لانچ جائے گا' سلاطین کانپ رہے ہیں اور یہاں نبوت کاذبہ کا یہ حال ہے کہ مسٹر ڈوئی ڈپٹی کمشنر گورداسپور دھمکی دیتے ہیں تو مرزا صاحب ہاتھ جوڑ کر عرض کرتے حضور آئندہ کوئی الہام شائع نہ کروں گا۔ اول تو ہوگا ہی نہیں۔ اگر ہوگا تو خود روک دوں گا۔

## ☆ استغفر اللہ ☆

ایک دفعہ فرمایا! مرزا غلام احمد کس طرح ''مبشر ابرسول یاتی من بعد اسمہ احمد '' کا مصداق بنا؟ پہلے ہمیشہ کاغذات میں خاکسار غلام احمد رئیس قادیان عفی عنہ لکھا کرتا تھا تدریجاً شروع اور آخری حروف اُڑاتے اُڑاتے صرف ''احمد'' رہ گیا۔ اگر یہی طریقہ کار اختیار کیا گیا میرا نام عطاء اللہ شاہ بخاری ہے۔ شروع اور آخر کے حروف اڑا دیئے جائیں تو باقی اللہ ہی رہ جاتا ہے کیا میں اللہ ہوگیا۔ ''استغفر اللہ''

## ☆ فقیری کا سلسلہ ☆

رفیق احمد صاحب (میاں چنوں) نے بتایا کہ ایک دفعہ ہمارے ہاں شاہ جی مہمان تھے۔ میرے چچا کے ہاں لڑکیاں ہی لڑکیاں تھیں۔ انہیں لڑکے کی بڑی آرزو تھی۔ چچا صاحب کی سب سے چھوٹی لڑکی اکثر شاہ جی کی گود میں کھیلتی رہتی۔ شاہ جی

اس سے بہت لاڈ پیار کرتے۔ ابھی وہ پوری طرح بولنا نہیں سیکھی تھی۔ توتلی زبان سے باتیں کرتی تو شاہ جی بہت خوش ہوتے۔ اس کی والدہ نے اسے سکھایا کہ شاہ جی سے کہو اللہ میاں سے دعا کریں اللہ میاں ہمیں ( کاکا ) یعنی لڑکا دے۔ وہ آئی اور اپنے اسی توتلے انداز میں شاہ جی سے کہہ دیا۔ کچھ وقت کی بات تھی کچھ بچی کا معصومانہ انداز پھر شاہ جی کو بھی علم ہو چکا تھا کہ یہ پانچ چھ بہنیں ہیں۔ بھائی کوئی نہیں۔ بچی کی بات سن کر آبدیدہ ہوگئے اور بے ساختہ فرمایا بیٹی دعا کریں گے اللہ تعالیٰ ضرور ''کاکا'' دیں گے۔ اسے پیار کرتے رہے اور بار بار یہی فرماتے رہے۔ اللہ کی قدرت ایک سال کے بعد چچا کے ہاں لڑکا ہوا ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ میں ہی شاہ جی کو بتانے اور نام پوچھنے کے لیے گیا تو لڑکے کا سن کر شاہ جی بہت خوش ہوئے۔ میں نے عرض کی شاہ جی اللہ میاں نے آپ کی دعا قبول فرمائی تو عجیب عالم میں اپنے آپ کو دیر تک کوستے رہے۔ میں تو ایسا ہوں ویسا ہوں پھر بھی یہ اسی کا کرم ہے کہ آبرو رکھ لیتا ہے۔ فرمایا میری طرف سے چچا کو مبارک دینا اور نام تجویز فرما دیا۔

میرے چچا صاحب چونکہ زمیندار ہیں اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کچھ کاروبار بھی ہے انہیں معلوم تھا کہ شاہ صاحب کرایہ کے مکان میں رہتے ہیں۔ انہوں نے مجھے چار ہزار روپیہ نقد دیا کہ شاہ جی کی خدمت میں میری طرف سے نذرانہ دے آؤ کہ وہ اپنے لیے مکان کا بندوبست کریں۔ مزید بھی جو خدمت ہو سکے گی کریں گے۔ میں روپیہ لے کر حاضر ہوا۔ اور چچا صاحب کی طرف سے تمام ماجرا عرض کر کے روپیہ پیش کیا تو فرمایا ابھی تم اپنے پاس ہی رکھو ( خان مظہر نواز خان صاحب ملتانی پاس ہی بیٹھے تھے ) یہ میرے لیے مکان کا بندوبست کر رہے ہیں' اگر ضرورت پڑی تو منگوا لیں گے۔ میں نے بہت چاہا کہ رقم رکھ لیں مگر نہ رکھی یہی فرمایا ضرورت پڑی تو منگوا لیں گے۔ پھر کئی دفعہ عرض کیا۔ مظہر نواز خان صاحب سے بھی کئی بار

پوچھا۔ بالآخر انہوں نے بتایا کہ شاہ صاحب کا یہ نذرانہ قبول کرنے کا ارادہ ہی نہیں۔ میں پھر چچا صاحب کے مجبور کرنے پر روپیہ لے کر حاضر ہوا اور خان صاحب کا قول دہرایا تو شاہ جی نے فرمایا میرے عزیز مجھے تمہارا نذرانہ پہنچ گیا اب یہ میری طرف سے چچا کو دے دینا۔ اُن سے کہنا کہ وہ کثیر العیال ہیں اور کتنی ہی بچیاں بیاہنے والی ہیں۔ یہ میری طرف سے ان کے لیے ہدیہ سمجھ لے۔ انشاء اللہ ہمارا تو فقیری کا سلسلہ چلتا ہی رہے گا۔

## ☆ الحمدُللہ ☆

فالج کے پہلے حملہ کے بعد جب شاہ صاحب کی طبیعت کچھ سنبھل چکی تھی میں ملتان خدمت میں حاضر ہوا تو چارپائی سے اتر کر فرش پر آ بیٹھے۔ اشعار سنتے رہے اور سناتے بھی رہے۔ پھر باتوں سے باتیں نکلتی رہیں۔ قرآن و حدیث تاریخ و ادب لطائف و ظرائف غرض محفل خوب جمی ہوئی تھی۔ کہ اتنے میں ڈاکیہ آیا اور ڈاک دے گیا۔ شاہ جی نے اپنے دوسرے صاحبزادے سید عطاء المحسن سے کہا تم پڑھ کر سناتے جاؤ۔ بھائی عطاء المحسن نے جب ایک خط کے اس فقرہ کو ختم کیا کہ:

''آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ رقم کیسی ہے۔ یہ روپیہ زکوٰۃ کا ہے جس جگہ مناسب ہو دے دیں''

یہ فقرہ سن کر شاہ جی نے بے ساختہ کہا الحمدللہ پر میں کچھ چونکا اور عرض کیا کہ یہ زکوٰۃ کے روپیہ پر الحمدللہ سمجھ میں نہی آئی۔ فرمایا کچھ دن ہوئے میرے نام ایک سو روپیہ منی آرڈر آیا تھا جس میں تفصیل کچھ نہ تھی کہ یہ روپیہ جماعت کے لیے ہے یا میری ذات کے لیے ہے۔ پھر کچھ دوست مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے صدقات اور زکوٰۃ کا روپیہ بھی بھیج دیتے ہیں۔ میں وہ روپیہ انہی حدود شریعت میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ مگر

ان صاحب نے کچھ بھی تو نہ لکھا۔ پوچھا تو پتہ چلا کہ زکوٰۃ تھی۔ پھر اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر صدری کی طرف اشارہ کر کے فرمایا روپیہ میرے پاس محفوظ ہے۔ اس لیے الحمد للہ کہا۔

### ☆ لفنگا ☆

امرتسر قلعہ بھنگیاں میں تقریر تھی۔ مجمع کی اکثریت ان پڑھ لوگوں کی تھی۔ پنجابی میں تقریر فرماتے ہوئے بات سمجھانے کے لیے وارث شاہ کے دو شعر پڑھے۔ مجمع سن کر لوٹ پوٹ ہو گیا۔ جی میں خیال آیا کہ یہ ان پڑھ لوگ ہیں یہ نہ سمجھ لیں کہ امیر شریعت جب ہیر وارث شاہ پڑھتا ہے تو ہمارے لیے پڑھنا سننا کیسے برا ہو گا۔ فوراً پلٹا کھایا گرج کر بولے ہائے وارث شاہ تو نے ظلم کیا اپنی قابلیت کہاں صرف کر دی۔ کاش تو اس کی جگہ سیرۃ عائشہؓ اور سیرۃ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا لکھ جاتا، رانجھا تو لفنگا تھا۔ جس گھر نے اسے پناہ دی اسی گھر کے ساتھ غداری کی انہیں کی بیٹی سے معاشقہ شروع کر دیا۔ باحیا اور شریف ایسا کبھی نہیں کرتے۔

### ☆ خدا کی پھٹکار ☆

تقسیم کے بعد ایک دفعہ شیخوپورہ تشریف لائے۔ ایک جگہ صبح چائے کی دعوت تھی۔ میں مولانا محمد علی صاحبؒ جالندھری، ماسٹر تاج الدین صاحب انصاریؒ، مولانا غلام غوث صاحبؒ بھی موجود تھے۔ ملک محمد انور صاحب ایڈوکیٹ جو کچھ عرصہ گورنر پنجاب کے مشیر اعلیٰ رہ چکے ہیں وہ بھی اچانک آ گئے اور شاہ جی سے کہا کہ حضرت میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ شاہ جیؒ سمجھ گئے کہ یہ کچھ سیاسی جوڑ توڑ کی بات کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ ملک صاحب خان ممدوٹ کی پارٹی کے معروف رکن تھے اور ان دنوں میاں ممتاز دولتانہ اور خان ممدوٹ میں بری طرح عداوت چل رہی تھی۔ اس

لیے شاہ جیؒ نے گریز کرتے ہوئے فرمایا ملک صاحب اگر کوئی مسئلہ پوچھنا ہے تو مولانا غلام غوث اور مولانا محمد علی جیسے علماء بیٹھے ہیں۔ان سے پوچھ لیجئے اگر کوئی سیاسی بات ہے تو ہمارے صدر ماسٹر تاج الدین انصاری بیٹھے ہوئے ہیں۔ان سے کیجئے۔میں نہ تو عالم ہوں نہ لیڈر ملک صاحب نے اصرار فرمایا کہ جناب میں کچھ آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں اور کچھ آپ کا نظریہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔شاہ جیؒ نے فرمایا فقیر کا نظریہ وہی ہے جو رات سٹیج پر بیان کر چکا ہوں۔

ملک صاحب چونکہ مزاج شناس نہ تھے ان کے منہ سے یہ جملہ نکل گیا کہ شاہ صاحب! اسٹیج کی بات کچھ اور ہوتی ہے۔میں کچھ حقیقتاً بات کرنا چاہتا ہوں۔ملک صاحب کا اتنا کہنا تھا کہ شاہ جی کا چہرہ غیرت سے سرخ ہو گیا اور فوراً فرمایا ملک صاحب خدا نہ کرے میں بھی کوئی وکیل ہوں کہ دل میں کچھ ہو اور زبان پر کچھ۔ان لوگوں پر خدا کی پھٹکار ہے جو دل میں کچھ رکھتے ہیں اور زبان سے کچھ کہتے ہیں۔میرے دل میں جو کچھ ہوتا ہے وہی زبان سے کہہ دیتا ہوں۔یہی میرے میاں ﷺ کی سنت ہے۔ملک صاحب بیچارے پسینہ پسینہ ہو گئے۔اس حال میں دیکھ کر ماسٹر تاج الدین صاحب انصاری نے انہیں اپنی طرف مخاطب کر لیا۔

## ☆ پورا ایزید ☆

تحریک ختم نبوت کے چلانے سے ایک مہینہ اور کچھ دن پہلے کراچی کے دفتر تحفظ ختم نبوت میں شاہ صاحب تشریف فرما تھے۔مولانا ابوالحسنات مرحوم، ماسٹر تاج الدین صاحب انصاری مولانا لال حسین اختر کچھ احباب اور راقم الحروف ان کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔تحریک کے مختلف پہلوؤں پر بات چل رہی تھی کہ اتنے میں جناب حافظ کفایت حسین صاحب تشریف لے آئے۔علیک سلیک مصافحہ و معانقہ کے

بعد شاہ صاحبؒ نے حافظ کفایت حسین کو اپنی جگہ پر بٹھانا چاہا۔حافظ صاحب احتراماً وہاں نہ بیٹھتے تھے۔بالآخر جب شاہ جی کا اصرار حد سے بڑھا تو حافظ صاحب یہ کہتے ہوئے حضرت واللہ میں تو آپ کو اپنے باپ کی جگہ سمجھتا ہوں۔بچوں کی طرح سمٹ سمٹا کر بڑے ادب سے بیٹھ گئے۔خیر کچھ دیر باتیں ہوئیں۔پھر حافظ صاحب اجازت لے کر واپس چلے گئے۔بعد میں حاضرین میں سے کسی نے مزاحاً کہا شاہ صاحب آپ نے حافظ صاحب کی بڑی آؤ بھگت کی۔شاہ جی مجھے تو اس میں ایک اور پہلو بھی نظر آتا ہے فرمایا کیا؟ کہا سید کوئی بھی ہو اندر سے آدھا شیعہ ہوتا ہے۔شاہ جی نے قہقہہ لگایا پھر فرمایا مگر تمہیں یہ معلوم نہیں کہ جو سنی ہوتے ہوئے اندر سے سادات کا دشمن ہو وہ پورا یزید ہوتا ہے۔غرض اس لطیفہ سے ساری مجلس قہقہہ زار بن گئی۔

## ☆ سچا انسان ☆

مولانا تاج محمود صاحب لائل پوری لکھتے ہیں (خود راقم الحروف اور ہزاروں) انسانوں نے ان دنوں جلسوں میں لدھا رام کی زبانی سنا۔

گجرات کے مشہور مقدمہ میں جب لدھا رام رپورٹر سی۔آئی۔ڈی نے عدالت عالیہ میں حقیقت حال کا انکشاف کیا اور شاہ جیؒ کی رہائی ہوگئی تو لدھا رام سے پوچھا گیا کہ آخر تم نے سرکاری ملازم ہوتے ہوئے جھوٹی گواہی دینے سے گریز کیوں کیا اور تم نے اپنے آپ کو خطرہ میں کیوں ڈالا تو اس نے بتایا میں نے سرکاری ملازمت میں اکثر جھوٹی شہادتیں دی ہیں۔اور اس دن بھی شاہ صاحب کے خلاف جھوٹی شہادت دینے کے لیے تیار ہو کر آیا تھا۔ڈائری میں ردو بدل اگرچہ اعلیٰ حکام کے حکم سے کیا تھا۔لیکن بہرحال اس میں میری بھی رضامندی تھی، کیونکہ انعام اور ترقی کا لالچ تھا۔مگر جب گواہی دینے کے لیے آیا تو شاہ جی کو دیکھا کہ رشیوں اور منیوں کے

روپ میں ایک سچا انسان کھڑا ہے تو مجھے کسی مخفی طاقت نے ٹوکا کہ ایسا شخص تیری جھوٹی گواہی پر پھانسی پا جائے گا۔ میرا دل لرز گیا۔ میں نے دل ہی دل میں توبہ کر لی اور عہد کر لیا کہ ہر طرح کی مصیبت برداشت کرلوں گا مگر اس عظیم انسان کے خلاف جھوٹی شہادت دینے کا پاپ نہیں کماؤں گا۔

## ☆ نہلے پہ دہلا ☆

محترم حکیم عبدالسلام ہزارویؒ فرماتے ہیں۔ ایک تقریر کے دوران کسی نے آواز دی ''شاہ جی'' مردے سنتے ہیں کہ نہیں'' ان دنوں ( سماع موتی ) کے مسئلہ پر بحث چل رہی تھی اور اس نے شاہ صاحب کو بھی اس مسئلہ میں الجھانے کی کوشش کی شاہ صاحبؒ بھلا اس کے داؤ میں کب آنے والے تھے۔ جھٹ فرمایا بھلے مانس تمہیں مردوں کی فکر ہے۔ مجھے بیس سال ہو گئے ہیں۔ ان زندوں کو پکار پکار کر تھک گیا۔ مجھے تم بتاؤ یہ زندہ بھی سنتے ہیں کہ نہیں۔ پہلے زندوں کے متعلق تحقیق کرلیں پھر مردوں کی بھی باری آجائے گی۔ ان الفاظ سے مجمع قہقہہ زار بن گیا اور سائل اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

## ☆ یہیں سن لو ☆

لاہور دہلی دروازہ کے باہر ختم نبوت کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا عمر کے آخری مراحل میں ہوں۔ صحت جواب دیتی جارہی ہے۔ دم کا بھروسہ نہیں۔ تم سے جو کچھ کہوں غور سے سن لو۔ موقع کو غنیمت جانو قبر سے اُٹھ کر کون تمہیں سمجھانے آئے گا۔ تم یہیں سن لو۔ ہاں جو قبر کی بولی جانتے ہیں ان سے پھر بھی باتیں ہوتی رہیں گی۔

امیر جمع ہیں احباب حال دل کہہ لے

یہ التفات دل دوستاں رہے نہ رہے

## ☆ پُرسکون سفر ☆

بھائی عطاء المومن بخاری نے راقم الحروف کو یہ واقعہ سنایا جو انہوں نے اپنے والد گرامی قدر (شاہ صاحبؒ) سے خود سنا تھا۔ شاہ جیؒ نے فرمایا متحدہ ہندوستان میں ایک دفعہ کہیں جا رہا تھا۔ اپنا سامان گاڑی کے ایک ڈبہ میں رکھ کر کسی ضرورت کے لیے پلیٹ فارم پر آیا تو دیکھا کہ ایک چھوٹے سے ڈبہ میں صرف دو انگریز نوجوان دروازے کے پاس کھڑے ہیں جو مسافر اس ڈبے پر سوار ہونے لگتا ہے وہ اسے دھکے دے کر اور ٹھوکریں مار کر بھگا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کسی اور ڈبے میں جاؤ۔ یہ صورت دیکھ کر مجھے بہت طیش آیا یہ ہندوستانیوں کو اس قدر ذلیل سمجھتے ہیں۔ اگرچہ میرا سامان دوسرے ڈبے میں تھا مگر میں نے سوچ لیا کہ ان کو ان کی فرعونیت کا مزا چکھانا چاہئے۔ گاڑی نے وسل دے دیا اور بعض مسافر ابھی جگہ نہ ملنے کے باعث پریشانی میں بھاگ دوڑ رہے تھے۔ میں نے جلدی سے دو تین مسافروں کو جب گاڑی نے حرکت کی اس ڈبے میں دھکیل دیا اور خود بھی چھلانگ لگا کر داخل ہو گیا۔ قبل اس کے کہ وہ گورے کوئی حرکت کرتے میں نے دونوں کے منہ پر زناٹے کے دو تھپڑ رسید کر دیئے اور ایک کو اُٹھا کر ایک کونے میں پھینک کر دو اور جڑ دیں۔ دوسرا خود بخود ایک کونے میں دبک کر بیٹھ گیا۔ اور پھر دونوں ایسے دبکے جیسے ڈبے میں موجود ہی نہیں ہیں۔ اگلے سٹیشن پر جب کچھ لوگ اور اس ڈبے میں سوار ہو گئے تو میں اتر کر اپنے سامان کے پاس چلا گیا اور پورے سفر میں دھیان رکھا مگر وہ گورے اب سکون سے سفر کرتے رہے تھے۔

## ☆ آپ کو کیوں تکلیف ہوئی ☆

ایک دفعہ لاہور انجمن حمایت اسلام کی سہ روزہ کانفرنس کے آخری اجلاس میں شاہ صاحبؒ کی تقریر تھی اور میاں ممتاز دولتانہ کی صدارت تھی۔ شاہ جیؒ نے ملتان سے تشریف لانا تھا۔ کسی وجہ سے اس دن مقررہ وقت سے گھنٹہ ڈیڑھ دیر سے پہنچے۔ مجمع بیتابی سے منتظر تھا۔ بار بار پوچھتے شاہ صاحب ابھی تک کیوں نہیں پہنچے' اس لیے اسٹیج سیکرٹری خلیفہ شجاع الدین کو ہر دس منٹ بعد اعلان کرنا پڑتا کہ شاہ صاحب ضرور تشریف لائیں گے آپ اطمینان سے بیٹھیں۔ لیجئے اطلاع پہنچی ہے کہ شاہ صاحب دفتر پہنچ گئے ہیں اب عنقریب تشریف لے آئیں گے۔ آخر یہ اعلان کیا کہ شاہ صاحب دفتر سے جلسہ گاہ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ بس اب پہنچے کہ پہنچے، میاں دولتانہ اگرچہ صدارت کے لیے کب کے آ چکے تھے۔ مگر سوائے منتظمین کے عوام میں سے کسی کو خبر تک نہ تھی مگر جب شاہ جی کا پتہ چلا کہ دہلی دروازہ دفتر سے روانہ ہو چکے ہیں تو تمام پبلک سڑک پر استقبال کے لیے پہنچ گئی۔ جب شاہ جیؒ تشریف لائے تو ہجوم نے والہانہ خیر مقدم کیا اور فلک بوس نعروں سے استقبال کیا۔ شاہ جی اسٹیج پر پہنچے تو جلسہ والوں کی جان میں جان آئی اور انہیں علم ہو گیا کہ دنیا دار کتنی شان وشوکت رکھتا ہو مگر جو عزت واحترام اللہ والوں کا ہے وہ انہیں کہاں نصیب ہو سکتا ہے۔ اتنے میں ایک شخص نے ایک اشتہار شاہ جی کو دیا جو مرزائیوں کی طرف سے تقسیم ہوا تھا اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ انجمن حمایت اسلام ایک تعلیمی ادارہ ہے اس کانفرنس میں بخاری جیسے سیاسی اور خصوصی مذہبی لیڈر کو تقریر کے لیے کیوں بلایا گیا ہے۔ شاہ جیؒ نے جب یہ اشتہار پڑھا تو خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا سب سے پہلے مرزائیوں کے اس اشتہار کا جواب دینا ہے پھر اشتہار پڑھ کر سنایا۔ فرمایا جلسہ انجمن حمایت اسلام کا جس کے نام

سے ہی حمایت اسلام ظاہر ہے۔تقریر بخاری کی،صدر میاں ممتاز دولتانہ،سٹیج سیکرٹری خلیفہ شجاع الدین میں پوچھتا ہوں آپ کو کیوں تکلیف ہوئی۔ بلانے والوں نے بلایا' آنے والا آ گیا آپ کے پیٹ میں مروڑ کیوں اٹھا۔انجمن حمایت اسلام مسلمانوں کی جماعت ہے۔خلیفہ شجاع الدین صاحب سے مخاطب ہو کر۔کیوں خلیفہ صاحب انجمن حمایت اسلام میں کوئی مرزائی بھی ہے؟ انہوں نے نفی میں جواب دیا۔پھر فرمایا تو پھر آخر انہیں کیوں تکلیف ہوئی ان کی تسلی یوں نہیں ہوگی۔ پھر خلیفہ صاحب کو بلایا اور مائیک پر کھڑا کر دیا فرمایا آپ اعلان کر دیں کہ ہمارے نزدیک مرزا غلام احمد کافر اور مرتد ہے اور اس کو ماننے والے بھی کافر' مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں خلیفہ صاحب نے من وعن اعلان کر دیا۔پھر شاہ جی نے گرج کر فرمایا،کہو مرزائیو اب تسلی ہوگئی ہوگی۔جلسہ انجمن حمایت اسلام کے صدر اور جلسہ کے اسٹیج سیکرٹری خلیفہ شجاع الدین نے جو اعلان کر دیا ہے اس کے بعد بھی کوئی کسر باقی ہے۔اس معاملہ میں کوئی بھی مسلمان مجھ سے جدا نہیں۔پھر اصل تقریر شروع فرمائی۔

## ☆ مکافاتِ عمل ☆

راقم الحروف نے یہ واقعہ خود بھی شاہ جی سے سنا اور بڈھے شاہ کو بھی دیکھا ہے۔اس واقعہ سے امرتسر کے اکثر احباب آگاہ ہیں۔

شاہ جی خیر الدین کی مسجد میں جمعہ پڑھنے یا پڑھانے جاتے۔جب وہ دروازے پر پہنچتے تو خان بہادر دروازے پر کھڑے ہوتے اور جھک جھک کر سلام کرتے۔شاہ جی نے سلام کا جواب کبھی نہ دیا۔چپ چاپ اندر چلے جاتے' شاہ جی کا انداز تھا کہ وہ اپنے قاتلوں کو بھی بخش دیتے تھے۔ان جیسے عفوو درگزر کے عادی اور ہنستے بولتے شخص کا رویہ دوستوں کے لیے معمہ تھا۔خان بہادر نے اس روش کے باوجود

سلام کرنا ترک نہ کیا۔ شاہ جی نے بھی قبول کے لیے کبھی ہاتھ ہلایا نہ زبان اور نہ اس کی طرف آنکھیں ہی اٹھا کر دیکھا۔ 

ایک دن نیازمندوں میں سے ایک نے سوال کیا۔ شاہ جی! خان بہادر صاحب آپ کو سلام کرتے ہیں۔ آپ جواب نہیں دیتے' وجہ کیا ہے۔ فرمایا کوئی بات نہیں کبھی گھر میں ہوں تو پوچھ لینا۔ بات آئی گئی ہوگئی۔ کچھ دن بعد گھر میں تنہا تشریف فرما تھے کسی طرح خان بہادر کا ذکر چھڑ گیا تو واقعہ بھی یاد آ گیا۔ فرمایا کوئی بات نہیں۔ میں اس شخص کا دوست ہی نہیں ہو سکتا جسے انگریز دوست رکھتا ہو یا جو انگریز کو دوست سمجھتا ہے۔ اصرار پر واقعہ بیان کیا کہ امرتسر کے مارشل لاء میں نیشنل بنک کے فرنگی منیجر کو مشتعل ہجوم میں سے کسی شخص نے چھت سے گرا کر ہلاک کر دیا۔ پولیس نے بہتیرا تلاش کیا لیکن مجرم کا سراغ نہ ملا۔ مقتول کی بیوی نے ملزموں کو پکڑ کر کیفر کردار تک پہنچانے کا مطالبہ کیا۔ حکومت نے انعامی اشتہار نکالا کہ جو شخص ملزم کا پتہ دے گا' اس کو اتنے ہزار روپے نقد انعام دیا جائے گا۔ ڈپٹی کمشنر نے نجی طور پر بعض معززین سے یہ بھی کہا کہ ان کی وفاداری کا امتحان ہے اگر انہوں نے مجرم کو پکڑوانے میں مدد کی تو موجودہ انعام کے علاوہ خطاب بھی دیا جائے گا اور آنریری مجسٹریٹی بھی۔

مجرم نہ ملا...... ان خان بہادر صاحب نے جو اس وقت تک خان بہادر نہ تھے محض علاقائی تھانیدار کے معاون ہی تھے اپنے محلے کی ایک غریب الحال بیوہ کے پاس گئے جس کا ایک ہی نوجوان بچہ تھا۔ اس سے کہا تم اپنے بچے سے کہو کہ وہ پولیس میں یہ بیان دیدے کہ میں نے بنک کے منیجر کو کوٹھے سے گرایا ہے۔ تم سے حلفاً وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے بچہ کو دو ماہ کے اندر اندر رہا کرا لوں گا۔ ورنہ حکومت سختی پر تلی ہوئی

ہے۔تمہارے بچے کا نام لیا جارہا ہے۔پولیس نے پکڑ لیا تو رہائی ناممکن ہے۔وہ جھوٹے گواہ ڈال کر پھانسی پر لٹکوا دے گی۔بڑھیا جھانسے میں آگئی۔نوجوان بھی بے پڑھا لکھا اور بیمار دلاغر تھا۔فریب میں پھنس گیا۔خان بہادر نے قرآن مجید پر حلف اٹھایا کہ دو ماہ تک ضرور ہی رہا کرادونگا' غرض نوجوان مذکور نے خان بہادر کی مخبری پر اپنے آپ کو پولیس کے حوالہ کر دیا۔پھر جیسا کہ اسے کہا گیا تھا۔اس نے اعتراف بھی کرلیا۔مقدمہ چلا چٹ منگنی پٹ بیاہ موت کی سزا ہو گئی جو اسے آخر کار تختہ دار پر لے گئی۔بڑھیا نے خان بہادر کا دامن پکڑا۔خان بہادر اثنائے مقدمہ سے لے کر سزائے موت کے اعلان تک یہی کہتا رہا کہ فکر نہ کرو تمہارا بیٹا رہا ہو جائے گا۔یہ صرف قانون کی کاروائی ہے۔گورنر صاحب نے مجھ سے وعدہ کر رکھا ہے۔شور نہ کرو وہ رہا ہو جائے گا۔ضرور گھر آئے گا۔میں لے کر آؤں گا۔بڑھیا ان طفل تسلیوں پر چلتی رہی۔آخر ایک دن بیٹا پھانسی پا کر گھر آ گیا۔

خان بہادر صاحب پھانسی کے دن تک یہی تسلیاں دیتے رہے کہ فکر نہ کرو' تمہارا بیٹا ضرور گھر آئے گا اور بیٹا آ گیا۔بڑھیا نے بیٹے کی لاش دیکھی تو سر پیٹ لیا۔چلا اٹھی۔ہاہا کہرام مچ گیا تب افشائے راز سے بھی کچھ نہ بنتا تھا۔

خان بہادر صاحب انعام وخطاب پا گئے۔آنریری مجسٹریٹی مل گئی۔جائیداد بھی ہاتھ آ گئی۔غرض سرکاری دوائر میں ان کا طوطی بولنے لگا لیکن اس بڑھیا کا بیٹا واپس نہ آیا۔البتہ ایک دن ماں خود اس کے پاس پہنچ گئی۔قدرت کا غائبانہ ہاتھ کام کرتا رہا۔مکافات نے بہت دنوں کا چکر کاٹا۔خان بہادر کا ایک نوجوان بیٹا اوباش لوگوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔آنریری مجسٹریٹی کو ایک ڈپٹی کمشنر کی ناراضی نے ہضم کر لیا۔کارخانہ کو آگ لگ گئی۔خود اس کی ٹانگ ٹوٹی اور تصویر عبرت ہو کر موت کی گود

میں چلا گیا۔

شاہ جی نے کہا...... جب یہ شخص میرے سامنے آتا ہے تو اس کے ضمیر میں اسی کانٹے کی چبھن ہوتی ہے۔ خدا کا خوف نہیں۔ میرے سامنے اس بچے کی تصویر آجاتی ہے جیسے وہ اس کی گردن مارنے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھا رہا ہو اور میں منہ پھیر لیتا ہوں کیونکہ مجھے اس کی جھریوں میں اس کی ماں کے آنسوؤں کی تہیں جمی ہوئی نظر آتی ہیں اور وہ بال کھولے چلا رہی ہے۔

ڈر اس کی دیر گیری سے
سخت ہے انتقام اس کا

یہ واقعہ سنا کر شاہ جی کانپنے لگے کہ اس دنیا میں یہ بھی ہوتا ہے اور جب انگریزوں کے لیے غریبوں کے بچے کٹوانے والے ہمیں غدار کہتے ہیں تو فطرت بھی سرکوبی کے لیے ہاتھ اٹھالیتی ہے۔

## ☆ کفر چھوڑ دے ☆

فرمایا قادیان میں تبلیغ کا عجیب طریقہ ہے جب کوئی شخص صبح کے وقت جنگل میں جائے تو دو مرزائی اس کے پیچھے ہو لیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ مرزا صاحب کو نبی مان لو وہ بیچارہ کہتا ہے رفع حاجت سے فارغ ہو جاؤں تو تمہاری بات سنتا ہوں مگر وہ کہتے ہیں کہ نہیں پہلے مرزا کو نبی تسلیم کر لے پھر فرمایا میں کہتا ہوں۔ نوجوانو! جہاں تمہیں مرزائی ملے تو اسے کہو۔ تائب ہو جاؤ کفر چھوڑ دے اور ختم المرسلین ﷺ کو اپنا رسول تسلیم کر لے۔

## ☆ اور بارش رُک گئی ☆

مولانا محمد منظور نعمانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ امروہہ میں تقریر کرتے

ہوئے شاہ جیؒ نے وجد میں آکر جب مولانا جامی کے دوشعر پڑھے تو دوآدمی تڑپ کر بے ہوش ہوئے جن کو بہت دیر کے بعد ہوش آیا اور اس تقریر نے سینوں کو انگریز دشمنی کے جذبہ سے بھر دیا۔ (چٹان)

جناب عبدالمجید قریشی رقمطراز ہیں کہ پہاڑ گنج دہلی کے جلسہ میں شاہ صاحب تقریر فرمار ہے تھے کہ بارش شروع ہوگئی۔ ایک دو آدمی اٹھے تھے کہ شاہ جیؒ جوش میں آگئے اور فرمایا! دلی والو! بس اتنے ہی مرد ہو کہ ذرا سی بارش سے گھبرا گئے۔ اس جذبہ پر عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریر سننے کے لیے آئے تھے۔ بخاری کی تقریر میں تو تمہیں انگریزوں کی رائفلوں کی گولیاں بھی کھانی پڑیں گی۔ تم ہو کہ دو چار بوندوں سے ہی ڈر کر بھاگنے لگے۔ یادرکھو اگر بھاگ گئے تو پھر کبھی پہاڑ گنج کا منہ نہ دیکھوں گا۔

ہاں یاد آیا جیب میں رکھے ہوئے نوٹوں کا خیال آ گیا ہوگا۔ ان الفاظ سے لوگ دبک کر بیٹھ گئے۔ جلسے کا رنگ ہی اور ہوگیا۔ اور خدا کی قدرت بارش بھی بند ہوگئی۔

## ☆ صدر غائب ☆

جنابِ قریشی صاحب فرماتے ہیں کہ ان کے والد صاحب قبلہ نے ایک واقعہ سنایا کہ قیام پاکستان سے قبل انبالہ میں انجمن تبلیغ اسلام کا جلسہ تھا۔ غلام بھیک صاحب نیرنگ کی صدارت میں شاہ جیؒ کی تقریر تھی۔ شاہ جی تقریر کرتے کرتے آخرکار جب سیاسیات پر پہنچے اور اپنی تقریر کا پورا رخ فرنگی اقتدار کے خلاف پھیر دیا تو مولانا غلام بھیک نیرنگ چپکے سے کرسی صدارت چھوڑ کر کھسک گئے۔ تھوڑی دیر بعد جب شاہ جی نے مڑکر دیکھا تو صدر غائب۔ معاملہ کو سمجھ گئے اور ہنس کر فرمایا اچھا

بھاگ گئے۔ اب تم صدارت کرو میرے بھائی یہ کہہ کر اپنا موٹا سا ڈنڈا کرسی صدارت پر رکھ دیا۔ (چٹان)

## ☆ میں اس لائق کہاں؟ ☆

ایک دفعہ مکان پر چند احباب کے ساتھ بیٹھے تھے۔ کہ ایک عقیدت مند آیا کچھ دیر بیٹھا' جاتے دفعہ مصافحہ کرتے ہوئے کچھ رقم تھما دی۔ شاہ جی نے فوراً اپنی مٹھی کھول کر فرمایا' بھئی یہ اپنی مرضی سے خرچ کر لینا۔ اس نے بہت اصرار کیا۔ مگر شاہ جیؒ نہ مانے وہ بے چارہ افسردہ سا ہو کر واپس ہوا۔ عرض کیا شاہ جیؒ آپ نذرانہ قبول فرما لیتے' فرمایا میرے کون سے کارخانے چلتے ہیں۔ مگر میں دینے والے کی حیثیت دیکھ لیتا ہوں۔ ان لوگوں میں رسم ہے کہ پیر کے پاس خالی نہ جائیں چاہے گھر کا برتن بیچ دیں' پیر کو نذرانہ ضرور دیتے ہیں' دینے والا محبت سے دے اور مناسب دے تو قبول کر لیتا ہوں۔ رفتہ رفتہ بات توکل پر آ گئی۔ اس ضمن میں فرمایا!

ایک دفعہ امرتسر میں پیچش سے بستر پر تھا محض کھچڑی اور دہی کسی وقت کھا لیتا' ایک روز شام کے قریب گھر سے اطلاع ملی کہ آٹا ختم ہے۔ میں نے کہا صبر کرو حسب معمول شام کو ایک ہمسایہ عورت جو عقیدت اور محبت کے باعث آ کر گھر کا کام کاج کر جاتی تھی۔ وہ آئی اور سیدھا جا کر آٹے کے مٹکے کا ڈھکنا اٹھایا کہ (بی بی) آٹا گوندھ کر دے تو مٹکا خالی تھا۔ پوچھا بی بی جی آٹا تو ہے نہیں۔ (بی بی) نے کہہ دیا۔ "ہاں! اس وقت آٹا گوندھنے کی ضرورت نہیں' رہنے دو ضرورت ہو گی تو دیکھا جائے گا۔ وہ عورت سمجھ دار تھی۔ سمجھ گئی خاموشی سے چلی گئی اور ضرورت کے مطابق گھر سے آٹا گوندھ کر روٹیاں پکا کر لے آئی۔ بہرحال رات گزر گئی۔ صبح نماز سے فارغ ہو کر چارپائی پر ہی پڑا ہوا تھا کہ منہ اندھیرے ہی کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا

میں نے پوچھا کون ہے تو کوئی جواب نہ ملا میں چونکہ کئی دن سے پیچش کا مریض تھا۔ اٹھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ مگر مجبوراً اُٹھنا پڑا اور طبیعت پر گراں گذرا کہ یہ کون ہے۔ میری آواز کا جواب ہی نہیں دیتا۔ جب دروازہ کھولا تو ایک نوجوان کھڑے پر ایک پوری بوری آٹے کی رکھے کھڑا ہے۔ السلام علیکم وعلیکم کے بعد میں نے اُسے سر سے پاؤں تک غور سے دیکھا اور پوچھا تو فرشتہ ہے یا انسان' وہ ہنس پڑا اور کہا شاہ جیؒ ہوں تو انسان ہی۔ میں نے کہا یہ اندھیرے میں کیا سوجھی کہ آٹے کی بوری اٹھالائے تمہیں کسی نے کہا تھا۔ اس نے کہا شاہ جی! میں آپ کا ادنیٰ عقیدت مند ہوں۔ میں نے فلاں بازار میں نئی آٹا پیسنے کی چکی لگائی ہے۔

میں نے منت مانی ہوئی تھی کہ سب سے پہلی ایک بوری گندم شاہ جیؒ کی نذر کروں گا۔ رات چکی نصب کی تھی' جب کام مکمل ہوگیا تو اسی وقت آپ کے لیے آٹا پیس کر رکھ لیا تھا اور اب لے آیا ہوں' پھر فرمایا وہ ہمیشہ اس نافرمان اور ناکارہ کی آبرو رکھ لیتا ہے۔ یہ محض اس کا فضل وکرم ہے' ورنہ میں اس لائق کہاں ہوں۔

## ☆ سرفروش ☆

حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انورؒ جانشین حضرت لاہوریؒ خدام الدین میں تحریر فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ شاہ جی نے دوران تقریر میں فرمایا۔

میں ان سوروں کا ریوڑ چرانے کو بھی تیار ہوں' جو برٹش امپیریلزم کی کھیتی کو ویران کرنا چاہتے ہیں۔ میں کچھ نہیں چاہتا' میں ایک فقیر ہوں' اپنے نانا ﷺ کی سنت پر کٹ مرنا چاہتا ہوں۔ اور اگر کچھ چاہتا ہوں تو اس ملک سے انگریز کا انخلا...... دو ہی خواہشیں ہیں میری زندگی میں یہ ملک آزاد ہو جائے یا پھر تختہ دار پر لٹکا دیا جاؤں۔ میں ان علمائے حق کا پرچم لیے پھرتا ہوں جو ۱۸۵۷ء میں فرنگیوں کی تیغ بے نیام کا شکار

ہوئے تھے۔رب ذوالجلال کی قسم مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں کہ لوگ میرے بارے میں کیاسوچتے ہیں۔لوگوں نے پہلے ہی کب کسی سرفروش کے بارے میں راست بازی سے سوچا ہے؟وہ شروع سے تماشائی ہیں اور تماشا دیکھنے کے عادی۔میں اس سرزمین میں مجدد الف ثانی کا سپاہی ہوں'شاہ ولی اللہؒ اور خاندان ولی اللہ کا متبع ہوں۔سید احمد شہید کی غیرت کا نام لیوااور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی جرأت کا امین ہوں،میں ان پانچ مقدمہ ہائے سازش کے پابہ زنجیر علمائے امت کے لشکر کا ایک خدمت گذار ہوں جنہیں حق کی پاداش میں عمر قید اور موت کی سزائیں دی گئیں۔ہاں ہاں میں انہیں کی نشانی ہوں'انہی کی صدائے بازگشت ہوں۔میری رگوں میں خون نہیں آگ دوڑتی ہے۔میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ میں قاسم نانوتویؒ کا علم لے کر نکلا ہوں۔میں نے شیخ الہندؒ کے نقش قدم پر چلنے کی قسم کھارکھی ہے۔میں زندگی بھر اسی طرح چلتا رہوں گا۔میرا اس کے سوا کوئی مؤقف نہیں۔میرا ایک ہی نصب العین ہے۔برطانوی سامراج کو کفنانا یا دفنانا۔

## ☆ فرطِ عقیدت ☆

مولانا عبیداللہ انور صاحب ہی فرماتے ہیں کہ شاہ جی کا یہ حال تھا کہ جب حضرت لاہوریؒ سے ملنے آتے تو حضرت کو گھنٹوں ہنساتے رہتے۔حضرت کا خوب دل بہلاتے اور فرط عقیدت ومحبت سے کبھی حضرت کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے کبھی کبھی حضرت کی ریش مبارک چوم لیتے۔

## ☆ عہدہ بحال کردیا ☆

شاہ جی شیخوپورہ تشریف لائے ہوئے تھے۔صبح ۹ بجے کے قریب کچھ دوستوں اور عقیدت مندوں کے جھرمٹ میں بیٹھے مصروف گفتگو تھے کہ سید امیر شاہ

صاحب ریٹائرڈ سب انسپکٹر پولیس جو ریاست ''لوہار'' کے باشندے تھے اور پاکستان کے قیام کے بعد شیخوپورہ میں رہائش اختیار کر چکے تھے' تشریف لے آئے' شاہ جیؒ اٹھ کر تپاک سے ملے۔ انہوں نے پوچھا شاہ صاحب آپ نے مجھے پہچان لیا۔ شاہ جی نے فرمایا اہو ہوا آپ نے مجھے ایسا احسان فراموش سمجھا کہ آپ جیسے محسن کو بھول جاتا جس نے میرے لیئے اتنی مصیبت اٹھائی' پھر شاہ جیؒ نے ان کے سامنے یہ داستان سنائی' فرمایا:

جب قادیان کانفرنس کی تقریر پر جی ڈی کھوسلہ کی عدالت میں پہلی پیشی ہوئی تو کارروائی سننے کے لیے بے پناہ ہجوم تھا۔ یہ بہ حیثیت سب انسپکٹر انتظام درست کرنے پر بمعہ گارڈ مامور تھے۔ ادھر میں نے بطور گواہ صفائی مرزا محمود کو بھی عدالت میں بلوایا تھا۔ عدالت نے مرزا محمود کو بیٹھنے کے لیے کرسی دی میں نے احتجاج کیا کہ خلاف معمول و آئین اسے عدالت کے اندر کرسی کیوں دی گئی۔ مختصراً یہ کہ عدالت کو مجبور کر دیا گیا۔ کرسی اٹھائی گئی اور اسے باقاعد کٹہرے میں کھڑا ہونا پڑا۔

اس پہلی کامیابی پر ہی مجمع خوشی سے اچھل پڑا اور نعرہ ہائے تکبیر گونجنے لگے۔ ہمارے تھانیدار صاحب آخر مسلمان تھے۔ پھر سید' کیا ہو گیا کہ سرکاری ملازم تھے اور وردی پہنی ہوئی تھی۔ یہ بھی اتنے خوش ہوئے کہ اپنے اس وقت کے منصب اور مقام کو بھول گئے۔ جس وقت میں عدالت کے دروازے کے باہر کھڑا اس کامیابی پر پرامن رہنے کی تلقین کر رہا تھا۔ تو یہ مجمع کو چیرتے ہوئے آئے اور مجھ سے بغلگیر ہوئے۔ فرط محبت سے میرے ہاتھ چوم لیے۔ وہاں پولیس پر بھی نگران پولیس موجود تھی۔ فوراً اطلاع ہو گئی کہ متعینہ سب انسپکٹر نے یہ حرکت کی ہے۔ ایس پی صاحب نے فوراً طلب کر لیا کہ حاضر ہو کر جواب دو۔ اب تھانیدار صاحب کو خیال آ گیا کہ او ہو کام

تو بگڑ گیا' مگر حواس قابو میں رکھے اور لکھ کر جواب دیا۔ میں اس وقت اہم ڈیوٹی پر ہوں فارغ ہو کر حاضر ہو جاؤں گا۔

ایس پی صاحب نے دوسرے سب انسپکٹر کی ڈیوٹی لگا دی اور انہیں کہا فوراً حاضر ہو جاؤ۔ قہر درویش بر جان درویش حاضر ہو گئے۔ اس نے پوچھا کہ آپ نے سرکاری ڈیوٹی پر ہوتے ہوئے ایسا کام کیوں کیا۔ انہوں نے کہا کہ سرکاری ڈیوٹی میں تو میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اتنے ہجوم اور پھر مشتعل ہجوم کو قابو میں رکھا۔ اگرچہ شاہ صاحب سے میں نے مصافحہ اور معانقہ کیا تو وہ اس حیثیت سے کہ وہ ایک مسلمان عالم اور سید ہیں اور ہر مسلمان کو ہر عالم اور سادات سے عقیدت ہونا لازمی ہے۔ اس میں مجھ پر گورنمنٹ کے ساتھ کسی قسم کی غداری کا الزام نہیں آتا۔ مگر یہ عذر مسموع نہ ہوا اور صاحب بہادر نے پیٹی اتروالی اور کارروائی شروع ہو گئی۔ یہ حضرت ہم سے ملے کہ شاہ جی آپ کی محبت نے تو ہمیں بے کار کر دیا۔ شاہ جیؒ نے ہنس کر فرمایا: مگر ہم بھی وفادار تھے' وہ گر بتائے کہ خدا نے کامیاب کر دیا۔ جب افسران بالا کے ہاں پھر پیشی ہوئی اور انہوں نے کہا کہ آپ نے گورنمنٹ کے ایک باغی سے برسر عام باوردی ہو کر اور ڈیوٹی کے وقت اس جرم کا ارتکاب کیوں کیا تو ہمارے تھانیدا صاحب نے چپکے سے ایک تصویر نکال کر میز پر رکھ دی وہ تصویر اس وقت اتاری گئی تھی جب لندن میں دربار کے اندر خود شہنشاہ برطانیہ مہاتما گاندھی سے ہاتھ ملا رہے ہیں' یہ تصویر دیکھ کر انہوں نے سوال کیا۔ آپ کا مطلب۔ انہوں نے کہا کہ حضور اگر خود شہنشاہ برطانیہ ہندوستان کے سب سے بڑے باغی کے ساتھ انہیں اپنے دربار میں بلا کر ہاتھ ملا سکتے ہیں اور دربار عالیہ میں کرسی دے سکتے ہیں۔ تو میں بحیثیت انگریز کے ایک ادنیٰ ملازم ہونے کے بخاری صاحب سے انہیں عالم دین اور سید سمجھ کر اور ساتھ ہی مشتعل عوام کے دل قابو

میں کر لینے کے لیے کہ انتظامی امور سے اچھی طرح عہدہ برا ہو سکوں۔ مصافحہ اور معانقہ کر کے کیسے مجرم ہو گیا۔

اس دلیل سے انگریز افسران ششدر رہ گئے اور معمولی ہدایت کر کے عہدہ پر بحال کر دیا گیا۔

## ☆ دیانتداری ☆

تقسیم سے قبل جب حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے با قاعدہ مسلم لیگ میں شمولیت کا اعلان فرمایا۔ اس کے بعد امرتسر میں ایک تقریر کے دوران شاہ جی نے فرمایا:

مولانا شبیر احمد عثمانی دامت برکاتہم نے مسلم لیگ میں شمولیت کا اعلان فرما دیا۔ سنو کوئی دل میں یہ خیال نہ کرے کہ حضرت نے تمام ساتھی علماء کرام کو کسی خاص بناء پر چھوڑ کر مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔ مجھے کامل یقین ہے کہ حضرت کا یہ دیانتداری کا فیصلہ ہے۔ اب رائے ان کی صحیح ہے یا دوسرے علماء کرام کی یہ الگ بحث ہے، مگر جو شخص حضرت مولانا پر بددیانتی کا الزام لگائے گا انہیں برا کہے گا تو میں اس کے منہ میں خاک جھونک دوں گا۔

## ☆ ایں خیال است ومحال است وجنوں ☆

متحدہ ہندوستان میں ایک دفعہ شیاما پرشاد مکرجی صدر ہندو مہا سبھا نے تقریر میں کہا۔ مسلمان ہندوستان کو تو اپنا وطن ہی نہیں سمجھتے' ان کا تو بچہ بچہ گیت گاتا ہے۔

میرے مولا بلالو مدینے مجھے

مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ بوریا بستر اٹھا کر مدینے چلے جائیں۔ ہم جانیں

اور ہمارا ہندوستان۔شاہ جیؒ نے ایک تقریر میں فرمایا۔شیاما پرشاد جی کہتے ہیں ہمارا ہندوستان سے کیا تعلق ہے۔ہمیں مدینے شریف چلے جانا چاہئے۔ہمیں مدینہ سے انکارنہیں۔ہر سال ہزاروں بلکہ لاکھوں خوش نصیب جاتے ہیں یہ ہماری منزل شوق اور محبت کی بات ہے کہ ہمارا بچہ بچہ کہتا ہے کہ ''میرے مولا بلالو مدینے مجھے''۔

مگر مدینے والے نے ہمیں ارشاد فرمایا ہے کہ میرا پیغام لے کر ساری دنیا میں گھوم جاؤ۔ہم اس ارشاد پر کاربند ہیں اس پیغام کی برکت سے جگہ جگہ مسلمانوں کو کامیابی ہوئی۔کہیں خود بخود تخت وتاج اسلام کے قدموں میں آئے' کہیں اسلام نے تخت وتاج والوں کو اپنے قدموں میں جھکنے پر مجبور کردیا۔

میں پوچھتا ہوں جب معین الدین چشتیؒ تن تنہا ہندوستان میں آئے تھے تو ان کی نگاہ فیض سے روزانہ ہزاروں ہندو خود لاالہ اِلا اللہ ...... پڑھ کر مسلمان نہیں ہوتے تھے۔تم تاریخ کے اوراق کو کہاں گم کروگے۔

کیا شیاما پرشاد مکر جی! اس سے مکر سکتے ہیں؟ تم کہتے ہو ہمارا ہندوستان سے کیا تعلق ہے۔ہم نے نوسو سال تک یہاں حکومت نہیں کی ہے۔؟

یہاں ہمارے ''چشتیؒ'' ہمارے نظام الدینؒ' ہمارے صابرؒ ہمارے مجدد الف ثانیؒ اور دیگر ہزاروں اولیاء کرام خوابیدہ ہیں۔ہماری مساجد اور قلعے موجود ہیں۔مسلمان جہاں آباد ہوجائے وہیں اس کا وطن ہے۔

ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

اس کے برعکس میں پوچھتا ہوں تمہارا کیا ہے۔جتنی دیر جینا ہوا جیئے پھر ادھر مرے اُدھر جل کر راکھ کردیا۔کچھ راکھ ہوا اُڑا کرلے گئی کچھ گنگا جمنا کے سپرد کردی۔ ''شیاما جی''مسلمان زندہ ہے تو ایک فٹ جگہ لیتا ہے مرے تو چھ فٹ جگہ گھیر

لیتا ہے۔گویا وہ جہاں ایک بار آجائے اسے مرکر بھی نہیں چھوڑتا۔ہم ہندوستان کو چھوڑ دیں۔

ایں خیال است ومحال است جنوں

## قوم میں بزدلی پیدا نہ کرو

ایک دفعہ تقریر کرتے ہوئے فرمایا مسلمانوں کی اقلیت ہمیشہ اکثریت پر غالب آتی رہی۔میں ان مسلمان زعماپر حیران ہوں جو علی الاعلان ''ہندو ہمیں کھا جائے گا'' کے نعرہ سے مسلمانوں میں خوف وہراس پیدا کررہے ہیں۔ہمیں چاہئے کہ ہم مسلمانوں کو منظم کریں۔ان میں سیاسی شعور پیدا کریں۔ان میں اسلامی جرأت اور اخلاق کے جوہر پیدا کریں۔انہیں زندہ رہنے کے گر سمجھائیں اگر ہم ایسا کرلیں تو میں دیکھوں گا۔یہ قوم کسی سے کیسے مار کھا سکتی ہے۔مسلمان بن کر زندہ رہنا چاہئے۔''ہندو کھا جائے گا'' نعرہ سے قوم میں بزدلی پیدا نہ کرو۔

پھر ہنس کر فرمایا ''میں حیران ہوں مجھے اور مولانا شوکت علیؒ کو گاندھی کیسے کھا جائے گا'' (مولانا شوکت علی بڑے ڈیل ڈول کے آدمی تھے)

## ☆ دشمنِ امن ☆

ایک دفعہ ہندو مسلم فسادات کے دوران میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا: ہندو لیڈر بظاہر امن امن کی رٹ تو لگا رہے ہیں اور اندر ہی اندر فساد کی آگ بھڑکا رہے ہیں۔ایک طرف سکھوں کو اکسایا جارہا ہے۔دوسری طرف ''جن سنگھ'' کی تنظیم کرکے ہندو نوجوانوں کو مسلح کیا جارہا ہے۔اور باقاعدہ ٹریننگ دی جارہی ہے اور ہمیں امن امن کے نعروں سے مطمئن کرنے کی کوشش کی جارہی ہے' امن یوں نہیں ہوگا۔جو

امن کا مدعی ہے وہ میرے ساتھ آئے۔ میں اپنے رضا کاروں کو ساتھ لے کر ہندو اور سکھوں کے دروازوں پر کھڑا ہو کر ان کی بہو بیٹیوں کی حفاظت کروں گا۔ جو مسلمان ان کی جان، مال، آبرو کا دشمن ہو کر آئے گا۔ اسے پہلے میرے رضا کاروں کی لاشوں سے گزرنا پڑے گا۔ میں اسی طرح امن کے ان مدعیوں سے کہتا ہوں وہ آئیں اور مسلمانوں کے دروازوں پر کھڑے ہو جائیں۔ جب کوئی ہندو یا سکھ ان کی آبرو کی طرف ہاتھ بڑھائے تو وہ یہ کہہ کر اس مسلمان کی عزت میری عزت ہے یا اس دشمن امن کا ہاتھ کاٹ دیں یا اپنی جان دے دیں۔ تو میں دیکھوں گا وہی دن میں کیسے امن نہیں ہوتا۔

## ☆ مجذوب کی دُعا ☆

مولانا سمیع الحق صاحب (اکوڑہ خٹک) تحریر فرماتے ہیں۔ رمضان المبارک کا زمانہ کتنا پر کیف اور پر لطف تھا۔ اور کتنے حسین و جمیل تھے زندگی کے وہ چند ایام جو لاہور کے بقیۃ السلف حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحبؒ کی صحبت میں گزرے۔ ۸ رمضان المبارک کو ایک حوض پر وضو کر رہا تھا، عصر کی جماعت ہو چکی تھی اور وضو سے فارغ ہو کر پیچھے مڑا کچھ مبہوت سا رہ گیا۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری علیہ الرحمۃ دو تین افراد کا سہارا لیے گرتے تھامتے کھڑے ہیں، حیرت سے گھبراہٹ کے ملے جلے جذبات لے کر آگے بڑھا، مصافحہ کیا۔ چند لمحے بعد پہچانا سمیع ہو۔ پیار سے سینے لگایا۔ ابھی حضرت لاہوریؒ اپنے کمرے میں تشریف نہیں لائے تھے اور نہ ان کو شاہ جی کی آمد کی خبر ہوئی تھی اس لیے میں شاہ جی کو اپنے کمرے میں لے گیا فرمایا چٹائی پر ہی بستر بچھاؤ، لیٹ گئے۔ آپ رات گئے تک خوش طبعی ظرافت و حکمت، عبرت و موعظت کے انمول موتی بکھیرتے رہے۔ اب رات ڈھل

چکی تھی مجلس برخاست ہوئی۔اس سیاہ کار کو حکم ہوا صبح اپنا بستر یہاں اٹھالاؤ۔بستر اٹھا کر لایا اور شاہ جی کی چار پائی کے ساتھ اس مسند پر بچھایا جس پر مخدوم العلماء والمسلمین حضرت مولانا لاہوریؒ تنہائیوں میں مشغول ہوتے ہیں اور جلوتوں میں جہاں سے رشد وہدایت کے خزانے تقسیم ہوتے ہیں۔ابھی میری آنکھ لگی تھی کہ بڑھاپے' فالج' ذیابیطیس کا شکار ضعیف مجاہد دبے پاؤں اٹھا جب میری آنکھ کھلی تو یہ مردمؤمن میرے سرہانے مصلے پر بیٹھے اپنے رب کے ساتھ مصروف عجز ونیاز تھے' دنیا ومافیہا سے بے پرواہ عشق الٰہی اور سوز دروں میں مستغرق قرۃ عینی فی الصلوٰۃ میں مشغول تھے' میں نے بستر سے اٹھنا چاہا سختی سے منع فرمایا۔سو جاؤ تمہیں سحری کے لیے بھی اٹھنا ہے۔اور پھر دن کو درس میں شریک ہونا ہے۔

تعمیل حکم لازمی تھی لحاف میں منہ لپیٹ لیا مگر عشق رسولؐ اور یاد الٰہی سے معمور سینہ پورے زور سے (لہ ازیز کازیز القدر) کا نظارہ پیش کر رہا تھا۔بدقسمتی ہوتی اگر اس موقعہ کو غنیمت نہ جانتا اٹھا جرأت کی اور دعا کے لیے درخواست پیش کردی۔اس رات وہ خصوصی توجہات وشفقتیں نصیب ہوئیں جو مدت مدید کی تمناؤں اور آرزوؤں سے بھی شاید نصیب نہ ہوتیں۔پھر دوران گفتگو زندگی کے آخری ادوار کے لیے ملتان کا انتخاب' اس کے بارے میں فرمایا کہ ایک مجذوب کی دعا کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔واقعہ یہ ہوا کہ تقسیم سے قبل ملتان کے ایک بہت بڑے اجتماع میں تقریر کر رہا تھا کہ اتنے میں مجمع سے ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا اور چیخ چیخ کر رونے لگا اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگا کہ ''شاہ اللہ تیرا اتھے مزار بنڑواوے''یعنی خدا تیرا یہاں مزار بنادے۔میں نے کہا کہ (ہاں بابا جی توں مجاور نہ بنڑ جاویں) یعنی کہ تم اس کے مجاور بن جاؤ۔بات آئی گئی ہوگئی۔مگر اس قلندر کی دعا قبول معلوم ہوتی ہے۔آخر جب

حضرت اُٹھ کر رخصت ہونے لگے تو ایک ساتھی نے جوتے اٹھانے کی کوشش کی آپ نے منع فرمایا اگر خواہ مخواہ اٹھانا ہے تو مجھے اٹھاؤ تب دیکھوں دو چھٹانک جوتے اٹھا کر خوش ہوتے ہو کہ شاہ جی کا احترام کیا۔ بہر حال سعادت اور مسرت سے بھر پور یہ ایک سہانی رات تھی جو زندگی میں نصیب ہوئی جس کی یادیں تا حیات دل و دماغ پر نقش رہیں گی۔

## ☆ باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم ☆

تقسیم سے قبل ماسٹر تارا سنگھ نے مسلمانوں کو دھمکی دی کہ ہم خون کی ندیاں بہادیں گے۔

شاہ جی نے ایک تقریر میں گرج کر فرمایا ماسٹر جی ہوش کے ناخن لو تم مسلمانوں کو خون کی ندیاں بہانے کی دھمکیاں دیتے ہو۔ جس قوم کے فرزند خون کے قلزم میں تیرتے رہے ہیں تم انہیں اپنی چھوٹی موٹی ندیوں سے ڈراتے ہو!

## ☆ جزاک اللہ ☆

ایک دفعہ ملتان دوران گفتگو حضرت علامہ انور شاہؒ صاحب کا ذکر چھڑ گیا فرمایا ایک دفعہ دیوبند حاضر ہوا۔ تو مجھے تقریر کرنے کے لیے ارشاد فرمایا: میں نے عرض کی۔ کہ اس علم وعرفان کے مرکز میں اور آپ کی موجودگی میں یہ ہمت کہاں سے لاؤں مگر حضرت نے فرمایا نہیں کوئی بات نہیں۔ آپ ضرور تقریر کریں گے اَب انکار کی گنجائش نہ رہی مگر میرا عجیب حال تھا کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ کیا بیان کروں گا۔ مجھ پر شاید ہی کبھی ایسا وقت آیا ہو کہ تقریر سے پہلے پریشانی کا یہ عالم ہو۔ حضرت علامہ شاہ صاحبؒ کرسی پر تشریف فرما ہو گئے اور فرمایا: بخاری صاحب! اٹھئے میں اسی عالم میں تقریر کرنے کھڑا ہو گیا۔ خطبہ مسنونہ پڑھا اور خدا جانے کیا کیا کہتا گیا سامعین مجھے نظر

نہیں آتے تھے۔ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پتھروں اور لکڑیوں کے کٹے ہوئے کندے پڑے ہیں۔دوران تقریر کبھی کبھی پیچھے سے حضرت علامہ شاہ صاحب کی ہوں کی آواز آتی تھی۔چار پانچ گھنٹے تقریر ہوتی رہی۔جب تقریر ختم ہوئی۔میں نے مڑ کر دیکھا تو حضرت شاہ صاحب اسی ہیئت میں جس طرح پاؤں پر پاؤں رکھ کر شروع میں بیٹھے (شاہ جی نے اسی طرح بیٹھ کر دکھایا) اسی ہیئت میں اب تک بیٹھے ہوئے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔فرمایا! جزاک اللہ

## ☆ نقشِ کفِ پا پہ نچھاور ☆

ایک دفعہ تقریر میں فرمایا قادیان کانفرنس کے خطبہ پر دفعہ ۱۵۳ کے تحت مجھ پر مقدمہ چلایا جارہا ہے اس کی سزاء زیادہ سے زیادہ صرف دو سال قید ہے۔میرا جرم یہ ہے کہ میں محمد رسول ﷺ کا خادم ہوں اس جرم میں سزا بہت کم ہے۔میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس پر ہزار جان سے قربان ہونے کو تیار ہوں۔مجھے شیروں اور چیتوں سے ٹکڑے ٹکڑے کرا دیا جائے اور پھر کہا جائے کہ تجھے بجرم عشق مصطفیؐ یہ تکلیفیں دی جارہی ہیں تو خندہ پیشانی سے اس سزا کو قبول کرونگا۔میرا آٹھ سالہ بچہ عطاء المنعم اور اس جیسے خدا کی قسم ہزار بچے رسول ﷺ کی نقشِ کفِ پا پر نچھاور کردوں۔(مختصر سوانح از خان کابلی)

## ☆ آہ اور واہ ☆

لاہور ۱۹۳۸ء میں تقریر کے آغاز میں فرمایا۔صدر محترم اور تماشائی بھائیو! لاہور آتے ہوئے مجھے بیس سال ہوگئے ہیں۔میں بوڑھا ہوگیا ہوں۔بال سفید ہوچکے ہیں۔آج تک مجھے یہ پتہ نہیں چلا کہ آپ ہیں کیا؟ غوث ہیں،قطب

ہیں، ابدال ہیں، ولی ہیں، کیا ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کو کس خطاب سے مخاطب کروں؟ کیا میری بیوی کے حق مہر میں جیل جانا لکھا ہوا ہے۔ اگر تم نہیں چاہتے کہ ہم تمہارے سامنے آئیں تو پھر تم ہمارے سامنے کیوں آتے ہو۔

کٹی کرلی ہے تو پکی کرلو۔ یہ کیا ہے کہ بخاری نے تقریر کی ہم نے کہا واہ شاہ جی واہ۔ بخاری قید ہو گیا، تم نے کہا آہ شاہ جی آہ تمہاری آہ اور واہ میں شاہ جی ہو گئے تباہ۔

## ☆ سورۂ الرحمٰن ☆

مولانا عبدالکریم صاحب خطیب جامع مسجد صدر شاہ پور فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ شاہ جی ایک جلسہ میں شاہ پور تشریف لائے میری گذارش پر میرے ہاں قیام منظور فرمالیا۔ مجھ سے پوچھا کتنے بچے ہیں۔ عرض کیا عرصہ ہو چکا ہے شادی کو مگر ابھی تک اولاد سے محروم ہوں دعا فرمائیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اللہ کے فضل سے ڈیڑھ سال بعد پہلا لڑکا مسعود الرحمٰن پید ہوا۔ کچھ عرصہ بعد کھنٹی سیداں سے واپسی پر بندہ کے مکان پر تشریف لائے۔ میں نے ''مسعود الرحمٰن'' کو حاضر کیا۔ نام پوچھا تو میں نے مزاحیہ انداز میں عرض کیا مختصر نام ہے ''مسعود الرحمٰن ولد فی شہر رمضان فی الملک پاکستان'' ہنس کر فرمایا بھئی اتنا مختصر نام نہ رکھو سورۃ الرحمٰن ساری ہی ساتھ لگالو۔

## ☆ خدا کی شان ☆

صوفی غلام مصطفیٰ صاحب سلہریا فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ شاہ جی لاہور میں خطاب فرمارہے تھے تو اچانک بارش شروع ہوگئی۔ بعض لوگ کچھ حرکت کرنے

لگے۔شاہ جی نے والہانہ انداز میں گرج کر فرمایا بیٹھو کوئی متنفس اٹھنے نہ پائے میں تقریر کروں گا اور تم سنو گے۔بارش رک سکتی ہے مگر بخاری کی تقریر نہیں رک سکتی۔خدا کی شان دیکھیے ادھر شاہ جی نے یہ الفاظ ادا فرمائے ادھر بارش رک گئی ۔بادل چھٹ گئے اور چاند اپنی نورانی صورت دکھانے لگا۔

## ☆ طبل جائز ہے ☆

حضرت مولانا محمد میاں صاحب مدظلہ خلیفہ حضرت مدنیؒ تحریر فرماتے ہیں۔حضرت شاہ صاحب امروہہ تشریف لائے۔رضا کار اپنے جلوس میں طبل بجانا چاہتے تھے۔کچھ مقامی علماء حضرات نے مخالفت کی۔شاہ جیؒ نے فرمایا ایسے مسائل کے ہم مفتی ہیں۔ہم فتوی دیتے ہیں کہ طبل جائز ہے۔یہ شادی کا طبل نہیں جس میں اختلاف ہو۔یہ قومی طبل ہے جو جہاد کے وقت جائز ہوا کرتا ہے۔سب علماء خاموش رہے اور طبل کے ساتھ جلوس نے گشت کیا۔

## ☆ ارادۂ قتل ☆

قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادیؒ مرحوم اکثر یہ واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ شجاع آباد میں تقریر کرتے ہوئے شاہ صاحب نے پان مانگا۔میں نے پان منگوا بھیجا پان لانے والے کو کسی اور نے کہہ دیا کہ میں پان لاتا ہوں پان آیا تو میں نے شاہ جی کو دے دیا۔شاہ جی نے پان منہ میں ڈالتے ہی جلدی سے کہا کیوں قاضی مجھے مارنے کا ارادہ کرلیا۔یہ کہہ کر میرے ہاتھ پر پان اگل دیا قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ پان کے اثر سے میرا ہاتھ سیاہ ہوگیا۔معلوم ہوا کہ پان میں زہر ڈال دیا گیا تھا۔شاہ جی کئی روز تک وہیں صاحب فراش رہے۔

## ☆ محبوب کا پیغام ☆

حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستیؒ کو ایک دفعہ حضور سرور کائنات ﷺ کی زیارت ہوئی اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ طیبہ سے میری زیارت کے بعد پاکستان چلے جانا (کیونکہ حضرت کا ارادہ تھا کہ بقیہ عمر دیار حبیب میں ہی گزاریں) وہاں میری ختم نبوت پر کتے لپکے ہوئے ہیں۔ تم بھی اس کی حفاظت کرو اور عطاء اللہ شاہ بخاری کو میرا سلام پہنچا کر کہہ دینا کہ وہ اسی کام پر ڈٹا رہے۔

چنانچہ حضرت درخواستیؒ کا جب یہ پیغام ملا تو کچھ عرصہ کے بعد دہلی دروازہ لاہور شاہ جیؒ نے ختم نبوت کے موضوع پر تقریر کے دوران میں ایک بار والہانہ جھوم کر فرمایا میں تو پہلے ہی اللہ کے فضل سے باز آنے والا نہیں تھا۔ مگر اب تو ''سوہنے ﷺ'' یعنی محبوب کا پیغام آ گیا ہے۔ ہاں ہاں میرا سب کچھ ختم نبوت کی حفاظت پر قربان ہو جائے گا تو پرواہ نہیں۔

## ☆ قوت گویائی ☆

خان پور کٹورہ کے مشہور کارکن نور احمد صاحب نے بتایا کہ ایک دفعہ شاہ جی خانپور تشریف لائے اور ہمارے ہاں قیام فرمایا۔ ہماری ایک بچی بولتی نہیں تھی۔ ہم نے شاہ جیؒ سے عرض کیا شاہ جی اس بچی کے لیے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اسے قوت گویائی عطا فرمادیں شاہ جی نے پیار سے بچی کو گود میں لے کر اسے زبان پر اپنا لعاب دہن لگایا اور فرمایا کہیں سے خالص شہد ملے تو اسے چٹایا کرو۔ انشاء اللہ بولنے لگے گی۔ اس کے بعد شاہ جیؒ مولانا عبداللہ درخواستیؒ کی ملاقات کے لیے تشریف لے چلے۔ گھر کے دروازے سے باہر گئے ہی تھے کہ شہد کی مکھیوں کا ایک ہجوم اسی دروازے سے ہمارے

گھر میں داخل ہوا اور ایک جگہ ڈیرہ جمالیا۔ ہم انہیں کا شہد حاصل کر کے بچی کو کھلاتے رہے، تیسرے سال بچی بولنے لگی جب بچی نے بولنا شروع کر دیا تو مکھیاں اپنا ڈیرہ اٹھا کر کہیں چلی گئیں۔ ہم ہمیشہ اس اچنبہ پر حیران رہے وہ بچی اب ماشاء اللہ صاحب اولاد ہے اور قوت گویائی بالکل صحیح ہے۔

## ☆ تیسرا حلال ☆

ایک دفعہ شاہ جیؒ مولانا محمد علی جالندھریؒ اور دیگر احباب دستر خوان پر بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔ مولانا محمد علی صاحب نے سویاں چائے میں ڈال کر کھانا شروع کر دیں۔ شاہ جیؒ نے دیکھا تو مسکرا کر فرمایا: یہ آرائیں کچھ بھی بن جائیں مگر انہیں کھانے کا سلیقہ نہ آیا۔ مولانا نے ہنس کر فرمایا شاہ جی حلال میں حلال ملا کر کھا رہا ہوں بھلا آپ کو کیوں کراہت آ رہی ہے۔ شاہ جیؒ خاموش رہے۔ چند منٹ گزرے اور دیکھا کہ اب بقایا کچھ حصہ کھانے کا رہ گیا ہے تو چپکے سے ان کی چائے اور سویوں میں سادہ پانی انڈیل دیا اور ہنس کر فرمایا لو میں نے تیسرا حلال بھی شامل کر دیا اب اور مزے سے کھاؤ سب ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گئے۔

## ☆ شاہ جیؒ کی فراست ☆

مارشل لاء اٹھنے کے بعد جب مجلس احرار اسلام کے لیے لاہور میں میٹنگ ہوئی کچھ دوستوں میں شاہ جیؒ کی باتیں چل پڑیں۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب میانوی، مولانا ابوذر بخاری، نور احمد صاحب آزاد کچھ اور دوست اور راقم الحروف بیٹھے تھے تو ایک صاحب جو بحیثیت کارکن کسی شہر سے احرار کی میٹنگ میں نمائندہ بن کر آئے تھے۔ انہوں نے واقعہ سنایا افسوس کہ کسی ضروری کام کے لیے اٹھنا پڑا میں ان صاحب کا نام اور پتہ دریافت نہ کر سکا۔ بہر حال انہوں نے سنایا کہ ایک دفعہ شاہ جیؒ

ہمارے ہاں تشریف لائے تقریر کے بعد ہمارے مکان پر ہی قیام فرمایا۔شاہ جیؒ لیٹے ہوئے تھے اور میں انہیں دبا رہا تھا کہ گھر سے چائے بن کر آ گئی۔ میں نے چائے پیش کی تو آپ نے فوراً اسے سونگھا اور فرمایا کیوں جی ہمارے ساتھ کوئی دشمنی ہوگئی ہے۔ میں نے کہا شاہ جی خدا نہ کرے۔فرمایا تو چائے میں زہر کیوں ملایا گیا ہے۔ میں حیران ہوگیا۔میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ میں نے کہا شاہ جیؒ آپ کیا فرمارہے ہیں یہاں سب آپ کے خدام ہیں۔مگر آپ نے پورے اعتماد سے فرمایا: بھائی یہ چائے نہیں زہر ہے میں گھبرایا ہوا اندر گیا۔بیوی سے پوچھا چائے کس نے پکائی ہے۔اس نے کہا میں نے خود دودھ اپنی بھینس کا نکالا ہے۔ میں نے کہا: اللہ کی بندی! شاہ جی فرمارہے ہیں اس میں زہر ہے اس نے متعجب ہوکر کہا خدا نہ کرے ہائے ایسے نیک بندے سے کون ایسا کرسکتا ہے اور پھر ہمیں اپنی جان عزیز نہیں۔میرے لیے یہ بات معمہ بن گئی مارے ندامت کے قدم بوجھل ہورہے تھے کہ شاہ جی کو کیسے سمجھاؤں اور کیا منہ دکھاؤں۔اتنے میں میری بیوی کچھ سوچ کر بولی! اوہو ایک بات ہوسکتی ہے سنو ہمارے ہاں کھانڈ نہیں تھی' راشن کی کھانڈ ابھی مل نہیں سکتی تھی میں نے پاؤ بھر کھانڈ ہمسایوں سے منگوائی تھی۔وہ تو آپ کو پتہ ہے مرزائی ہیں' کہیں انہوں نے شرارت نہ کی ہو۔بس میں سمجھ گیا۔تحقیق پر یہی معلوم ہوا کہ چینی میں زہر ملا دیا گیا تھا۔ہم شاہ جیؒ کی فراست پر حیران ہوئے اور شکر کیا کہ خدا نے ہمیں ذلت سے بچایا۔

## ☆ باغ و بہار طبیعت ☆

مولانا لال حسین اخترؒ اور مولانا تاج محمود صاحبؒ لائل پوری دونوں بزرگوں نے بتایا کہ شاہ جیؒ پر جب پہلے پہل فالج کا حملہ ہوا تو ہم ملتان پہنچے۔اسی روز حضرت

شیخ طریقت مولانا احمد علیؒ صاحب بھی عیادت کے لیے تشریف لے آئے۔ شاہ جی نے فالج کے حملے کا واقعہ سنانا شروع کیا فرمایا تڑکے اچھا بھلا وضو کرنے لگا تو ہاتھ نے سول نافرمانی شروع کردی۔ منہ میں پانی ڈالا تو اس نے بھی بغاوت اختیار کی میں سمجھ گیا کہ فالج کا حملہ ہوا ہے اور اب میں مرنے لگا ہوں خیال آیا کہ اہلیہ بچوں میں سے کسی کو پکاروں مگر ضمیر نے خدا کے سوا کسی کو پکارنا گوارا نہ کیا۔ جوں توں وضو کر کے نماز ادا کی اور پھر بلند آواز میں کلمہ شہادت یوں پڑھا۔ "اشھد ان لا الہ الاّ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ لانبی بعدہ ولا رسول بعدہ" یہ پڑھ کر چارپائی پر لیٹا کہ اگر اب موت آئی تو انشاء اللہ تعالیٰ خاتمہ ایمان پر ہو جائے گا۔ تھوڑی دیر لیٹا اور موت کا انتظار کیا مگر موت نہ آئی۔ اب اٹھا اندر گیا بھوک لگ رہی تھی کھانا مانگا تو رات کی ٹھنڈی کھچڑی کھالی! شاہ جی نے یہاں بات کو ایک بار پھر دہرایا' فالج کا حملہ' موت کا انتظار اس رات کی ٹھنڈی کھچڑی کھالی' البتہ ایک غلطی ہوگئی جس کے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں۔ آپ لوگ بھی معاف کر دینا وہ کھچڑی کے بعد گھڑے کا ٹھنڈا پانی پینا بھول گیا۔ بس یہ کسر رہ گئی۔ شاہ جی یہ باتیں بڑے مزے لے لے کر سُنا رہے تھے اور ہم سوچ رہے تھے فالج کا یہ شدید حملہ زبان میں لکنت آچکی ہے اس ہولناک مرض میں بھی شاہ جی کی وہی زندہ دلی اور وہی چٹکلے ہیں۔ اللہ نے کیسی باغ و بہار طبیعت عطا کی ہے کسی مرحلے میں بھی مایوسی وملال یا پریشانی نہیں۔

## ☆ محمد علی خدا کا خوف کر ☆

ایک دفعہ مولانا محمد علی صاحب جالندھری سندھ کے طویل تبلیغی دورہ سے واپس آئے تو سفر کی تھکان' طبیعت ناساز اور گلا خراب تھا۔ اسی حال میں شاہ جیؒ کے

پاس آپہنچے۔ شاہ جیؒ خود بھی بیمار تھے۔ دونوں نے ایک دوسرے سے مزاج پرسی کی۔ شاہ جیؒ نے پوچھا بھائی محمد علی کیا حال ہے۔ 

مولانا نے کہا شاہ جی مسلسل سفر میں پھر روزانہ تقریریں بیمار ہو گیا ہوں گلا بھی خراب ہو گیا ہے۔ شاہ جی لیٹے ہوئے تھے اٹھ بیٹھے اور فرمایا: محمد علی خدا کا خوف کر تیرا گلا خراب ہو گیا۔ پہلے ہی کونسا لحن داؤدی تھا جواب تیرا گلہ خراب ہو گیا ہے۔ یہ سن کر ہم سب اور خود مولانا کھلکھلا کر ہنس پڑے اور ساری طبیعت کی افسردگی جاتی رہی۔

## ☆ انکار ☆

ایک دفعہ مملکت کے ایک سابق صدر (سکندر مرزا) نے کوشش کی کہ شاہ صاحب ان سے ملیں شاہ جی نے انکار کر دیا پھر اس نے پوچھ بھیجا کہ میں خود آ کر مل لوں تو فرمایا کہ مجھ فقیر سے صدر مملکت کا کیا کام ہے۔ اگر جماعتی بات ہے تو صدر مجلس سے کر لیں۔

## ☆ دِل والے کی بات کرو ☆

جناب اعجاز چشتی تحریر کرتے ہیں۔ ایک دفعہ لائل پور سے چند مل والے شاہ جی کو ملنے آئے۔ شاہ جی اپنے عام ساتھیوں سے محو گفتگو تھے چند منٹ کے بعد ایک ساتھی نے کہا شاہ جی یہ فلاں مل والے ہیں آپ سے ملنے آئے ہیں۔ برجستہ فرمایا: بھائی کسی دل والے کی بات کرو یہ مل والے مجھ فقیر سے کیا لینے آتے ہیں۔

## ☆ مشکل ☆

ایک دفعہ کالج کے طلباء بیٹھے تھے۔ داڑھی کا ذکر آ گیا لڑکوں نے کہا۔ شاہ جیؒ

آج کل کالجوں میں داڑھی رکھنا مشکل ہے۔

ہنس کر فرمایا ہاں بھائی خالصہ کالج (سکھوں کا کالج) میں آسان ہے اسلامیہ کالج میں مشکل ہے۔

## ☆ فیضِ صحبت ☆

مشہور سوشلسٹ لیڈر منشی احمد دین صاحب فرماتے ہیں۔ جب ایک دفعہ سول نافرمانی کی تحریک میں پہلے پہل بطور رضا کار قید ہوا تھا۔ تو میانوالی جیل میں دوسرے لیڈروں کے ساتھ شاہ صاحب کے ساتھ پہلی ملاقات ہوئی۔ میں بالکل نابلد اور جاہل نوجوان تھا' پھر مجھ جیسے نو آموز کو جیل کی زندگی اور ماحول سے واسطہ پڑا' مگر شاہ صاحب نے جیل کی چار دیواری میں میری تربیت فرمائی ان کے فیض صحبت سے مجھے بہت کچھ ملا اور کمال مہربانی سے مجھے ناظرہ قرآن مجید پڑھایا جس کا میں ہمیشہ شکر گزار رہوں گا ان کی شفقت و مہربانی کے باعث میرا اِن سے زندگی بھر کے لیے ایک دلی تعلق قائم ہو گیا۔

## ☆ اب تو سب راضی ☆

برادرم مولانا یٰسین صاحب ملتان ایک عرصہ شاہ جیؒ کی خدمت میں حاضر باش رہے۔

حسب ذیل واقعات انہیں کے قلم سے ہیں:

بیماریوں کے ہجوم اور مصائب کی یلغار میں اس کوہ استقامت کے معتقدات میں ادنیٰ لغزش رونما نہ ہوئی۔ ہر مزاج پرسی کرنے والے کو خندہ پیشانی سے ''الحمد للہ'' کہہ کر جواب دیتے فرماتے ہاں بھائی الحمد للہ نہ کہوں اور کیا کہوں اس سے بدتر بھی

تو ہوسکتی ہے اور میں تو ادھر سے شر کا قائل نہیں ہوں۔ کوئی اللہ ہمارے دشمن یا شریک ہیں جو ہمیں شر اور ایذا پہنچائیں وہاں تو خیر ہی خیر ہے۔ وہ جو کچھ ہمارے لیے کرتے ہیں بہتر ہوتا ہے اگرچہ وہ ہمارے فہم سے بالاتر کیوں نہ ہو" اس کے بعد ایک مجذوب کا واقعہ ارشاد فرمایا کہ ان کی خدمت میں ایک رئیس حاضر ہوا اس نے عرض کیا حضرت پریشانیاں ہیں دعا کرو، حضرت مجذوب نے فرمایا یہی پریشانیاں کہ خدا آپ کی بات نہیں مانتا یعنی جو کچھ آپ چاہتے ہیں وہ نہیں ہوتا تو آپ اس کی بات مان لیجئے وہ اس کے زیادہ لائق ہے پریشانیاں دور ہوجائیں گی مصیبتوں کا خاتمہ ہوجائے گا۔ بھائی اس کے سوا چارہ نہیں۔ الحمدللہ کہنے ہی میں خیر ہے۔ حضرت قلندر پانی پتیؒ نے اس مسئلہ پر اعتراض کیا تو حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب جواب دیا۔

گہے راست کند اوصورت مردی وزنی
گہے شکند جامہ جاں رازتنی
کس نیست کہ پرسد استاد قضارا
از بہر چہ سازی وچرامی شکنی

## ☆ دوستی ودشمنی ☆

فرمایا میری دوستی اور دشمنی ایک دفعہ ہوتی ہے اگر ایک مرتبہ دوست سے گزند پہنچ جائے یا کوئی دوست بن کر مکاریوں اور فریب کاریوں کا ہدف بنائے تو عمر بھر اس پر اعتماد نہیں کیا۔ چناں رویم کہ دیگر بگرد مازسی یہ بلیغہ شرابیہ کے شعر کا دوسرا مصرع ہے۔ مکمل شعر یہ ہے۔

شدیم خاک درت گوبہ دردمازسی
چناں رویم کہ دیگر بگرد مازسی

## ☆ ضد نہیں ایمان ہے ☆

کسی ایک محفل میں جب اپنے اس نظریہ کا اظہار فرمایا تو ارشاد ہوا۔

دل نیست کبوتر کہ پرد باز نشیند
از گوشہ بامے کہ پریدم پریدم

ما بخیر شما بہ سلامت، بس اسے کنارہ کشی سمجھئے یا دشمنی، میری طرف سے صرف اتنا ہوتا ہے الحمدللہ کہ میں نے آج تک نہ کسی کے متعلق برا سوچا ہے اور نہ برا کیا ہے۔ انگریز اور مرزائی کے سوا یا جہاں تک بس چلا ان کے متعلق برا سوچا ہے اور کیا بھی۔ عمر بھر کبھی اعتماد نہیں کیا۔ اس فقرے کو بڑے زوردار لہجے میں فرمار ہے تھے۔ راقم نے چھیڑنے کی غرض سے کہا کہ ''کمال ضد ہے'' تو فرمایا ارے جاہل ضد نہیں یہ ایمان ہے۔ حدیث میں کیا پڑھا ہے۔

لایلدغ المومن من جُحر واحدمَرَّتَین مومن ایک سوراخ سے دو دفعہ ڈسا نہیں جاتا۔

## ☆ سستا سودا ☆

فرمایا لوگ تعجب کرتے ہیں کہ میں کہاں سے کھاتا ہوں۔ ہائے اصغر کس وقت یاد آ گئے۔

میں رند بادہ کش بھی بے نیاز جام وساغر بھی
رگ ہر تاک سے آتی ہے کھنچ کر میری قسمت کی

میرا تو ہمیشہ خدا کی ڈھیری پر ہاتھ رہا ہے میرا رزق میرے پیچھے دوڑتا ہے۔ کبھی قبول کرتا ہوں اور کبھی رد کرتا ہوں۔ میں تو اپنے اللہ کا کوڑھی ہوں وہ صرف رزق دیتا ہی نہیں بلکہ میری ٹھوڑی سے پکڑتا ہے اور میرے منہ میں ڈالتا ہے۔

بے مگس ہرگز نہ باشد عنکبوت
رزق را روزی رساں پر می دہد

دنیا میں چار قیمتی چیزیں محبت کے قابل ہیں۔ مال و جان، آبرو، ایمان، لیکن جب جان پر کوئی مصیبت آئے تو مال قربان کرنا چاہئے۔ اور آبرو پر کوئی آفت آئے تو مال اور جان دونوں کو اور اگر ایمان پر کوئی ابتلا آئے تو مال و جان آبرو سب کو قربان کرنا چاہئے اور اگر ان سب کے قربان کرنے سے ایمان محفوظ رہتا ہے تو یہ سودا سستا ہے۔

## ☆ شرافت ☆

فرمایا شریف کبھی بزدل نہیں ہوتا۔ کمینہ کبھی بہادر نہیں ہوتا۔ کمینے پر جب کوئی ابتلا آتی ہے تو دشمن کے سامنے ایڑیاں رگڑتا ہے اور شریف جب دشمن اِس کے قابو میں آتا ہے تو اسے معاف کر دیتا ہے اور نہ ماضی کے کسی واقعہ پر اسے مطعون کرتا ہے میاں (وہ اپنی زبان میں حضورﷺ کو میاں کے نام سے پکارتے) کی شرافت اور بہادری دیکھئے۔ جب حضرت عمرؓ نے ایمان لانے کے بعد عرض کیا ''حضرت کعبہ میں کیوں نماز نہیں پڑھتے'' تو فرمایا کہ تیری قوم نہیں پڑھنے دیتی، حالانکہ کعبہ میں نماز پڑھنے سے رکاوٹ تو حضرت عمرؓ ہی تھے مگر یہ نہیں کہ آپ نہیں پڑھنے دیتے تھے۔ سبحان اللہ کیا شرافت ہے۔

## ☆ مبلغِ قرآن ☆

شاہ صاحبؒ کی قرآن کریم میں شیفتگی اور والہانہ محبت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ استثنائی صورتوں میں قرآن مجید کے علاوہ کسی دوسری کتاب کے

پڑھنے کی ضرورت محسوس نہ کرتے آپ کا عقیدہ تھا کہ میرے لیے جو کچھ ہے قرآن میں موجود ہے۔ اگر آج دنیا قرآن کو چھوڑ کر دوسری کتابوں پر نگاہ کر سکتی ہے تو میں دوسری کتابوں سے روگردانی کر کے صرف کتاب الٰہی پر کیوں نہ مرتکز رہوں میں تو قرآن کا مبلغ ہوں میری باتوں میں اگر کوئی تاثیر ہے تو وہ صرف قرآن کی ہے۔

## ☆ آگ لگادو ☆

خواجہ فرید علیہ الرحمۃ کے ایک جولاہے مرید کا واقعہ ارشاد فرمایا کہ وہ ہر سال حضرت خواجہ کی خدمت میں ایک لنگی ہدیہ لایا کرتا تھا ایک سال ناغہ کرنے کے بعد دوسرے سال دو لنگیاں لایا۔ حضرت نے گزشتہ سال غیر حاضری کا سبب پوچھا تو اس نے عرض کیا کہ گذشتہ سال لنگی مکمل نہیں ہو سکی تھی۔ اس لیے حاضر نہ ہو سکا تو فوراً حضرت نے لنگیوں کو آگ لگوادی، تو فرمایا۔

جیہڑی شے یار کنوں نکھیڑے اونکو بھالا

یعنی جو چیز یار سے جدا کرے اسے آگ لگادو!

میں بھی یہی کہتا ہوں جو چیز مجھے قرآن سے جدا کرے اسے آگ لگادو!

چوں غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

ماقصہ سکندر ودارانخواندہ ایم

از ما بجز حکایت مہر و وفامپرس

☆

## ☆ مری آنکھ میں کوئی بُرا نہ رہا ☆

شاہ جی اوصاف حمیدہ اخلاق عظیمہ کا مجسمہ تھے اپنی شخصیت کو ابھارنے کا خیال تک نہ لاتے تھے۔ ہمیشہ دوسروں کے محاسن کا بڑی فراخدلی سے اعتراف کرتے خود بینی سے احتراز فرماتے اکثر کہا کرتے میں تو گندگی کا ڈھیر ہوں۔ اللہ میاں نے سفید چادر ڈال کر اوپر عطاء اللہ لکھ دیا ہے۔ ارے بھائی ہم دوسرے کے عیب کیا دیکھیں ہمیں تو اپنے عیبوں سے فرصت نہیں ملتی۔

ہم نے مجنوں پر لڑکپن میں اسدؔ
سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

دوسرے کے عیب تلاش کرنا کوئی آدمی کا کام نہیں ہے۔ حضرت شیخ سعدیؒ دو باتوں میں دین کا خلاصہ ذکر کر گئے ہیں۔

مرا پیر دانائے مرشد شہاب
دو اندوز فرمودہ بر روئے آب
یکے آں کہ بر غیر بدبیں مباش
دگر آنکہ بر خویش خود بیں مباش

## ☆ شانِ بے نیازی ☆

ایک دفعہ صوفی شاعر میرؔ کا یہ شعر

سراپا آرزو ہونے نے بندہ کر دیا ہم کو
وگرنہ ہم خدا تھے گر دل بے مدعا ہوتا

پڑھتے ہوئے فرمایا کہ حاجتیں جس قدر کم ہوتی جاتی ہیں بندہ خدا کے قریب ہوتا جاتا ہے اور کوئی حاجت نہ ہو تو خدا ہے۔

اپنے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اگر میرے ساتھ بیوی بچوں کا دھندا نہ ہوتا تو میں کسی دریا کے کنارے خاک وخس کی کُٹیا میں زندگی گزارتا۔ وقت ضرورت اعدائے دین، دشمنانِ اسلام پر حملہ آور ہوتا اور پھر اپنی کُٹیا میں آ پناہ لیتا۔ اسکے بعد جمالی، ابن یمین، احمد رضا کے چند اشعار سنائے، جنہیں طوالت کے پیشِ نظر چھوڑ رہا ہوں۔ صرف جمالی کے اشعار عرض ہیں۔

لنگے زیر لنگے بالا نے غم دزدو نے غم کالا
گز کے بوریا دپوستکے دلکے دردمند دوستکے
ایں قدر بس بود جمالی را
عاشق رند لاابالی را

## ☆ آج سے تُو فارغ ہے ☆

ایک عقیدت مند حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ کہیں ملازمت کا امیدوار تھا۔ اس نے اپنی آمد کا مقصد عرض کیا اور ایک آفیسر کے نام سفارشی مکتوب کی خواہش کا اظہار کیا۔ جواباً شاہ صاحب نے فرمایا: بھائی میں تو نوکریاں چھڑوانے والا پیر ہوں۔ اگر ملازمت کے لیے سفارش کی ضرورت ہے تو کسی سجادہ نشین یا کسی مخدوم یا کسی بڑے لیڈر کے پاس جاؤ ہماری آشنا نوازی کا یہ عالم ہے کہ اگر آپ کہیں ملازم ہوں اور آپ کے اعلیٰ افسر کو معلوم ہو جائے کہ یہ عطاء اللہ کا ملنے والا ہے تو فوراً آپ پر کوئی آفت آپڑے گی۔ اور آپ ملازمت سے سبکدوش ہو کر آرام سے بیٹھے رہیں گے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میرا بھانجا فوج میں بھرتی ہو گیا۔ اس کی والدہ کو ملنے کے لیے گیا جو میری پھوپھی زاد بہن تھی اور اپنے بیٹے کے غم میں رو رہی تھی میں

نے اسے کہا دیکھو بہن ! اگر تیرا بیٹا ہفتے کے اندر واپس آوے تو میرا کیا انعام؟ کچھ انعام طلے پا گیا' میں نے اسی روز اس کو ایک خط لکھا وہ اس وقت بنگال کی کسی چھاؤنی میں تھا۔

عزیزم آپ بڑی مناسب جگہ پہنچ گئے ہیں اپنے کام کی رفتار سے مجھے مطلع کرتے رہنا وغیرہ وغیرہ۔

نیچے میں نے اپنے دستخط کیے۔ (سید عطاء اللہ شاہ بخاری)

خط سنسر ہو کر اس یونٹ کے انگریز کرنل کو پہنچا اس نے فوراً میرے بھانجے کو بلایا۔ اور پوچھا کون ہے عطاء اللہ شاہ۔ اس نے بتایا تو کرنل نے اسے واپس بلکہ اس کا سامان وغیرہ منگوا کر فوراً ہی چھاؤنی سے نکل جانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد سفارشی مکتوب لینے والے کو فرمایا بھائی ہمارا نام تو اس کام کے لیے ہے۔ اگر کہیں ملازم ہو جاؤ تو پھر میری خدمات حاضر ہیں۔

اے ہم نفساں ! آتشم ازمن بگر یزید
ہر کس کہ شود ہمرہ ماد شمن خویش است

## ☆ تقریر کا نشتر ☆

ایک دفعہ ملتان راقم الحروف سے ایفائے عہد کی اہمیت پر فرمایا، سیالکوٹ تقریر کرنے کا وعدہ دے چکا تھا کہ چوتڑوں پر ایک بڑا سا پھوڑا نکل آیا پلٹس وغیرہ باندھتا رہا خیال تھا جلدی پھٹ جائے گا مگر وہ تاریخ آگئی اور پھوڑا ہنوز اسی طرح تھا۔ وہاں سے کچھ کارکن لینے کے لیے آگئے۔ مگر میرا حال دیکھ کر مایوس ہو گئے اس حال میں کیسے لے جائیں اس طرف انہیں یہ پریشانی تھی کہ تقریر کا اعلان کیا جا چکا ہے۔ رات کو جلسہ ہے میں نے ان کی پریشانی محسوس کرتے ہوئے کہا بھائی

اگر کسی طرح لٹا کر مجھے سیالکوٹ تم لے چلو تو جیسے ہو تقریر میں کروں گا' چنانچہ انہوں نے کار کا بندوبست کیا اور مجھے سیالکوٹ لے گئے۔ میں نے کہا سٹیج پر میز کرسیوں کی بجائے چارپائی رکھواس پر گدا اچھا کر دو۔ گاؤ تکیے رکھ دو' چنانچہ میں ایک کروٹ پر لیٹ کر تقریر کچھ اس جوش سے بیان کر رہا تھا کہ اچانک پھوڑا پھٹ گیا۔ پھوڑے پر ہاتھ رکھ کر اسی طرح تقریر کرتا رہا جب تقریر کر چکا تو ساتھیوں سے کہا لو بھائی ہماری تقریر ہی ہمارے پھوڑے پر نشتر کا کام دے گئی۔

## ☆ غضِ بصر ☆

ایک روز فرمایا گیلانی میاں میں نے نابینا بن کر تقریر کی ہوئی ہے فرمایا فلاں جگہ رات کو تقریر ہوئی۔ صبح کچھ آدمی آئے اور کہا شاہ جی رات جلسے میں عورتوں کے بیٹھنے کا بندوبست نہ تھا۔ اس لیے وہ آپ کی تقریر سے محروم رہیں۔ اب ایک احاطہ میں صرف عورتوں کے لیے انتظام کیا ہے۔ آپ ضرور ان سے خطاب کریں ان کی طرف سے بہت تقاضا ہے میں نے کہا اچھا بھائی! کچھ دیر کے بعد وہ آ کر مجھے ساتھ لے گئے فرمایا میرا خیال تھا کہ میرے اور ان کے درمیان کچھ پردے کا انتظام ہوگا۔ مگر جب احاطہ میں داخل ہوا تو دیکھا ایسا کوئی انتظام نہیں' باپردہ اور بے پردہ سینکڑوں بیبیاں جمع ہیں اور سامنے سٹیج ہے۔ میں فوراً نگاہ نیچے کر کے سٹیج پر پہنچا کھڑے ہو کر آنکھیں بند کر لیں اور ان سے بھی کہا کہ کانوں سے میری باتیں سنو اور نگاہیں زمین پر گاڑ دو۔ پھر گھنٹہ ڈیڑھ اسی عالم میں تقریر کی جس میں انہیں عورتوں کے فرائض سمجھائے اور پردہ کی تلقین کی۔

## ☆ گستاخ اکھیاں ☆

محترم آغا شورش کاشمیری تحریر فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ شاہ جیؒ نے پیر مہر علی

شاہ صاحبؒ کا یہ مصرع پڑھا۔

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا

اے گستاخ اکھیاں کتھے جاآڑیاں

فرمایا حضرت کا یہ شعر پڑھا تو دِنوں تک تڑپتا پھڑکتا رہا پھر عمر بھر لوگوں کو اس سے تڑپایا اور پھر پھڑکایا۔ کئی نعتیہ دیوانوں پر تنہا یہ شعر بھاری ہے۔ ''گستاخ اکھیاں'' یہاں اس طرح لگی ہیں کہ کائنات کی حیا کا بوجھ ان پر پڑا ہوا ہے۔

## ☆ قبولیتِ دُعا ☆

کپتان غلام محمد صاحب چکڑالہ مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت۔ نے مجھ سے حسب ذیل واقعات بیان کئے انہوں نے فرمایا کہ شاہ جیؒ ''سون سکیسر شہرانگہ'' تشریف لے گئے۔ ایک کارکن کے مکان پر تشریف فرما تھے لوگ جوق در جوق آ کر ملتے تھے لوگوں نے عرض کیا حضرت ایک مدت سے بارش نہیں ہو رہی قحط پڑ چکا ہے۔ ہم غریب نہایت برے حال میں ہیں۔ دعا فرمائیں اللہ کریم رحمت کی بارش نازل فرمائیں۔ یہ سن کر شاہ جیؒ ایک کمرہ میں تنہا اٹھ کر چلے گئے اور دیر تک مصروف دعا رہے۔ یہاں تک شاہ جیؒ کے گریہ کی آواز ہم نے بھی سنی یہی کیفیت تھی کہ بادل امڈے اور بارش سے جل تھل ہو گیا۔

## ☆ سالار کی گھوڑی ☆

ضلع مظفر گڑھ کے ایک موضع میں مجلس احرار اسلام کے سالار احمد بخش کی گھوڑی ایک زمیندار نے شرارتاً اغوا کرادی احمد بخش رپٹ درج کروانے گیا تو تھانیدار نے الٹا احمد بخش کو ڈانٹا اور گالیاں دیں۔ احمد بخش بھی ''احراری'' تھا۔ اس نے

کہا تھانیدار گھوڑی بھی لوں گا اور گالیوں کا مزہ بھی چکھاؤں گا۔ یہ کہہ کر سیدھا امرتسر شاہ جیؒ کے پاس آ گیا اور اپنی مظلومی کی داستان سنائی اور تھانیدار اور زمیندار کو چیلنج دے کر آنے کا بھی بتایا۔ شاہ جیؒ اس کے ساتھ موضع پر پہنچے کھلے جلسہ میں تھانیدار اور زمیندار کو مخاطب ہو کر فرمایا تم میرے غریب ساتھیوں کو تنگ کر کے مرعوب کرنا چاہتے ہو۔ یاد رکھو یہ بخاری کے دل کے ٹکڑے ہیں۔ میں ان کا ہوں اور یہ مجھے نہیں چھوڑ سکتے۔ میں برسرِ عام کہتا ہوں کہ کل عصر تک میرے سالار کی گھوڑی واپس مل جائے اور تھانیدار گالیاں دینے کی معافی مانگے ورنہ تھانیدار کی خیر ہوگی نہ زمیندار کی! دوسرے دن عصر سے پہلے گھوڑی پہنچا دی گئی اور تھانیدار نے خود آ کر سالار احمد بخش سے معافی مانگی تب شاہ جیؒ وہاں سے واپس ہوئے۔

## ☆ اچھا کاروبار ☆

کپتان صاحب کہتے ہیں ملتان میں شاہ جی کے پاس بیٹھا تھا۔ ایک نابینا سائل آیا تو شاہ جی نے اُسے ایک روپیہ دیا۔ وہ چلا گیا۔ کچھ دیر بعد ایک آدمی آیا اور جاتے ہوئے پانچ روپے شاہ جی کو نذر کر گیا۔ وہ گیا ہی تھا کہ ایک عورت آئی اور آتے ہی رونے لگی۔ شاہ جی نے سبب پوچھا تو کہا لڑکی جوان ہے شادی کرنی ہے مگر پلے کچھ نہیں۔ شاہ جی نے کہا! بہن رونے پیٹنے والی قوم مجھے پسند نہیں۔ کسی سے پوچھ لو میرے کوئی ہل تو چلتے نہیں۔ لو یہ پانچ روپے ابھی مجھے کوئی صاحب دے گئے ہیں۔ یہ تم لئے جاؤ، روؤ مت، خیر وہ لے کر چلی گئی تو تھوڑی دیر کے بعد ملتان ہی کے ایک شخص آئے اور شاہ جیؒ کی خدمت میں تیس روپے نذر کر گئے۔ میں یہ سب دیکھ رہا تھا۔ مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں نے کہا شاہ جی! آپ کے بے شک ہل تو نہیں چلتے مگر ایک دیا تو پانچ آ گئے پانچ دیئے تو تیس (۳۰) آ گئے۔ ماشاء اللہ کاروبار یہ بھی اچھا ہے۔ شاہ جیؒ

کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

## ☆ قبولِ اسلام ☆

غلام رسول صاحب دیوانہ پی ٹی آئی ہائی سکول مخدوم پور پہوڑاں نے راقم الحروف سے بیان کیا۔ شاہ جیؒ ایک دفعہ چنیوٹ تقریر فرما رہے تھے۔ تو دوران تقریر میں ہی دو عیسائیوں اور ایک مرزائی نے اسلام لانے کا اقرار کیا اور تقریر کے بعد با قاعدہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

## ☆ صبر و استقامت ☆

کپتان غلام محمد صاحب نے مجھے یہ بھی بتایا کہ ایک دفعہ میانوالی ''میانوں'' کے ایک شادی تھی۔ شادی والوں نے شاہ جی کو دعوت دی ہوئی تھی۔ جب شاہ جیؒ میانوالی تشریف لے گئے اور تانگہ میانوں کے گھر کی طرف روانہ ہوا تو فرمایا: کدھر جا رہے ہو۔ بتایا ''میانوں'' کے ہاں شادی والے کے گھر' فرمایا نہ بھائی پہلے صوفی شیر محمد زرگر کی طرف چلیں گے۔ وہاں ان کی خیر خیریت دریافت کرنے کے بعد شادی والے گھر چلیں گے۔ جب میانوالی میں مجھے جانتا کوئی نہیں تھا تو صوفی تنہا تھا جو مجھے اپنے گھر ٹھہراتا تھا۔ اسی کے صبر و استقامت کے باعث میں یہاں انگریز کی مخالفت کرتا رہا' لہٰذا پہلے وہاں تشریف لے گئے پھر شادی میں شریک ہوئے۔

## ☆ خلقِ عظیم ☆

تقسیم سے قبل ڈاکٹر امبید کر نے اعلان کیا تھا کہ اچھوت کوئی دوسرا مذہب اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ اس زمانے میں لاہور کانفرنس میں شاہ جیؒ نے فرمایا اس وقت

تمام ہندوستان کی توجہ ڈاکٹر امبید کر کے اعلانات کی طرف مرکوز ہے وہ پولیٹیکل اچھوت ہے وہ ہندوؤں سے بخوبی واقف ہے۔اور وہ جانتا ہے کہ ہندوؤں کو دبانے سے کچھ مل جائے گا۔اب وہ ٹاٹ پر بیٹھنا نہیں چاہتا۔ہندوستان کے آٹھ کروڑ اچھوت جو ہزاروں سال حیوانوں کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور کوئی ان کا پرسان حال نہیں۔اگر ان کو مساوات انسانیت کا درجہ کسی مذہب میں حاصل ہو سکتا ہے تو وہ اسلام ہے۔اسلام کے سوا دنیا میں کوئی مذہب اچھوت کو اپنے میں جذب نہیں کر سکتا۔کائنات میں سب سے بڑا غلام اچھوت ہے۔غلام کا جسم اور اس کی کمائی اپنی نہیں ہوتی بلکہ مالک کی ہوتی ہے لیکن اسلام نے اکثر دنیا میں غلام کا درجہ بلند کر دیا ہے اور اچھوت پر سب سے بڑا احسان کرنے والے محمد ﷺ ہیں جنہوں نے اپنی پھوپھی زاد بہن زیدؓ سے منسوب کر دی ہے جو غلام تھے۔

اب ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے عمل سے اور اپنے مذہب کی خوبیوں کے ذریعے اچھوتوں کے ساتھ ایسا سلوک کریں کہ وہ اسلام قبول کرنے کے لیے مجبور ہو جائیں۔اور سوائے مذہب اسلام قبول کرنے کے ان کے لیے کوئی چارہ نہ رہے۔پھر جوش سے فرمایا: کروٹ لو اور پکڑ لو ان گرے ہوئے اچھوتوں کو اور اپنے سینے سے لگاؤ۔ہم روپیہ دے کر کبھی ان کی اصلاح نہیں کر سکتے۔

اسلام اسلام ہے تشنگی بجھانے کے لیے دریا کسی کے گھر نہیں جاتے پیاسے ہی دریا پر جاتے ہیں۔اگر دریا کسی کے گھر جاتے ہیں تو راوی بن کر جاتے ہیں۔کوئی تلوار کارگر نہیں ہوتی۔اخلاق کی تلوار انسان کو ہمیشہ کے لیے رام کر لیتی ہے۔اس لیے اچھوتوں کو ساتھ ملانے کے لیے اور دائرہ اسلام میں لانے کے لیے تم وہ خلق عظیم اختیار کرو جو اسلام نے تم کو بخشا ہے۔(نقاد لاہور ۱۹۳۶)

## ☆ کونسی کتاب لازمی ہے ☆

ایک دفعہ لاہور تقریر کرتے ہوئے فرمایا تمہارے ایک بڑے لیڈر نے کسی سے کہا بخاری سے پوچھو اس نے انڈیا ایکٹ بھی پڑھا ہے میں نے کہلا بھیجا میں نے انڈیا ایکٹ نہیں پڑھا۔تم نے قرآن نہیں پڑھا۔فیصلہ اللہ میاں کی عدالت میں ہوگا۔کونسی کتاب پڑھنا لازمی تھی۔

## ☆ واپس نہ آئیں ☆

۱۹۳۹ء جہلم احرار پارک میں چوہدری افضل حق مرحوم کی صدارت میں تقریر فرماتے ہوئے کہا:۔

قرآن مجید ہمیں نجات کا راستہ بتاتا ہے ہم یہود اور نصاریٰ کو کبھی دوست تصور نہیں کر سکتے۔آج بھی یہ دونوں مل کر فلسطین میں ہمارے عرب بھائیوں پر عرصہ حیات تنگ کر رہے ہیں۔اس پر بھی فوج میں بھرتی ہو کر جانا چاہیں۔وہ شوق سے جائیں، لیکن آؤ مل کر خدا سے دعا کریں کہ یہ لوگ جا کر واپس نہ آئیں۔

## ☆ رُوئے سخن ☆

۱۹۳۵ء لکھنؤ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا: لکھنؤ میں ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کی تعریف کرنا قابل مواخذہ ہے اور اس کی سزاء دو سال قید ہے۔غضب خدا کا یہاں ۸۰ ہزار اہل سنت والجماعت کی آبادی ہے اور وہ اس قانون کو حکومت سے نہیں بدلواتے۔میں حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ اس قانون کو منسوخ کر دے۔یہ مداخلت فی الدین ہے۔گالی بکنا تو جرم ہو سکتا ہے کسی کی تعریف کرنا کیسے جرم ہو سکتا ہے۔قمار بازی، شراب نوشی، عصمت فروشی پر کوئی پابندی نہیں، لیکن خلفاء

راشدینؓ کی تعریف پر پابندی ہے۔حکومت اپنی پوزیشن پر غور کرے۔میں شیعوں سے خطاب نہیں کررہا۔میرا روئے سخن حکومت کی طرف ہے۔شائد کل کوئی کچھ اور سمجھے۔اس لیے کان کھول کرسن لو۔میں تمام یوپی کو ایک مرکز پر جمع کردوں گا۔اور اس قانون کو آئینی جدوجہد سے منسوخ کرادوں گا۔ 

## ☆ گالی نہ دو ☆

ایک دفعہ تقریر میں فرمایا: جو کچھ چاہتے ہو مجھے سمجھادو' گالی سے انسان قائل نہیں ہوتا نہ الزام سے' نہ جھوٹ ہی کو دلیل کہا جاتا ہے مجھے قائل کرلو' میں کسی کا لیڈر نہیں' میں امیر نہیں' مبلغ ہوں یار لوگوں نے شریعت کو نہ ماننے کے لئے مجھے امیرِ شریعت بنا رکھا ہے' لیکن میں امیر نہیں فقیر ہوں۔میں صرف سپاہی ہوں۔اللہ کا سپاہی' رسول کا سپاہی' اسلام کا سپاہی' آزادی کا سپاہی' تمہارا سپاہی اور جب تم مجھے سمجھادو گے پھر تنہا چھوڑ دو' تب میں جانوں اور میدان جنگ جانے' سپاہی میرے' خون میرا' رضا کار میرے قید ہونا پڑے یا تختہ دار پر لٹکنا ہو تم مجھے ہراول دستے میں پاؤ گے۔گالی نہ دو' سمجھادو! (چٹان)

## ☆ طلسم ٹوٹا ☆

امرتسر میں ایک دفعہ کسی بات پر ''ہندو مسلم'' کھچاؤ پیدا ہوگیا۔شاہ جیؒ نے مسلمانوں کا رعب قائم کرنے کے لیے ایک چوک میں جلسہ رکھ دیا۔مفتی حسن صاحبؒ صدر تھے۔مفتی صاحب ''شاہ جی'' سے قبل جلسہ گاہ میں پہنچ گئے انہیں صدارت کی کرسی پر بٹھادیا گیا۔اور تلاوت قرآن پاک اور نظمیں وغیرہ ہوگئیں۔مفتی صاحب مرحوم نے دیکھا کہ شاہ جیؒ صاحب ابھی تک تشریف نہیں لائے تو خود تقریر فرمانے

لگے تھوڑی دیر گزری تھی کہ شاہ صاحب تشریف لے آئے۔ مفتی صاحبؒ یہ کہہ کر بیٹھ گئے کہ دراصل تقریر تو بخاری صاحب کی ہے میں تو وقت گزارنے کے لیے کچھ کہہ رہا تھا۔ شاہ جی تشریف لے آئے اب وہی تقریر فرمائیں گے اور یہ بھی عذر فرمایا کہ میرے پاؤں میں تکلیف ہے اس لیے مجھے جانے کی اجازت دے دی جائے۔

(مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ عرصہ سے پاؤں کی تکلیف میں مبتلا تھے۔ بالآخر ایک پاؤں کٹوانا پڑا تھا) چنانچہ ایک رضا کار تانگہ لینے چلا گیا۔ شاہ جی کی تقریر شروع ہوگئی اس وقت چونکہ ''ہندو مسلم'' مناقشت کا سوال تھا تقریر ابتداء ہی میں سحر آفریں انداز اختیار کرگئی۔ آدھ پون گھنٹہ گزر گیا مگر حضرت مفتی صاحبؒ سراپا توجہ بن کر شاہ جیؒ کی تقریر میں کھوئے ہوئے تھے انہیں اپنی تکلیف کا احساس تک نہ رہا۔ تقریر میں اس وقت شاہ جیؒ حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کا قصہ نہایت بارعب اور دلفریب انداز میں بیان فرمارہے تھے۔ اور جذبات میں ڈوبے ہوئے تھے۔ جب شاہ جی نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے عمرؓ کا دامن کھینچ کر فرمایا: عمر کس نیت سے آیا ہے اور حضرت عمرؓ نے فوراً کلمہ شہادت پڑھ کر اظہار ایمان کردیا۔ جس پر ''دارارقم'' میں بیٹھے ہوئے تمام صحابہ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ اس موقع پر مجمع نے بھی اللہ اکبر بلند کیا۔ نعرہ کے بعد ایک دم بازار کی ایک طرف شور اٹھا اور ایک گھوڑے کے بے تحاشا بھاگنے کی آواز آئی۔ کچھ لوگ تحقیق کے لیے بھاگے تو پتہ چلا جس رضا کار کو تانگہ لینے کے لیے بھیجا تھا وہ تانگہ لے کر آیا اور تقریر میں ایسا کھوگیا کہ مفتی صاحب کو اطلاع دینا یاد نہ رہا۔ اور حضرت مفتی صاحب بھی ایسے بھولے کہ کسی سے پوچھا تک نہیں کہ ابھی تک تانگہ کیوں نہیں آیا۔ تانگے والا بیس پچیس منٹ انتظار کرنے کے بعد خود آیا کہ اسٹیج والوں سے پوچھوں کہ سواری کیوں نہیں آئی مگر خود تانگے والا بھی تقریر کے سحر میں آگیا۔ اب

تانگہ تنہا کھڑا تھا۔اچانک فلک شگاف نعرہ اللہ اکبر سے گھوڑا ڈر کے بھاگا تو یہ طلسم ٹوٹا تب کہیں مفتی صاحب اس تانگہ میں تشریف لے گئے۔

## ☆ کفار کے چہرے سیاہ پڑ گئے ☆

۱۹۵۳ء تحریک ختم نبوت سے ایک ماہ قبل جب تمام زعماء علماء مشورہ کے لیے کراچی جمع تھے۔ان دنوں ایک روز شاہ جیؒ دفتر ختم نبوتؐ میں چارپائی پر تشریف فرما تھے۔راقم الحروف بھی خدمت میں بیٹھا تھا کہ قاری ظفر قاسمیؒ صاحب (جو ریڈیو پر قرآن پاک کی تلاوت فرماتے تھے) تشریف لے آئے۔انہیں دیکھتے ہی شاہ جیؒ کھڑے ہو گئے اور لپک کر گلے سے لگالیا۔ظفر قاسمی صاحب نے کہا: شاہ جی! آپ ناحق بندہ کو شرمندہ نہ کریں تشریف رکھیں۔شاہ جی نے فرمایا: بیٹا ظفر میں تیرے احترام میں کھڑا نہیں ہوا' میں نے اس خون کا احترام کیا ہے جو تمہاری رگوں میں ہے۔آہ مولانا قاسم بیٹا تم ان کی اولاد ہو جن کا یہ حال تھا کہ فلاں جگہ (مجھے جگہ کا نام بھول گیا) آریوں کے ساتھ حقانیت اسلام پر مناظرہ تھا۔علماء وقت حاضر ہوئے کہ حضرت آپ مناظرہ فرمائیں۔فرمایا آپ علماء حضرات ہیں آپ حضرات کے ہوتے ہوئے مجھ جیسے ''ہیچ مداں'' میں طاقت نہیں۔بہر حال علماء کرام کے اصرار پر منظور فرمالیا۔مگر ساتھ ہی یہ قید لگادی کہ مجھے کوئی لینے نہ آئے میں وقت پر خود پہنچ جاؤں گا۔آریہ مناظر مسلمان زعماء اور عوام سب مناظرہ گاہ میں پہنچ چکے تھے۔مناظرہ کے وقت کو چند منٹ رہ گئے مسلمان عوام وخواص پر پریشانی کا عالم تھا۔علماء و منتظمین اٹھ اٹھ کر حضرت کی راہ دیکھتے تھے۔حتیٰ کہ جب وقت بالکل پورا ہو گیا۔تو آریہ مناظر نے پکارا آپ کے مولوی صاحب ابھی تک نہیں پہنچے کیا خیال ہے یہ کہنا تھا کہ سب

نے دیکھا حضرت ایک دم اسٹیج کے قریب سے پھلانگ کر اسٹیج پر تشریف لے آئے۔ اب حیران تھے کہ حضرت اگر موجود تھے تو بیٹھے نظر نہیں آئے۔ اگر اب ہی تشریف لائے ہیں تو آتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا۔ خیر مسلمانوں کی جان میں جان آئی۔

حضرت کھڑے ہو گئے اور آریہ مناظر سے مخاطب ہو کر فرمایا ہم تو آ گئے مگر تم ہم سے مناظرہ کے لیے تیار ہو۔ اس نے للکار کر کہا کیوں نہیں۔ حضرت نے فرمایا تو پھر تیار ہو جاؤ یہ کہہ کر دوش مبارک پر رکھے ہوئے رومال کو لے کر آریہ مناظر کی طرف کر کے لہرایا اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی "**لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم**" حضرت کا یہ آیت مبارک کا تلاوت فرمانا تھا کہ آریہ مناظر اسٹیج چھوڑ کر بے تحاشا بھاگا۔ لوگ حیران تھے اسے کیا ہوا ابھی تو یہ للکار رہا تھا۔ ابھی متوحش ہو کر بن بات کئے بھاگ اٹھا۔ کفار کے چہرے سیاہ پڑ گئے۔ اور سب آن کی آن میں منتشر ہو گئے۔ مسلمان باشان وشکوہ میدان جیت کر لوٹے جب اس کے گھر جا کر اس کے ساتھیوں نے پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا تھا۔ اس نے بتایا کہ جب مولوی صاحب نے میری طرف لپکی رومال جھاڑ اٹھا تو اس میں سے ایک مخلوق آگ لے کر جوق در جوق میری طرف لپکی اگر میں بھاگ نہ اٹھتا تو جل کر خاک ہو جاتا۔ پھر کافی دیر تک حضرت نانوتویؒ کی تعریف فرماتے رہے۔

## ☆ بہادر کمینہ نہیں ہوتا ☆

۱۹۳۹ء ایک تقریر میں فرمایا تم میرے بارے میں جو چاہو سوچ لو مسلمانوں کا یہ شعار ہو گیا ہے کہ وہ برائیاں عقاب کی آنکھ سے چنتا ہے اور صبا کی رفتار

سے پکڑتا ہے۔ کبھی کبھی نیکیوں پر بھی نگاہ کرلیا کرو۔ تمہاری فطرتیں اس سے خوب صورت ہوتی چلی جائیں گی۔

شاہ جی رحمتہ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ بہادر کمینہ نہیں ہوتا اور کمینہ بہادر نہیں ہوتا۔

## ☆ رخساروں پر آنسو ڈھلک آئے ☆

حضرت مولانا دوست محمد صاحب قریشیؒ فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ راجن پور میں شاہ صاحب کی تقریر تھی۔ شاہ جی نے تقریر کرتے ہوئے آنحضورؐ کے زمانہ شباب سے قبل کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے عوام کو سمجھانے کے لیے فرمایا حضورﷺ جب ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچے تھے۔ ابھی جوانی میں قدم نہیں رکھا تھا اپنی پنجابی میں یوں سمجھو۔ حضور ابھی ''چھوہر'' تھے۔ منڈے ہی تھے خیر تقریر ختم ہوگئی۔

جب تقریر کے بعد شاہ جی قیام گاہ پر پہنچے نصف رات ہو چکی تھی کچھ لوگ شاہ جی کے ساتھ قیام گاہ پر آ گئے۔ ان میں اسے ایک شخص نے کہا۔ شاہ جیؒ ماشاءاللہ تقریر تو خوب ہوئی مگر ایک بات آپ نے خراب کی ہے شاہ جیؒ نے پوچھا کیا۔ کہا آپ نے حضورﷺ کو ''منڈا'' کہا۔

ہمارے ہاں لفظ ''منڈا'' اچھے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا۔ یہاں تو...... لچے لفنگے کو عموماً منڈا کہتے ہیں۔ شاہ جی نے یہ سنا تو تڑپ اٹھے۔ فرمایا: اچھا آپ نے مجھے وہیں کیوں نہ ٹوک دیا۔ استغفراللہ' استغفراللہ یہ بہت برا ہوا۔ ہمارے ہاں تو منڈا لڑکے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ مجھے کیا خبر تھی میری توبہ۔ شاہ جی کی طبیعت نہایت افسردہ اور پریشان ہوگئی۔ وہ لوگ آخر اٹھ کر چلے گئے۔ میرا قیام بھی حضرت شاہ صاحب کے ساتھ ہی تھا۔ تمام رات شاہ جی بے چین رہے۔ کبھی لیٹ

جاتے کبھی اٹھ بیٹھتے اور بار بار فرماتے الٰہی میری توبہ اے اللہ تو جانتا ہے میں نے حضورﷺ کی توہین نہیں کی۔ جب اسی بے چینی میں کافی وقت گزر گیا تو میں نے عرض کی۔ شاہ جی آپ اطمینان رکھیں اللہ تعالیٰ دلوں کی باتیں جانتے ہیں۔ خدانہ کرے آپ کی نیت تو حضورﷺ کی توہین کی نہیں تھی۔ آپ اب آرام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائیں شاہ جیؒ نے فرمایا مولانا یہ ٹھیک ہے۔ مگر مجھے چین نہیں آتا۔ مجھے کیا خبر تھی یہاں اس لفظ کا مفہوم ہی کچھ اور ہے۔ میں نے بہت تسلی دینے کی کوشش کی مگر شاہ صاحب رات بھر تڑپتے رہے اور بار بار آہیں بھرتے اور استغفار کرتے رہے، صبح ہوئی تو میزبان آئے۔ ان سے فرمایا آج پھر میری تقریر کا اعلان کردو۔

تقریر کا اعلان ہوگیا۔ شاہ جیؒ جب تقریر فرمانے کے لیے چلے تو ہاتھ میں معمولی اور ناکارہ سی لکڑی کا ٹکڑا لے لیا۔ اسی طرح اسٹیج پر تشریف لے گئے اور لکڑی میز پر رکھ دی۔ میں حیران تھا کہ شاہ جیؒ نے یہ لکڑی کیوں ساتھ رکھی ہے۔ بہرحال تقریر فرمائی اور تقریر فرماتے ہوئے رات والے لفظ پر آگئے کہ رات میں نے حضور ﷺ کا لڑکپن سمجھانے کے لیے جس لفظ کا استعمال کیا ہمارے ہاں اس کے معنی یہی ہیں۔ پھر وہ لکڑی ہاتھ میں لے کر فرمایا: آپ کے قصبہ میں اس کو کیا کہتے ہیں۔ لوگوں نے بتایا پھر فرمایا کہ یہاں سے دور فلاں جگہ ہے وہاں کے لوگ آئے ہوں گے ہاتھ اٹھائیں۔ پھر ان سے پوچھا آپ اس کو کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے کچھ اور ہی نام بتایا۔ اسی طرح کئی علاقوں اور قصبوں کے آدمیوں سے پوچھا تو اس مجمع میں اس لکڑی کے پانچ چھ نام لئے گئے۔ پھر آپ نے سمجھایا کہ اسی طرح میں نے آنحضورﷺ کے لڑکپن کو کئی زبانوں میں سمجھانا چاہا تھا۔ اگر سمجھاتے ہوئے ایک لفظ کے معنی آپ کے ہاں ''ناشائستہ سے'' ہیں تو میں نے دانستہ ایسا نہیں کیا۔ میں نے صرف آپ کو سمجھانے

کی خاطر کیا تھا۔ آپ اس لفظ کے معنی وہی لیں جو میری مراد تھی ورنہ عطا اللہ اور حضور ﷺ کی گستاخی توبہ ہے توبہ ہے۔ اس وقت شاہ صاحب پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ گرج کر فرمایا: لوگو! گواہ رہو میں نے حضور ﷺ کی توہین نہیں کی۔ پھر آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا: یہ الفاظ اسی کیفیت میں دہرائے کہ تمام مجمع چیخنے لگا۔ شاہ جیؒ کے رخساروں پر آنسو ڈھلک آئے اور روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔

## ☆ میری ناک کاٹ دی ☆

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ مرحوم (سرگودھا) نے احقر سے خود یہ واقعہ بیان فرمایا: کہ شاہ صاحب ایک دفعہ میرے مربی اور مرشد حضرت مولانا خان عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ''کندیاں'' تشریف لے گئے حضرت نے ایک خادم کو بھیج کر مجھے بلوایا اور مجھ سے فرمایا بخاری آئے ہوئے ہیں۔ تم ان کے پاس رہو تم ان کے مزاج شناس ہو۔ میں تو خاموش طبیعت آدمی ہوں۔ ان ایام میں ایک روز عصر کی نماز میں شاہ جیؒ اور میرے حضرت رحمۃ اللہ علیہ باجماعت نماز میں ساتھ ساتھ ہی کھڑے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میرے حضرت نے فوراً ہی فرمایا محمد شفیع طبقات شافعیہ کی آخری جلد جلدی لے آؤ۔ میں لے کر آیا تو فرمایا کہ فلاں باب نکالو۔ باب نکالا تو فرمایا بلند آواز سے پڑھو۔ میں نے پڑھا تو شاہ جیؒ رونے لگے اور حضرت یہ کہہ کر تشریف لے گئے ''شاہ صاحب'' بات سمجھ میں آگئی'' بعد میں شاہ جی سے میں نے پوچھا کہ کیا بات تھی شاہ جیؒ نے فرمایا کہ وہ واقعہ یہ ہوا کہ میں حضرت کے ساتھ نماز میں کھڑا تھا تو اچانک میرا خیال اس طرف چلا گیا کہ حضرت کے صاحبزادے فوت ہوگئے اور ان کی دو جوان بیویاں بیوہ ہوگئیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی جوانیاں عزت و آبرو سے گزار دے اس پر حضرت نے طبقات شافعیہ والا قصہ سنا کر

میری ناک کاٹی کہ اگر ایک عورت بارہ سال بغیر کچھ کھائے پیئے گزار سکتی ہے تو میری بہوئیں خواہشات نفسانی سے محفوظ کیوں نہیں رہ سکتیں۔

طبقات شافعیہ کا واقعہ حسب ذیل ہے:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے سنا کہ مصر میں ایک عورت نے بارہ سال کچھ نہیں کھایا پیا اور بالکل تندرست توانا ہے۔ مجھے اس معاملے کی تحقیق اور اس عورت سے ملنے کا بڑا شوق پیدا ہوا جب میں اس کی رہائش گاہ پر پہنچا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ کسی گاؤں میں اپنی ہمشیرہ سے ملنے گئی ہوئی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں بھی اسی طرف چل دیا۔ امام صاحب جا ہی رہے تھے کہ ایک عورت کو اسی راستے میں دوسری طرف سے آتے ہوئے دیکھا۔

امام صاحب فرماتے ہیں مجھے شبہ ہوا یہ وہی عورت نہ ہو میں نے اس سے پوچھا تو وہی عورت نکلی۔ اور اس نے واقعہ کی تصدیق کی میں نے جب سبب دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ میرا خاوند فلاں جہاد میں شہید ہوا تو میں اس کی لاش پر گئی۔ اس کی لاش کو دیکھ کر رو رہی تھی کہ اچانک مجھ پر نیند کا غلبہ ہو گیا۔ خواب میں دیکھتی ہوں کہ میرا خاوند دوسرے چند شہیدوں کے ساتھ کچھ کھا رہا ہے۔ میرے خاوند نے ساتھیوں سے کہا کہ یہ میری دنیا کی بیوی ہے۔ اجازت ہو تو اسے کچھ کھانا دے دوں۔ انہوں نے اجازت دے دی تو اس نے اس میں سے کچھ مجھے دیا۔ جسے میں نے کھا لیا۔ اسی اثنا میں میری آنکھ کھل گئی۔ اس غذا کا ذائقہ میری زبان پر تھا۔ اس دن سے آج تک مجھے بھوک نہیں لگی نہ کچھ کھانے کو جی چاہتا ہے بلکہ دنیا کا کھانا دیکھ کر طبیعت نفرت کرتی ہے۔

## ☆ ڈھاک کے تین پات ☆

۱۹۴۵ء میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا: چوالیس (۴۴) برس لوگوں کو قرآن سنایا پہاڑوں کو سناتا تو عجب نہ تھا کہ ان کے سنگینوں کے دل چھوٹ جاتے غاروں سے ہم کلام ہوتا۔ تو جھوم اٹھتے۔ چٹانوں کو جھنجوڑتا تو چلنے لگتیں' سمندروں سے مخاطب ہوتا تو ہمیشہ کے لیے طوفان بلند ہوجاتے۔ درختوں کو پکارتا تو وہ رونے لگتے۔ کنکریوں سے کہتا تو وہ لبیک کہہ اٹھتیں۔ صرصر سے گویا ہوتا تو وہ صبا ہوجاتی' دھرتی کو سناتا تو اس میں بڑے بڑے شگاف پڑجاتے جنگل لہرانے لگتے۔ صحرا سر سبز ہوجاتے۔

میں نے ان لوگوں کو خطاب کیا۔ جن کی زمینیں بنجر ہوچکی ہیں جن کے ہاں دل ودماغ کا قحط ہے۔ جن کے ضمیر عاجز آچکے ہیں جو برف کی طرح ٹھنڈے ہیں جن کی پریشانیاں نہایت خطرناک ہیں۔ جن کی منزل المناک جن سے گزر جانا طرب ناک ہے۔ جن کے سب سے بڑے معبود کا نام طاقت ہے۔

## ☆ دیوانہ بنادیا ☆

ایک دن ملتان' راقم الحروف اور کچھ دیگر احباب بیٹھے تھے۔ باتوں باتوں میں بڑے ہندوستانی لیڈروں کا ذکر چھڑ گیا۔ موتی لال کا ذکر آیا تو سائمن کمیشن رپورٹ کے خلاف مراد آباد کے جلسے کا واقعہ سنایا۔

فرمایا پنڈت موتی لال نہرو نے اس رپورٹ کے خلاف ریزولیشن پیش کرنا تھا۔ اور میرے ذمہ اس ریزولیشن کی تائید تھی۔ پنڈت نہرو موتی لال ایک لائق بیرسٹر' بہترین سیاسی مدبر تھا اس نے رپورٹ کے خلاف نہایت اہم قانونی اور سیاسی نکات بیان کیے۔ اب میں سوچ رہا تھا کہ ایک ایسے خاص مسئلہ میں کن دلائل کے

ساتھ تائید کروں گا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ آج پہلا موقع تھا کہ مجھے احساس شکست ہونے لگا۔ میں اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ پنڈت جی نے تقریر ختم کر کے کہہ دیا کہ اب سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ آپ کے سامنے اس ریزولیشن کی مزید وضاحت اور تائید فرمائیں گے۔

میں اسی بے دلی کے عالم میں اٹھا کہ کیا کہوں گا میں ابھی اسٹیج پر ہی کھڑا ہوا تھا کہ سامنے دیکھا کچھ نوجوان سائمن کا جنازہ بنائے ہائے ہائے کرتے جلسہ گاہ کی طرف آرہے ہیں۔ غالب مرحوم کام آگئے۔

ہوئے تم جو مر کے رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا
نہ کبھی جنازہ اُٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

میرا یہ شعر پڑھنا تھا کہ شعر تیر کی طرح لوگوں کے دلوں میں تراز و ہوگیا۔ عوام تڑپ اٹھے ایک شور برپا ہوگیا۔

موتی لال پکار اٹھے ارے شاہ جیؒ غضب کے آدمی ہو یہ لوگوں کو کیا کر دیا۔ ہم نے اتنا مغز کھپایا اتنا سمجھایا ایک آدمی نے بھی واہ نہ کہا۔ آپ نے ایک شعر سے سب کو دیوانہ بنا دیا۔

## ☆ ورنہ مارا جائے گا ☆

مولانا لال حسین اخترؒ فرماتے ہیں تقسیم سے قبل صوبائی الیکشن میں تحصیل ڈسکہ سے ایک مرزائی امیدوار بھی تھا اور مرزائی امیدواروں کے خلاف ہمارا محاذ خصوصیت کے ساتھ تھا۔ اسی اثنا میں چودھری عبدالغنی گھمن نے صاحبزادہ فیض الحسن صاحب سے جو اس وقت گوجرانوالہ میں کسی علالت کے سبب صاحب فراش

تھے۔ ملاقات کی اور کہا کہ ڈپٹی کمشنر نے مجھے بلا کر ہدایت کی ہے کہ تم اپنے موضع کے تمام ووٹ مرزائی اُمیدوار کو لے کر دینا۔ اور میں نے ان سے پکا وعدہ کر لیا ہے کہ ان کے حکم کی پوری طرح تعمیل ہوگی۔ لہٰذا آپ بخاری صاحب کو کہہ دیں کہ وہ ہمارے گاؤں میں مرزائی امیدوار کی مخالفت کرنے نہ آئیں۔ نہ وہ جا کر اس کے خلاف ووٹ مانگیں، اگر انہوں نے میری بات نہ مانی تو نتائج خطرناک ہوں گے۔ میں نہیں چاہتا کہ ایک عالم اور سید کے خون سے ہمارے ہاتھ بھریں۔ میرے اس مشورہ کو اگر نہ مانا گیا تو پھر بات صاف ہے۔ دنیا پہلے ایک سید کی شہادت پر آج تک رو رہی ہے پھر اسے بھی روئے گی۔ بہتر یہی ہے کہ وہ میری بات مان لیں اور میرے موضع کا رخ نہ کریں۔ مولانا فرماتے ہیں۔ صاحبزادہ صاحب نے مجھے بلوا بھیجا اور سارا واقعہ من وعن سنا دیا۔ اور کہا اب سوچ سمجھ لو۔ ساتھیوں سے مشورہ کر کے جیسا مناسب ہو قدم اٹھائیں۔ مولانا بتاتے ہیں کہ شاہ جی کہیں دورہ پر تھے۔ ہم نے مشورہ کر کے یہی طے کیا کہ ہمیں ان کی دھمکی سے مرعوب نہیں ہونا چاہئے۔ ورنہ مرزائی اُمیدوار کامیاب ہو جائے گا۔ ہم نے گرد ونواح کے تمام رضا کاروں کو پیغام پہنچا دیا کہ وہ جمعہ اس موضع میں پڑھیں اور باوردی آئیں۔ ادھر ہم نے شاہ جی کو تار دے کر بلایا اور اس موضع میں اعلان کروا دیا کہ یہاں جمعہ لال حسین اخترؒ پڑھائیں گے اور اس کے بعد شاہ جی کی تقریر ہوگی۔ شاہ جی جب جمعہ کے روز صبح تشریف لے آئے تو میں اور شاہ جیؒ اور دیگر احباب کار میں بیٹھ کر ڈسکہ کی طرف اس موضع کو روانہ ہو گئے۔ میں نے راستے میں شاہ جی کو سارے حالات سے آگاہ کیا۔ شاہ جیؒ خاموشی سے سنتے رہے۔ جب میں بات ختم کر چکا تو میں نے پوچھا شاہ جی! کیا خیال ہے ہم نے وہاں جانے کا فیصلہ صحیح کیا یا غلط، فرمایا مولوی صاحب جو رات قبر میں آنی ہے وہ باہر نہیں آسکتی۔ بہرحال ہم جب وہاں پہنچے تو ہمارے سینکڑوں رضا کار باوردی پہنچ چکے تھے اور سارے گاؤں

میں گہما گہمی تھی۔ رضا کاروں نے استقبال کیا۔ ہم اترے اور اسٹیج کی طرف چلے۔ وہاں پہنچے تو خاصا مجمع ہمارے انتظار میں تھا۔ رضا کاروں نے چاروں طرف سے جلسہ گھیر لیا تھا اور اسٹیج کے گرد بھی بہت سے رضا کار پہرہ دینے لگے۔ جب میں خطبہ کے لیے کھڑا ہوا تو پہلے تین صفیں ساری کی ساری مخالفین کی تھی۔ سب مسلح تھے' بندوقیں' کلہاڑیاں' ٹو کے ہاتھوں میں لیے بیٹھے تھے۔ اس وقت مجھے خیال آیا کہ ہم سے غلطی ہوگئی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ پہلی صفوں میں رضا کاروں کو بٹھاتے تاکہ مخالف آسانی سے حملہ آور نہ ہو سکے۔ میں نے آہستہ سے یہ بات شاہ جیؒ کے کان میں کہی۔ شاہ جیؒ نے فرمایا اب چھوڑو۔ اللہ کے سپرد کرو اور خطبہ دو۔ میں نے ابھی خطبہ کے چند الفاظ کہے تھے کہ کہ چوہدری عبدالغنی پہلی صف کے درمیان سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور پکار کر کہا مولوی صاحب! وعظ بے شک کہو۔ جمعہ کی نماز پڑھاؤ' ہم وعظ سنیں گے۔ نماز تمہارے پیچھے پڑھیں گے۔ مگر یہ یاد رکھو اگر الیکشن کے متعلق یا ہمارے اُمیدوار کے خلاف ایک لفظ بھی کہا تو یہ بندوقیں' کلہاڑیاں اور ٹوکے تمہارے سروں اور سینوں پر ہوں گے۔ ہم نے پہلے بتا دیا ہے۔ بعد میں کوئی نہ کہے کہ ہم نے زیادتی کی ہے۔ یہ کہہ کر وہ بیٹھ گیا تو شاہ صاحب نے ایک دم میرا ہاتھ کھینچ کر مجھے بٹھا دیا اور ایسے جوش اور جلال سے کھڑے ہوئے کہ میں نے نہ کبھی پہلے اور نہ کبھی بعد میں ان کو ایسے جوش اور جلال میں دیکھا۔ شاہ جیؒ نے بغیر کچھ کہے خطبہ مسنونہ شروع کر دیا۔ خطبہ کے بعد چند آیات قرآنی تلاوت فرما کر ان کا ترجمہ کیا۔ پھر ایسے پر جوش اور والہانہ انداز سے تقریر جاری رکھی کہ کسی کو کچھ ہوش نہ تھا۔ حتیٰ کہ الیکشن کے موضوع پر آگئے اور جانی دشمن بیٹھے سن رہے تھے۔ تقریر کرتے ہوئے شاہ جیؒ نے ایسی بے خودی اور بے ساختگی کے انداز میں گرج کر فرمایا۔ وہ دیکھو ملائکہ ہاتھوں میں قلم لیے اور سامنے رجسٹر رکھے بیٹھے ہیں جو مسلمان امیدوار کو ووٹ دے گا

اس کا نام جنتیوں میں لکھیں گے اور جو مرزائی امیدوار کو ووٹ دے گا اس کا نام دوزخیوں میں لکھیں گے لوگو! تمہیں خدا کی قسم ہے بتاؤ تم کیا چاہتے ہو جو چاہتا ہے کہ ملائکہ اس کا نام جنتیوں میں لکھیں وہ ہاتھ کھڑا کرے یکدم تمام مجمع نے ہاتھ کھڑے کر دیئے جب شاہ جیؒ نے غور سے دیکھا تو پہلی تین صفیں جو مخالفین کی تھیں ان میں سے کسی نے ہاتھ کھڑا نہیں کیا تھا۔ شاہ جیؒ نے فوراً للکارا ''عبدالغنی'' ہاتھ اٹھا دے ورنہ مارا جائے گا۔ تیرا اور تیرے ساتھیوں کا نام دوزخیوں میں نہ آجائے۔

شاہ جی نے کچھ ایسے بارعب انداز میں یہ جملے کہے کہ عبدالغنی نے جھٹ اپنا ہاتھ بلند کر دیا۔ اسے دیکھتے ہی اس کے باقی ساتھیوں نے بھی ہاتھ کھڑے کر دئے۔ پورا پنڈال اللہ اکبر کے نعروں سے گونجنے لگا اور ہم لوگ بہ ہزار خاطر و مدارات وہاں سے کامیاب واپس آئے۔

## ☆ وہ جمال ہے جو کمال ہے ☆

برادرم محترم سعید الرحمٰن صاحب لدھیانوی بی اے بی ٹی ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول شیخوپوری فرماتے ہیں۔ ۱۹۴۶ء لدھیانہ محلہ چھاونی میں حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر کے دوران فرمایا' ارادہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بیعت کرنے کا تھا۔ اسی اثنا میں حضرت مدنیؒ امرتسر تشریف لائے اور ایک جلسہ میں تقریر فرمانے والے تھے۔ میں نے اس جلسہ میں چند جملے تعارف کے طور پر کہے کہ حضرت مدنیؒ دارالعلوم دیوبند کے سب سے بڑے شیخ الحدیث ہیں۔ یہ کہہ کر میں نے حضرت کے چہرہ پر نگاہ ڈالی تو حضرت کا چہرہ غصہ سے تمتمار ہا تھا۔ یہ دیکھ کر میں حضرت کے جلال کی تاب نہ لا سکا۔ مارے ندامت کے اسٹیج چھوڑ کر گھر بھاگ گیا۔ پھر فرمایا حضرت مدنی میں باپ کا جلال ہے۔ پھر میں وہاں گیا جہاں ماں کی محبت تھی۔ (یعنی رائے پور) حضرت شیخ عبدالقادر رائے پوریؒ کے پاس وہ جمال ہے

جو کمال ہے۔ان کی صحبت میں چند گھڑیاں گزارنے سے قلب کی حالت یہ ہوتی ہے جیسے کھوٹے سونے کو بھٹی میں ڈال کر کندن بنا دیا ہو۔

## ☆ ایک خطیب کی ضرورت ہے ☆

حضرت مولانا دوست محمد قریشی فرماتے ہیں۔ایک دفعہ شاہ صاحب ''پنڈی بھٹیاں'' تشریف لائے۔ایک صاحب نے کہا شاہ جی ہمیں ایک خطیب کی ضرورت ہے مگر اس میں چند خصوصیات ضروری ہیں اگر کوئی صاحب نگاہ میں ہوں تو انہیں ہمارے ہاں رکھوادیں۔فرمایا بھئی وہ خصوصیات کیا ہیں۔اس نے کہا۔بہترین قاری ہو اور خوش الحان بھی۔فرمایا اور اس نے کہا بیان میں تاثیر بھی ہو۔فرمایا اور کہا مخلص اور پاکباز ہو۔فرمایا کوئی اور پھر اس نے کہا بس علم کا دھنی اور عمل کا پورا ہو۔شاہ جی پوری متانت سے سوال کر کے جواب لیتے رہے۔جب وہ کہہ چکا تو مسکرا کر فرمایا۔بھئی تم یہ کیوں نہیں کہتے کہ ''پنڈی بھٹیاں'' کے لیے ایک نبی کی ضرورت ہے اور نبی اب آ نہیں سکتا۔کیونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اس لطیفہ پر تمام اہل مجلس کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

## ☆ دامنِ اسلام ☆

مرزا غلام نبی صاحبؒ جانباز نے بتایا۔غالباً ۱۹۳۳ء کا واقعہ ہے ریاست نابھہ میں انجمن اسلامیہ کے جلسہ گاہ میں تشریف لے جانے کے لیے قیام گاہ کی سیڑھیاں اتر رہے تھے ایک بھنگی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے ہمیں اترتے ہوئے دیکھ کر یکدم سمٹ کر دیوار کے ساتھ ہو گیا۔شاہ جی نے پوچھا۔میاں کیا بات ہے۔اس نے کہا جی بھنگی ہوں۔فرمایا انسان تو ہو۔پھر اس کا بازو پکڑ کر سینے سے لگالیا۔اس عمل کے بعد شاہ جی نے عالم حیرت میں چھوڑ کر جلسہ گاہ کی طرف چل

دیئے۔ دوسرے دن شاہ جی شام کے قریب چارپائی پر بیٹھے چائے پی رہے تھے کہ ایک شخص اُجلے کپڑے پہنے ہوئے آیا اور آ کر پائنتی کی طرف بیٹھ گیا۔ شاہ جی نے پوچھا کہو بھائی کہاں سے آئے ہو۔ اس نے کہا جناب میں وہی بھنگی ہوں جسے کل آپ نے سینے سے لگایا تھا۔ شاہ جی نے خوش ہو کر فرمایا اچھا بھئی اب تو تم نئے روپ میں آئے۔ تمہارا نام کیا ہے۔ اس بتایا گلاب۔ پیار سے فرمایا واقعی تم تو گلاب ہو۔ پھر اسے اپنے ہاتھ سے چائے بنا کر دی اس نے پی لی۔ پھر وہ گیا اور اپنی بیوی اور بچوں کو ساتھ لے آیا کہ شاہ جی یہ آپ کی بہو ہے۔ یہ آپ کے پوتے پوتیاں ہیں۔ آپ نے مجھے سینے سے لگایا میں ان سب کو لے کر آپ کے قدموں میں آ گیا' ہمیں مسلمان کر لیجئے۔ چنانچہ وہ کنبے کا کنبہ دامن اسلام میں آ گیا۔

## ☆ بے صبری کیوں؟ ☆

مولوی محمد اسحاق صاحب سلیمی ''اوکاڑہ'' نے بتایا کہ ایک دفعہ ملتان شاہ جیؒ نے دوران گفتگو میں بتایا کہ ایک روز گھر میں کچھ نہ تھا۔ اس کی رحمت و ربوبیت کے آسرے پر یقین کر کے لیٹا ہی تھا۔ کہ ایک شخص دو بوری گندم لے کر آ گیا جو ایک صاحب نے شجاع آباد کے قریب ایک قصبہ سے بھیجی تھیں۔ دونوں بوریاں ڈیوڑھی میں پڑی تھی جب وہ شخص چلا گیا تو سوچا گھسیٹ کر اندر پہنچا دوں۔ جا کر بوری کو اٹھایا تو وہ اٹھ نہ سکی۔ پھر خیال کیا آخر یہ بے صبری کیوں جس نے وہاں سے یہاں تک پہنچا دیں وہ اندر بھی رکھوا دے گا۔ یہ خیال آیا ہی تھا کہ اس وقت دو طالب علم آ گئے اور بوریاں اندر پہنچا دیں۔

## ☆ جاں بحق ☆

مرزا غلام نبی صاحب جانباز نے بتایا کہ متحدہ ہندوستان کے زمانہ میں ایک

دفعہ شاہ جی بمبئی میں تقریر فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے بڑھ کر چھرے سے قتل کرنے کے لیے حملہ کر دیا۔ محمد صدیق نامی ایک پٹھان فوراً شاہ جی کے سامنے آ کر سپر بن گیا وہ چھرا اس تک کے لگا اور وہ وہیں جاں بحق ہو گیا۔

## ☆ انکساری ☆

مولانا محمد عبداللہ صاحب شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال (منٹگمری) فرماتے ہیں ایک دفعہ ملتان شاہ جی کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ باتوں میں یہ بھی ذکر آیا کہ احادیث میں یہ واقعات ملتے ہیں حضور ﷺ جب صحابہ کرامؓ میں تشریف فرما ہوتے اور کوئی نو وارد یا ناواقف آتا تو پوچھتا کہ آپ میں محمد ﷺ کون ہیں؟ اب سوال یہ زیر بحث آ گیا۔ حضور ﷺ جبکہ سراپا حسن و خوبی تھے ظاہری اور وجاہت کے اعتبار سے بھی کوئی شخص ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا تو کیا وجہ تھی کہ نو وارد تمیز نہ کر سکتا کہ اس مجلس میں حضور ﷺ کون ہیں۔ اس پر شاہ جی نے فرمایا میری سمجھ میں تو کچھ یوں آتا ہے کہ حضور ﷺ کا چہرہ مرکز انوار و تجلیات تھا صحابہ کرام جب خدمت میں بیٹھتے تو حضور ﷺ کے چہرہ مبارک کا پرتو ان پر بھی پڑتا جس سے ان کے چہرے بھی پر انوار ہو جاتے۔ لہٰذا جب ناواقف آتا تو اپنی بے خبری کے باعث اسے دریافت کرنا پڑتا کہ محمد ﷺ کون ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں میں شاہ جی کی اس توجیہہ پر بے ساختہ داد دینے لگا تو از راہ انکساری فرمایا۔ مولانا یہ آپ کی برکت سے حل ہوا ہے۔

## ☆ گمراہ اور بدعقیدہ ☆

راقم الحروف کا اکثر ملتان آنا جانا رہتا تھا۔ ایک دفعہ خیال آیا کہ آج جتنے

معروف بزرگ ہیں ان کے مزارات سے ہو آؤں۔ سائیکل لے کر کئی مزارات پر گیا فاتحہ پڑھی آخر میں جب قلعہ پر شمس تبریزی کے مزار کے قریب پہنچا تو ایکدم طبیعت منقبض ہوگئی اور دل نے آگے بڑھنے سے منع کیا میں فوراً سائیکل سے اترا اور واپس مڑا۔ چند قدم جا کر سوچا کہ یہ کیا بات ہوئی۔ جانے میں کیا حرج ہے چلو ہو ہی آؤں۔ پھر مزار کی طرف ہولیا۔ چند قدم کے بعد پھر وہی کیفیت طاری ہوگئی۔ دل بجھنے لگا۔ پاؤں بوجھل ہوگئے۔ ناچار پھر واپس ہوا۔ تیسری مرتبہ پھر کچھ سوچ کر مزار کی طرف چلا تو پھر وہی عالم ہوا۔ میں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ اب واپس ہونا ہی بہتر ہے۔ خدا جانے اس میں کیا حکمت ہے کہ اتنا قریب آکر بھی مزار تک جانے سے دل ایک دم انکاری ہے یہاں سے سیدھا شاہ جی کے ہاں پہنچا شاہ جی کے پاس اس وقت ایک صاحب بیٹھے ہوئے تھے اور شمس تبریزی پر ہی تبصرہ ہو رہا تھا۔ اس گفتگو سے مجھ پر یہ ثابت ہوا کہ یہ شمس تبریزی نہیں بلکہ شمس سبزواری ہے (عوام اور ناسمجھوں نے شمس تبریزی مشہور کر رکھا ہے) اور یہ قرامطی مذہب کا مبلغ تھا۔ تب سمجھ میں آیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بدعقیدہ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے سے بچالیا۔ یہ واقعہ میں نے شاہ جی سے بیان کیا تو سر ہلا کر فرمایا بھائی گیلانی ہاں کبھی کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک گمراہ اور بدعقیدہ پر فاتحہ پڑھنے سے بچالیا۔

## ☆ خرچ کم کردو ☆

شاہ جی کو ابھی نشتر ہسپتال میں داخل نہیں کرایا تھا۔ میں مکان پر مزاج پرسی کے لیے حاضر ہوا۔ برادرم ابوذر بخاری اور دیگر احباب پاس موجود تھے۔ شاہ جی بول نہ سکتے تھے۔ ویسے بھی ہلنا جلنا بولنا ڈاکٹروں نے منع کیا ہوا تھا۔ ایک سی۔ آئی۔ ڈی کے بڑے آفیسر بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ باتوں باتوں میں پوچھا۔ شاہ جی اگر گھر کے

اخراجات پورے نہ ہوتے ہوں تو بقدر ضرورت رشوت لے لی جائے تو کیا حرج ہے؟ مجبوری میں تو حرام کی اجازت ہے یہ سن کر شاہ جی نے اشارہ کیا کہ انہیں بٹھا دیا جائے۔ سہارا دے کر بٹھا دیا گیا اور گاؤ تکیہ پشت پر سہارا کے لیے لگا دیا کچھ فرمانے لگے۔ ہم نے غور سے سنا۔ فرمارہے تھے۔ خرچ کم کردو اور کم کردو اور کم کردو۔ بھوک سے مر رہا ہو تو اس وقت موت سے بچنے کے لیے حرام کی اتنی اجازت ہے جس سے اس وقت مرنے سے بچ جائے۔ آہستہ آہستہ یہ فرما کر پھر لیٹ گئے۔

## ☆ تم مجھے نہ پاؤ گے ☆

۱۹۴۰ء میں شاہ جی نے ایک تقریر میں فرمایا۔ میں وہاں چلا جاؤں گا جہاں سے لوٹ کر کوئی نہیں آیا۔ پھر تم مجھے پکارو گے۔ مگر تمہاری پکار تمہارے کانوں سے ٹکرا کر تمہیں ہلکان کردے گی اور تم مجھے نہ پاؤ گے۔

## ☆ پوری پوری صلح ہوگئی ☆

تقسیم ہند سے کئی سال قبل ریڈیو لاہور سے ایک مشاعرہ نشر ہوا جس کی صدارت ڈاکٹر محمد دین تاثیر نے کی مشاعرہ میں حفیظ جالندھری صوفی غلام مصطفیٰ تبسم، احسان دانش، فیض احمد فیض کے ساتھ میں بھی شریک تھا۔ صدر مشاعرہ تاثیر صاحب نے سب شعراء کے ناموں کا اعلان کرتے ہوئے میرے متعلق فرمایا امین گیلانی اس مشاعرہ میں سب سے کم سن شاعر ہے۔ میں نے جب غزل پڑھی تو شرکاء مشاعرہ نے میری حوصلہ افزائی کی خصوصاً جب مقطع کا یہ شعر پڑھا کہ۔

امین اہل جہاں کافر مجھے کہنے لگے جب سے
مرا اس بت پہ ایماں اور محکم ہوتا جاتا ہے

تو بہت ہی داد ملی اور مقطع بار بار پڑھوایا گیا۔ حضرت شاہ صاحب بھی امرتسر

میں یہ مشاعرہ سن رہے تھے۔ لاہور سے واپس آکر جب کچھ دن بعد شاہ صاحب سے ملنے گیا تو مجھے دیکھ کر خوش ہوئے فرمایا امین میں نے ریڈیو پر تمھارا مشاعرہ سنا تھا لطف آ گیا تم نے تو مشاعرہ لوٹ لیا کتنی عمدہ غزل تھی کتنا پیارا ترنم تھا اور مقطع تو واقعی غزل کی جان تھا۔ پھر وہ غزل مجھ سے روبرو سنی اور والہانہ داد دیتے رہے اور جھومتے رہے۔ تقسیم ہند کے کچھ برس بعد جب میں نے اپنا مجموعہ کلام ''دامان خیال'' کے نام سے چھپوایا تو ایک نسخہ شاہ صاحب کی خدمت میں بھی بھیجا پھر کچھ عرصہ کے بعد شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا علیک سلیک کے بعد فوراً مصنوعی ناراضیٔ کا لہجہ اختیار کر کے کہا امین میں تم سے ناراض ہوں میں نے عرض کیا شاہ جی قصور بھی تو بتا دیں۔ فرمایا ایک نہیں دو جرم تم سے سرزد ہوئے۔ تمہارا مجموعہ کلام ''دامان خیال'' مل گیا اس کا شکریہ مگر میں نے جب دیباچہ پڑھا تو اس میں تم نے تحریر کیا ہوا ہے کہ عطاء اللہ شاہ سے ہماری دور نزدیک کی رشتہ داری ہے پھر فرمایا نزدیک کے ساتھ یہ دور کا لفظ مجھے کانٹے کی طرح چبھا۔ کیا تمہارے پھوپھا میرے چچا نہیں کیا تمہاری تائی ماں میری ماموں زاد بہن نہیں کیا تمہاری تایازاد بہن میری بھاوج نہیں۔ افسوس ہے کہ نزدیکیوں کے باوجود تم نے مجھے دور کا رشتہ دار لکھ دیا۔ اچھا جی لو ان رشتوں کو چھوڑو۔ رشتے تو دلوں کے ہوتے ہیں کیا میں تم سے دور ہوں یا تم مجھ سے دور ہو شاہ جی نے یہ باتیں اتنے پیار سے کہیں کہ میں آبدیدہ ہو گیا اور عرض کیا معافی چاہتا ہوں فرمایا یوں نہیں وعدہ کرو آئندہ ایڈیشن میں دور نکال کر صرف نزدیک لکھ دو گے میں نے اقرار کیا تو فرمایا ہاں اب معاف کر دیا۔ میں نے کہا اچھا جی وہ دوسرا قصور کیا ہے فرمایا اس مجموعہ میں تمہاری وہ غزل بھی شامل ہے جو تم نے ریڈیو پر پڑھی تھی مگر اس کے مقطع میں جو یہ مصرع تھا۔ ''مرا اس بت پہ ایماں اور محکم ہوتا جاتا ہے'' وہاں سے بت کا لفظ حذف کر کے جاں کیوں گھسیڑ دیا۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے انگوٹھی میں خوب صورت چمکتا ہوا نگینہ نکال کر یونہی بے رنگ سے پتھر کا

ٹکڑا لگا دیا ہو۔ میں نے کہا شاہ جی آپ جیسے علماء کا لحاظ آیا کہ میں نے کسی بت پر ایمان محکم کر لیا ہے۔ فرمایا بھئی افسوس ہے تم نے سب علماء کو ذوق لطیف اور سخن شناسی سے بے بہرہ سمجھ لیا ہاں ناشناس سخن بھی ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی پرواہ نہ کریں۔ کورذوقوں کی خاطر صحیح اور پھبتے ہوئے لفظ کو خارج کر دیا آئندہ اس مقطع کو بھی لفظ بت سے مزین کر دینا۔ کورذوقوں کی پرواہ نہ کریں۔ بت فارسی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی ہیں محبوب اور معشوق کے سب اہل نظر اور صاحب دل یوں ہی سمجھتے ہیں اور استعمال کرتے ہیں۔ میں نے وعدہ کیا آئندہ یہ بھی درست کر دوں گا۔ فرمایا اب پوری پوری صلح ہوگئی۔

## ☆ لو بھئی تمہارے بیر آ گئے ☆

جناب عبدالسلام ہمدانی خیر پور ٹامیوالی فرماتے ہیں اس وقت میری عمر پانچ سال کی ہوگی۔ جب میرے والد صاحب شاہ صاحب کے پاس لے گئے۔ ہم بازار میں جا رہے تھے کہ میں نے ایک ریڑھی پر کچی کھجوروں کا ڈھیر دیکھا بچہ تھا میں نے سمجھا بیر ہیں والد صاحب سے کہا تو انہوں نے فرمایا یہ بیر نہیں ڈو کے یعنی کھجوریں ہیں۔ بس ضد کرنے لگا کہ مجھے تو بیر لے کر دیں بیروں کا موسم نہیں تھا وہ کہاں سے لے کر دیتے۔ میں رونے لگا انہوں نے پیار کیا سمجھایا بیٹا بیر کہاں سے لا کر دوں لینے ہیں تو ڈو کے لے لو مگر میں روتا رہا کہ مجھے تو بیر لے کر دیں اس طرح روتے ہوئے ضد کرتے ہوئے وہ مجھے شاہ صاحب کے پاس لے گئے۔ شاہ صاحب نے پوچھا کیا ہوا بیٹا کیوں رو رہا ہے۔ والد صاحب نے سب ماجرا کہہ سنایا شاہ جی بھی مجھے منانے لگے اور میں برابر روئے جا رہا تھا۔ اچانک ایک شخص داخل ہوا وہ سندھ سے شاہ صاحب سے ملاقات کے لیے آیا تھا اور سندھی بیروں کی پوٹلی بھی ساتھ لایا تھا شاہ جی نے بیر مجھے دے دیئے اور فرمایا لو بھئی تمہارے بیر آ گئے جب عقل آئی تو پھر سمجھا کہ یہ ان کی کرامت تھی۔

## ☆ نازک آبگینے ☆

تقسیم ہند سے کئی برس پہلے کی بات ہے کہ میں حضرت شاہ صاحب کے ساتھ ہزارہ کے علاقہ میں گیا یاد نہیں رہا کونسا قصبہ تھا تقریر دوپہر کے وقت تھی شاہ صاحب تقریر کے لیے اُٹھے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا حضرات آپ کو معلوم ہے کہ ہم اپنے ملک سے فرنگی کو نکالنے کی فکر میں ہیں اور میری اکثر تقریریں اسی موضوع پر ہوتی ہیں۔

میری تقریر کا پہلا حصہ ایسے موضوع پر ہوگا کہ آپ حضرات کے وہم وگمان میں بھی وہ موضوع نہیں ہوگا ہاں تقریر کا دوسرا حصہ فرنگی سامراج کی جڑوں کو اس سرزمین سے اکھاڑ دینے کے لیے ہی ہوگا تو سنیئے آج صبح اندھیرے جب میں قضائے حاجت کے لیے باہر گیا تو اچانک نگاہ پڑی کہ کچھ بیبیاں ایک جگہ اسی ضرورت کے لیے بیٹھی ہیں میں فوراً پلٹا اور ان سے دور ایک گوشہ تلاش کر کے فارغ ہوا مگر اس واقعہ سے میرے دل پر سخت چوٹ لگی اس لیے پہلا موضوع اس واقعہ کو بنانا پڑا۔ پھر بڑے دردمندانہ لہجہ میں پکار کر فرمایا اے پٹھانوں تم تو بڑی غیرت مند قوم کہلاتے ہو کیا تم اپنی بہو بیٹیوں کے لیے اپنے گھر میں گز بھر جگہ نہیں مختص کر سکتے وہ بیچاریاں تحفظ کے ساتھ اس ضرورت انسانی سے فارغ ہوسکیں میں کہتا ہوں تمہیں اگر ان کا یہ گند سروں پر اُٹھا کر باہر پھینکنا پڑے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ گھروں سے باہر جا کر یہ ضرورت پوری کریں پھر عورت کا احترام اس کی شرم وحیا اس کے تحفظ ناموس پر کچھ عقلی اور نقلی دلائل دیئے کہ لوگ چیخ چیخ کر رونے لگ گئے۔ کئی بزرگوں نے اٹھ اٹھ کر پگڑی گلے میں ڈال کر ہاتھ جوڑے اور فریاد کی شاہ جی بس کیجیۓ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ مجھے اس تقریر کا ایک حصہ ابھی تک یاد ہے فرمایا ہائے وہ بیٹیاں تم جس کے ہاتھ میں ان کا ہاتھ دے دو وہ اف کیۓ بغیر تمہاری پگڑیوں اور داڑھیوں کی لاج رکھنے کے لیے ان کے

ساتھ ہولیتی ہیں۔سسرال میں جب میکے کی یاد آتی ہے تو چھپ چھپ کر رولیتی ہیں۔کبھی دھوئیں کے بہانے آنسو بہا کر جی ہلکا کرلیا' آٹا گوندھتے ہوئے آنسو بہتے ہیں وہ آٹے میں جذب ہوجاتے ہیں۔کوئی نہیں جانتا کہ ان روٹیوں میں اس بیٹی کے آنسو بھی شامل ہیں۔غیرت مندو!ان کی قدر کرو یہ آبگینے بڑے نازک ہیں۔

## ☆ جیتے رہو من جیت ☆

یہ واقعہ تقسیم ہند سے پہلے انہی دنوں کا ہے جب شاہ صاحب ہزارہ کا دورہ کررہے تھے ایبٹ آباد میں صبح کے وقت شاہ صاحب اور راقم باغ کی سیر کر کے واپس جارہے تھے کہ سکھ قوم کا ایک وضع دار اور سفید پوش فرد اپنے آٹھ نو سالہ بچے کو لے کر باغ میں داخل ہوا۔اس نے شاہ صاحب کو دیکھتے ہی ہاتھ جوڑ کر سلام کیا پھر مصافحہ کیا۔شاہ جی نے بچے کو پیار کیا اور پوچھا کیا نام ہے۔اس نے کہا من جیت سنگھ۔نام سنتے ہی شاہ جی پھڑک اٹھے کہنے لگے امین واہ واہ کیا نام ہے من جیت سنگھ۔اچھا بھئی جیتے رہو من جیت سنگھ اس کا باپ بہت خوش ہوا۔شاہ جی کے گھٹنوں کو چھوا جھک کر پچھلے پاؤں ہٹ کر شاہ جی کو راستہ دیا۔

## ☆ میرا دل چھین لیا ☆

اسی دورہ میں ایک جگہ علماء حضرات کی دعوت تھی۔میں اور شاہ جی دسترخوان پر آمنے سامنے بیٹھے تھے۔میزبان نے روسٹ کئے ہوئے سالم مرغ دو دو مہمانوں کے سامنے رکھ دیئے۔اچانک مجھے شرارت سوجھی میں نے چھری سے مرغ کا دل الگ کر کے ہتھیلی پر رکھ کر شاہ جی کو دکھا کے کہا شاہ جی یہ کیا ہے۔دیکھتے ہی شاہ جی بھی میرے ساتھ بچوں ہی کی طرح شوخی پر تل گئے زور زور سے شور مچانے لگے اے لوگوں اے علماء حضرات اس لڑکے کو دیکھو اس نے میرا دل چھین لیا ہے۔مچل مچل کر بار بار یہ

فقرہ دہرایا تو سب بے اختیار ہنسنے لگے یہ واقعہ لکھتے ہوئے مجھے داغ کا یہ شعر یاد آ گیا۔ ضیافت طبع کے لیے درج ہے۔

نظر نکلی نہ دل کی چور زلف عنبریں نکلی
ادھر لا ہاتھ مٹھی کھول یہ چوری یہیں نکلی

## ☆ کرامت ☆

انہی دنوں کھلابٹ ہزارہ کے محمد زمان خان جو رشتے میں جنرل ایوب خان کے ماموں زاد بھائی تھے۔ شاہ جی کو ''کھلابٹ'' کے لیے دعوت دی۔ شاہ جی دن تو متعین نہ کرتے' کہتے ہاں کسی دن آؤنگا۔ زمان خان نے اپنی والدہ سے کہہ کر کہ شاید آج شاہ جی تشریف لے آئیں۔ باغ سے ایک دو ٹوکرے مالٹوں کے اور دو چار مرغیاں ذبح کر کے رکھ لیتے شاہ جی نہ پہنچتے تو وہ شام کو خود ہی کھا پی لیتے۔ کئی دنوں کے بعد شاہ جی کہنے لگے چلو آج کھلابٹ ہو آئیں میں تھا' صاجزادہ فیض الحسن تھے کھلابٹ پہنچے تو معلوم ہوا زمان خان روزانہ انتظار کے بعد مرغیاں بھون کر چٹ کر جاتے اور مالٹوں کا رس پی لیتے...... تقریر کے دوران شاہ جی نے مذاق کیا بھئی ہم فقیر سہی مگر ہم پر خدا کا اتنا احسان ہے کہ لوگ ہمارے نام پر مرغیاں بھون بھون کر کھاتے ہیں اور ٹوکری مالٹوں کا رس پی لیتے ہیں۔ یہ سن کر زمان خان نے یکدم پکارا' شاہ جی خدا کے لیے مجھے بدنام نہ کریں۔ شاہ جی نے عوام سے ہنس کر کہا لو بھئی میں نے تو کسی کا نام نہیں لیا تھا۔ یہ بھی ہماری کرامت ہے کہ اس بھرے مجمع میں خود ہی اقرار کر لیا' سارا مجمع ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گیا۔

## ☆ زِندہ دلی ☆

قاضی محمد ظہور الحق صاحب راولپنڈی فرماتے ہیں کہ غالباً ۵۰۔۱۹۴۹ء ہو گا

کہ حضرت امیر شریعت راولپنڈی تشریف لائے کسی احراری کارکن کے ہاں قیام تھا۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاںؒ ان سے ملاقات کے لیے چلے تو میں بھی ساتھ ہو گیا۔ دونوں بزرگ بڑی خوش دلی اور محبت سے ملے باتیں ہوتی رہیں میں نے غنیمت جان کر شاہ صاحب کے پاؤں دابنے شروع کر دیئے اور تھوڑی دیر کے بعد آہستہ سے کہا شاہ جی میرے لیے دعا فرمائیں۔ تو شاہ جی نے بلند آواز سے کہا۔

"وما دعاء الکفرین الا فی ضلال"

## ☆ لحمک لحمی و دمک دمی ☆

ایک دفعہ آزاد کشمیر کے مختلف شہروں میں دینی مدارس کے جلسے تھے یاد نہیں رہا کونسا مقام تھا۔ احباب کی مجلس جمع ہوئی تھی حضرت امیر شریعت کی باتیں چل پڑیں' ایک صاحب کہنے لگے گیلانی صاحب میں بھی شاہ صاحب کے متعلق اپنا ایک عجیب واقعہ سناتا ہوں۔ میں ابھی طالب علم تھا کہ فلاں جگہ مجھے جگہ کا نام یاد نہیں رہا' شاہ صاحب کی تقریر ہوئی تقریر کے بعد جب قیام گاہ پر پہنچ کر شاہ صاحب نے فرمایا بھئی کوئی نوجوان میرے سر پر تیل مالش کر دے' میزبان تیل لے کر آیا تو مجلس سے ایک نوجوان اٹھا اور آستین چڑھا کر تیل کی شیشی اٹھالی' اس نے شاہ صاحب کے سر پر تیل ڈال کر مالش کے لیے اپنا ہاتھ سر پر رکھا ہی تھا کہ شاہ صاحب کا چہرہ سرخ ہو گیا اور یکدم اس کا ہاتھ سر سے جھٹک کر غضبناک لہجہ میں فرمایا' کمبخت سارے جسم میں آگ لگا دی جب غسل واجب تھا تو نہائے کیوں نہیں۔ وہ شرمسار ہو کر مجلس سے باہر چلا گیا اس کے بعد میں نے جرأت کی اور شاہ صاحب کی پشت کی طرف جا کر مزید تیل ڈال کر مالش کے لیے ہاتھ سر پر رکھا تو یکدم خوش ہوئے فرمایا سر سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک ٹھنڈک پڑ گئی۔ ماشاء اللہ لحمک لحمی دمک دمی

حالانکہ میرا شاہ صاحب سے تعارف نہ تھا۔ لیکن سر پر ہاتھ رکھتے ہی مجھے لحمک لحمی دمک دمی کہہ کر واضح کر دیا کہ تو بھی سید ہے ساری مجلس شاہ صاحب کی کرامت پر ششدر رہ گئی۔

☆ ہیر ☆

غالباً امرتسر قلعہ بھنگیاں میں دوران تقریر جو کہ عوام الناس کی اکثریت خالصتاً پنجابیوں کی تھی اور ان میں اکثر ان پڑھ دکاندار مزدور وغیرہ تھے ایک موقع پر انہیں بات ذہن نشین کرانے کے لیے وارث شاہ مرحوم کا ایک شعر پڑھا۔

اک ناں شوق شراب دے ٹھٹ بھر لئے
رہ گئے اک ناں دے ٹھوٹھے خالڑی دے

یعنی بعض نے شراب معرفت کے خم بھر لئے مگر بعض کے معمولی پیالے بھی خالی رہے۔ بات استعداد اور ظرف کی سمجھا رہے تھے۔ پھر مزاحاً فرمایا سید وارث شاہ نے ہیر لکھ کر ہیر کو کتنی شہرت دی۔ مگر اس کے باوجود کسی نے آج تک اپنی بیٹی کا نام ہیر نہیں رکھا۔ ایک منچلا نوجوان اُٹھا اور بلند آواز سے کہا شاہ جی اگر ہیر نام رکھ لیا جائے تو حرج بھی کیا ہے۔ شاہ جی نے اس کی طرف دیکھا گیسوؤں کو جھٹکا دے کر مسکرائے اور فوراً فرمایا۔ اچھا پتر رکھ لئیں جے ساری گلی رانجھیاں نال نہ بھر گئی تے میں جھوٹا یعنی اچھا بیٹا تم رکھ کر دیکھ لینا اگر ساری گلی رانجھوں کا ہجوم نہ ہو گیا تو میں جھوٹا ہوا۔ تمام سامعین ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔

☆ تَصْلٰی نَارًا حَامِیَةً ☆

۱۹۸۸ء تھا کہ ایک دن موٹر سائیکل ہمارے گھر کے دروازے کے برابر آ کر رکا، میں نے جھانکا۔ تو ایک نوجوان کے پیچھے ایک قریباً اسی سالہ بزرگ بیٹھے تھے اور

نوجوان انہیں سہارا دے کر موٹر سائیکل سے اتار رہا تھا۔ میں فوراً باہر نکلا تو علیک سلیک کے بعد ان بزرگ نے پوچھا گیلانی صاحب مجھے پہچانا میں نے ذرا توجہ دی تو پہچان لیا اور کہا آپ حکیم غلام نبی صاحب نہیں؟ ہنس کر کہنے لگے ماشاء اللہ اچھی یاداشت ہے۔ پھر بیٹھک میں نشست جمی تو یاد ماضی کا باب پہ باب کھلتا گیا۔ حکیم صاحب امرتسر چوک فرید میں رہتے تھے وہیں ان کا مطب تھا اور وہاں بازار امرتسر میں جامعہ السنہ شرقیہ میں منشی فاضل کا کورس پڑھایا کرتے تھے۔ میرا پہلے ان سے بالمشافہ تعارف نہ تھا مگر اکثر امرتسر میں ان کو دیکھا کرتا تھا۔ ایک بات جس سے مجھے خصوصاً الجھن ہو رہی تھی اور موقع محل پر ان سے پوچھنا چاہتا تھا وہ انہوں نے خود ہی حل کر دی' الجھن یہ تھی کہ حکیم صاحب ۸۰ برس کی عمر میں تھے۔ داڑھی بھی پوری پوری تھی مگر کوٹ پتلون پہنے ہوئے تھے میں اس دینی اور فرنگی کے امتزاج پر حیران تھا۔ باتوں باتوں میں حکیم صاحب نے بتایا کہ ان کے ہاں نرینہ اولاد کوئی نہ تھی صرف ایک بیٹی تھی جسے پاکستان بننے سے قبل بیاہ دیا تھا اور اس کا خاوند لندن میں کاروبار کرتا تھا۔ فرمایا کہ جب پاکستان بنا تو میرا داماد آ کر مجھے لندن ہی بیٹی کے پاس لے گیا۔ اس لیے اب تک وہی بود باش ہے اور یہ لباس باایں مجبوری پہننا پڑتا ہے کہنے لگے کچھ دن ہوئے یاد نہیں رشتہ پوتا یا پوتی کا دیکھنے کے لیے لاہور آیا ہوں۔ وہاں لندن میں آپ کے ایک شاگرد رحمت قرنی بھی ہیں جب کبھی پاکستانی احباب کوئی شعری نشست جماتے ہیں۔ تو اکثر آپ کا ذکر ہوتا تھا۔ جی میں ٹھانی ہوئی تھی کہ اگر پاکستان جانا ہوا تو آپ سے خود شیخوپورہ میں جا کر ضرور ملوں گا۔ اللہ کا شکر ہے اس نے یہ خواہش پوری کر دی پھر امرتسر کی مشہور شخصیتوں کا ذکر چھڑ گیا بات حضرت امیر شریعت تک آ پہنچی تو انہوں نے اپنا یہ واقعہ سنایا۔ فرمایا میں اور شاہ صاحب دونوں ہم سبق تھے۔ اور حضرت مفتی محمد حسنؒ صاحب سے پڑھتے تھے۔ سردیوں کا موسم تھا ایک روز غضب کی سردی پڑ رہی تھی۔ حضرت مفتی

صاحبؒ نے فرمایا غلام نبی دیکھو وہ کونے میں تسلا پڑا ہے۔(لوہے کی کڑاہی) لے جاؤ اور ہمارے گھر جا کر استانی صاحبہ سے کہو کہ انگاروں سے بھر دیں' آج بہت سردی ہے کمرہ گرم کر لیں میں نے جھٹ وہ تسلا اٹھایا گھر گیا۔دہکتے ہوئے کوئلے بھروالئے اور تسلا کناروں سے اٹھا کر کلاس کی طرف بھاگا مگر عین کلاس کے آگے پہنچ کر میرے ہاتھ اتنے جلے کہ میں نے ایک چیخ مار کر تسلا زمین پر رکھ دیا۔میری چیخ سن کر سب میری طرف متوجہ ہو گئے حضرت مفتی صاحب نے دیکھا میں تکلیف سے ہاتھ مل مل کر پہلو بدل رہا تھا۔عطاء اللہ شاہ قوی ہیکل بھی تھے اور جی دار بھی فوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور تسلا اٹھایا ہی تھا کہ وہ مزید تپ چکا تھا انہوں نے اٹھا تو لیا جب ہاتھ جلے تو فوراً زور سے آگے کی طرف پھینک دیا اور بلند آواز سے کہا' تصلی انارأحامیه'' تسلا پھینکنے سے وہ سارے کوئلے بکھر گئے۔یہ منظر دیکھ کر ساری کلاس ہنس پڑی حتیٰ کہ مفتی صاحب بھی ''تصلی نارأحامیه'' کا برجستہ جملہ سن کر مسکرا دیئے۔

## ☆ بچونگڑہ ☆

غالباً ۱۹۴۲ء کا زمانہ تھا جنگ عظیم ختم ہو چکی تھی۔ہندوستان کا مشہور سوشلسٹ لیڈر سبھاش چندر ہندوستان سے پوشیدہ فرار ہو کر کابل اور پھر وہاں سے جاپان اور اٹلی پہنچ کر ہندوستانی فوجیں جوان ملکوں میں قید تھیں' انہیں آزاد کروا کے حکومت ہند پر حملہ بولنے کا منصوبہ لے کر گیا تھا۔اور اس نے ایسا کیا بھی ان کو فرار کرانے میں ہمارے احرار لیڈر حکیم عبدالسلام ہری پور ہزارہ کا بڑا ہاتھ تھا وہ خود بھی بھیس بدل کر اور سبھاش بابو کا روپ بدلا کر پہاڑی راستوں سے ہندوستان کی سرحد پار کرا کے افغانستان کی حدود میں چھوڑ آئے تھے۔اس جرم میں انہیں دو سال قید بامشقت ہوئی اور پھر ان کے شہر ہری پور میں نظر بند کر دیا تھا انہی دنوں جب ہری پور

سے باہر نہیں جا سکتے تھے۔ میں شاہ صاحب کے ساتھ ہری پور گیا وہاں ڈاکٹر جلال الدین (مرحوم) امرتسری کے مکان پر قیام رہا اور حکیم صاحب سے پہلے آشنائی تھی جو ان کی وفات تک بڑھتی گئی کم نہ ہو سکی۔ مرحوم بڑے کام کے مرنجاں مرنج آدمی تھے۔ ہاں تو جب حضرت شاہ صاحب کا ہری پور میں قیام تھا تو مولانا غلام غوث ہزاروی بفہ تشریف لائے اور شاہ صاحب سے بفہ پہنچنے کی تاریخ متعین کی اور بفہ میں عظیم الشان جلسہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ آخر وہ دن آ پہنچا۔ مولانا نے ایک کار بھیج دی کہ شاہ صاحب کو سفر میں آسانی رہے۔ مقامی حضرات نے ایک بس کرایہ پر حاصل کر لی۔ جس میں رضا کار اور مقامی علماء بیٹھ گئے۔ جب روانگی کا وقت تھا تو شاہ صاحب مجھے ساتھ لے کر باہر تشرف لائے کار کا اگلا دروازہ کھول کر کہنے لگے امین بیٹھ جاؤ۔ میں نے عرض کیا شاہ جی میں پیچھے بیٹھوں گا آپ آگے تشریف رکھیں۔ شاہ جی نے لہجہ بدل کر کہا امین میں حکم دیتا ہوں۔ یہیں بیٹھو میں تعمیل حکم کے لیے بیٹھ گیا پچھلی سیٹ پر تین علماء کرام بیٹھے تھے۔ جب میں بیٹھ گیا تو فرمایا ذرا کان ادھر کرو میں متوجہ ہوا تو میرے کان میں آہستگی سے کہا۔ تم جاؤ میں ایک گھنٹہ بعد تنہا بفہ پہنچ جاؤں گا ڈرائیور کو حکم دیا چلو بھائی اللہ کا نام لے کر انہیں لے جاؤ اور شاہ جی جھٹ مکان میں چلے گئے بس والوں کو کچھ پتہ نہیں چلا۔ میرے پیچھے جو علماء کرام بیٹھے تھے۔ انہوں نے مجھ سے دریافت کیا میں نے کہہ دیا بفے چل کر بتاؤں گا۔

غرض ہم بفہ پہنچے تو شہر سے ایک ڈیڑھ میل قبل سینکڑوں سرخ پوش احرار رضا کار دورویہ استقبال کے لیے بندوقوں' کلہاڑیوں اور تلواروں سے مسلح کھڑے تھے۔ کار رکتے ہی انقلاب زندہ باد' مجلس احرار اسلام کے فلک شگاف نعرے

لگائے ان دوستوں نے ہوائی فائر داغے، مولانا غلام غوثؒ خود باوردی استقبال کرنے والوں کی رہنمائی کررہے تھے۔انہوں نے آگے بڑھ کر کار کا دروازہ کھولا تو تعجب سے پوچھا امین' شاہ جی کہاں ہیں' میں اتر کر انہیں الگ لے گیا اوران کا حکم سنادیا۔ مولانا کا چہرہ سرخ ہوگیا اور فرمایا میں سمجھ گیا۔ اچھا آلینے دوشاہ جی کو۔ کسی کو کچھ پتہ نہیں کیا ہوگیا ہم ایک بڑی حویلی میں جا کر اُترے جہاں قیام وطعام کا انتظام تھا ہجوم شاہ جی کی جھلک دیکھنے کو بیتاب تھا۔ میں نے اعلان کردیا شاہ جی راستے میں ہیں۔ ابھی ابھی تشریف لے آئیں گے سب خیر ہے۔آپ یہیں انتظار کریں پہنچنے والے ہی ہوں گے ایک گھنٹہ مکمل نہ گزرا تھا کہ شاہ جی تنہا چمکدار کلہاڑی تھامے چادر میں سراپا لپیٹے ہوئے حویلی میں پہنچ گئے اور چادر اتار کر بلند آواز میں السلام علیکم کہا، مولانا غلام غوثؒ آگے بڑھے اور اپنے غصے کو دبا کر عوام سے الگ لے جا کر کہنے لگے میں جانتا ہوں کہ آپ نے ایسا کیوں کیا مگر میں نے یہ سب کچھ آپ کے نفس کو خوش کرنے کے لیے نہیں کیا تھا۔ میں نے تو دشمن انگریز کو جلانے کے لیے کیا تھا کہ ہم تمہارے باغی مجاہدوں کی اس طرح قدر کرتے ہیں شاہ جی نے گردن جھکا کر کہا مولانا معافی چاہتا ہوں بس میں نے اپنے نفس کا علاج ہی زیادہ مناسب سمجھا تھا۔ پھر دونوں بزرگ گھل مل گئے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں میری طرف دیکھ کر مولانا نے کہا میں نے کار کا دروازہ کھولا تو اندر سے یہ بچونگڑہ نکل آیا۔ اس فقرہ پر دونوں بزرگوں نے مل کر قہقہہ لگایا۔

## ☆ آب آمد تیمم برخاست ☆

ایک دفعہ لاہور شاہ جی کی تقریر تھی۔ شاہ جی ابھی جلسہ گاہ میں تشریف نہیں لائے تھے۔ حاضرین جلسہ کو مطمئن رکھنے کے لیے حضرت مولانا عبدالحنان صاحب

ہزاروی خطیب آسٹریلیا مسجد کی تقریر شروع کرادی گئی۔ان کی تقریر جاری تھی حضرت شاہ صاحب تشریف لے آئے۔ہجوم ان کی آمد پر جوش مسرت سے نعرے لگانے لگا' مولانا عبدالحنان یہ کہہ کر مائیک سے پیچھے ہٹ گئے آپ آمد تیمم برخواست اتنے میں شاہ جی اسٹیج پر پہنچ چکے تھے۔فرمایا مولانا آپ اپنا بیان مکمل کریں میں بھی استفادہ کروں گا۔مولانا نے پھر وہی جملہ دہرایا شاہ جی آپ کا انتظار تھا۔بس آپ آمد تیمم برخاست۔شاہ جی نے کہا پانی آکر واپس بھی چلا جایا کرتا ہے مولانا نے برجستہ کہا۔آسمانوں سے آیا ہوا پانی واپس نہیں جاتا۔شاہ جی مائیک پر آگئے اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا آسمانوں سے آیا ہوا پانی واپس نہیں جایا کرتا۔سو میں عرض کرتا ہوں آسمان سے آیا ہوا پانی بھی واپس چلا جاتا ہے ہاں آسمان پر نہ سہی مگر نالیوں میں جوہڑوں میں بدروؤں میں بہرحال واپس جاتا ضرور ہے پھر تقریر شروع فرمائی۔

## ☆ کسر نفسی ☆

خان لیاقت علی خان مرحوم کے دور میں جب انتخابات میں کوئی مرزائی الیکشن میں کامیاب نہ ہوسکا بلکہ جتنے مرزائی امیدوار تھے مجلس تحفظ ختم نبوت نے ان کے حلقوں میں ایسے ڈیرے لگائے کہ سب کی ضمانتیں ضبط ہوئیں۔پھر مجلس کی طرف سے لاہور میں یوم تشکر منایا گیا۔شاہ جی کی وہ تقریر بھی بڑی معرکہ آرا تھی۔جب تقریر کررہے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے چہرہ کے گرد نور کا ہالہ ہے کسی اخبار کے کیمرہ مین نے تصویر اتاری تو کیمرہ کے فلش کے چمکنے سے شاہ جی سمجھ گئے کہ اس نے تصویر اُتار لی ہے جھٹ فرمایا کر گئے بچو اپنا کام' پھر گرج کر عوام سے کہا جب صبح کے اخبار میں تصویر چھپ کر آئے تو تمہیں خدا کی قسم ہے چوک میں رکھ کر جوتے مارنا اس کسر نفسی پر تمام مجمع حیران رہ گیا۔

## ☆ میانِ عاشق و معشوق رمزے ست ☆

ایک دفعہ ملتان مجھ سے اشعار سن رہے تھے کچھ اور لوگ بھی بیٹھے تھے کسی شعر کے مضمون کی گہرائی پر داد دیتے ہوئے فرمایا امین تم تو بوڑھے ہو گئے ہو۔ مطلب یہ تھا کہ اب اشعار میں پتے کی باتیں کہنے لگے ہو۔ ایک سخن ناشناس سادہ لوح فوراً بول اٹھا نہیں شاہ جی امین تو ابھی جوان ہے۔ شاہ جی نے ہنس کر کہا باوالوگ جو اس نے کہا میں نے سمجھا اور جو میں نے کہا وہ سمجھ گیا آہ باوالو تم کیا جانو۔

## ☆ اب وہ شرمندہ سا ہو گیا ☆

ایک دن ملتان میں مجلس لگی ہوئی تھی۔ شاہ جی ہنس ہنسا رہے تھے ایک صوفی مزاج تبلیغی حضرت بول پڑے شاہ جی کچھ عرض کروں آپ ناراض تو نہیں ہونگے شاہ جی نے چونک کر کہا کہیے تو وہ کہنے لگے یہ ہنسی مذاق میں وقت ضائع ہو رہا ہے یہی وقت اللہ کے ذکر میں صرف کرنا بہتر نہیں؟ سب شریک مجلس اس کی اس بات کے ظاہری پہلو سے گھبرا گئے مگر شاہ جی کے چہرے پر کوئی اثر نظر نہ آیا فرمایا۔ صوفی جی آپ حافظ قرآن ہیں آپ کوئی ایسی آیت بتائیں جس میں اللہ تعالیٰ نے ہنسنے ہنسانے سے منع فرمایا ہو اس نے ایک آیت پڑھی پھر غالباً کوئی دوسری آیت پڑھی۔ شاہ جی نے کہا ان کا تعلق تو کفار و مشرکین سے ہے کوئی ایسی آیت بتاؤ جس میں خطاب مسلمانوں سے ہو تمہارے لیے ہنسنا منع ہے۔ اب وہ شرمندہ سا ہو گیا تو فرمایا صوفی صاحب ہر کام کے لیے ایک وقت ہوتا ہے جب دوست احباب میں بیٹھو تو ہنسانے سے طبائع میں انشراح پیدا ہوتا ہے قلوب ایک دوسرے سے نزدیک ہوتے ہیں۔ دن کو دوست احباب میں ہنسو ہنساؤ' رونے کے لیے رات تھوڑی ہے۔ نصف

شب کو تنہائی میں اٹھو اپنے پروردگار کے آگے رو ؤ گڑگڑاؤ۔کون روکتا ہے صوفی صاحب ہر کام کے لیے اس کا مناسب وقت ہوتا ہے۔سمجھے؟

## ☆ فرشتہ صفت ☆

ڈاکٹر تاثیر مشہور شاعر اور ادیب تھے لاہور میں کالج کے پرنسپل بھی تھے۔شاہ جی کے ساتھ اچھے مراسم تھے۔ان کی بیوی انگریز تھی فیض احمد فیض اور تاثیر صاحب کی بیویاں دونوں حقیقی بہنیں تھیں۔ایک دفعہ تاثیر صاحب شاہ جی کو اپنی کوٹھی پر لے گئے۔چائے کے ساتھ ساتھ شعر وسخن بھی چل رہا تھا۔اچانک ڈاکٹر تاثیر کی انگریز بیوی مجلس میں آ گئی اور آتے ہی حیرت واستعجاب سے شاہ جی کو دیکھنے لگی شاہ جی نے جب نظر اٹھائی تو فرمایا بیٹی میری طرف اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو وہ ایک دم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگ گئی۔ڈاکٹر تاثیر اندر لے گئے اور پوچھا کہ تمہیں کیا ہوا تو اس نے کہا اس شخص کو دیکھ کر میں نے محسوس کیا کہ حضرت یسوع مسیح بیٹھے ہوں۔پھر اس نے مجھے بیٹی کہہ کر پکارا تو میں فرط جذبات سے رو پڑی کہ ایسا پاکباز اور فرشتہ صفت بزرگ مجھ سے بیٹی کہہ کر مخاطب ہے۔

## ☆ جھوٹ کا سہارا ☆

میرے برادر بزرگ سید علاؤالدین گیلانی نے مجھ سے بیان کیا۔کہ جب امرتسر رہتے تھے تو ایک دفعہ شاہ جی خاصے بیمار ہو گئے مگر میں کچھ مصروفیات کے باعث بیمار پرسی کے لیے نہ جا سکا حتیٰ کہ شاہ جی تندرست ہو گئے۔ایک روز اچانک بازار میں ملاقات ہو گئی تو فرمایا کیوں بھئی کچھ لمبی ناراضی ہے سب دوست احباب پوچھنے کو آئے مگر تمہیں نہ دیکھا۔بھائی صاحب کہتے ہیں میں نے شرمندہ ہو کر جھوٹ کا

سہارالیا کہ مجھے تو علم ہی نہ ہو سکا' شاہ جی نے سمجھ تو لیا کہ میں جھوٹ بول کر بچ رہا ہوں مگر ظاہر نہ کیا۔ فارسی کا ایک شعر سنا کر مجھے ایسا اشارہ کیا کہ میں نے اس دن سے لے کر آج تک کسی سے جھوٹ نہیں بولا' نہ مرتے دم تک بولوں گا! چونکہ میں نے کہا تھا مجھے تو آپ کی علالت کا پتہ ہی نہیں چلا تو فرمایا۔ ترجمہ: یا تو ایسے بنو کہ دو عالم کی خبر رہے یا پھر اپنے آپ سے بھی بے خبر ہو جاؤ۔

## ☆ عبادت صرف اللہ کی ☆

ایک دفعہ اچانک منادی آئی کہ شاہ جی آج بعد عشاء مولانا بہاؤالحق صاحب قاسمی کی مسجد میں تقریر فرمائیں گے میں بھی جلسہ میں شریک ہوا خطبہ کے بعد فرمایا۔ آج میں نے خود کہہ کر جلسہ رکھوایا ہے وجہ اس کی یہ ہے آج علی الصبح جب میں سیر کے لیے نکلا تو نہر کے کنارے دیکھا کہ ایک ہندو بی بی چلو میں پانی لے کر سورج کو دکھا رہی ہے۔ یعنی دیوتا کو جل دے رہی تھی۔ وہیں خیال آیا کہ آج کے زمانہ میں بھی دنیا دل کی اتنی اندھی ہے کہ مظاہر قدرت کو خدا سمجھ رہی ہے تو میں نے آ کر مولانا بہاؤالحق صاحب سے کہا کہ آج توحید پر تقریر کروں گا آپ منادی کرا دیں۔ توحید کے موضوع پر ایسی دلپذیر تقریر پھر کسی سے سننے میں نہ آئی فرمایا اے بی بی سورج تو خود لاکھوں من پانی کھینچ لیتا ہے تم اسے چلو بھر پانی کیا دکھا رہی ہو۔ پھر سمجھایا کہ تمام کائنات انسان کی خدمت کے لیے ہے۔ سورج' چاند' ستارے' ہوائیں' بادل' سب انسان کے خدمت گذار ہیں عبادت کے لائق تو صرف اللہ کی ذات ہے پھر انسان اور خدا کے درمیان تعلق ہونے کی ضرورت پر عقلی دلائل دیئے۔

☆

## ☆ ہتھ کار ولے دل یار ولے ☆

فرمایا اللہ اور بندے میں کم از کم اتنا تعلق تو ہونا چاہئے۔ جیسے کسی ماں کا بیٹا معمول کے مطابق گھر نہ آئے تو وہ بے چین ہو کر اسی کی راہ دیکھتی ہے۔ کبھی کھڑکی پر کبھی بنیرے پر کبھی دروازے پر جب زیادہ بے چینی بڑھتی ہے تو اس کے ملنے والے دوستوں سے پوچھتی ہے۔ وے پترا تو میرا عبدالرحمٰن تو نہیں ویکھیا۔ یعنی اے بیٹے تم نے میرے عبدالرحمٰن کو تو نہیں دیکھا۔ وہ ساتھ ساتھ گھر کے کام کاج بھی کرتی جاتی ہے دوسرے بچوں کو کھانا بھی دیتی ہے۔ ان کی دوسری ضرورتوں کو بھی پورا کرتی ہے مگر سب سے اوپری اوپر اصل اس کا جی عبدالرحمٰن کی طرف ہوتا ہے اسی طرح جس طرح یہ عورت سارے کام کرتی جاتی ہے مگر اصل میں اس کا دھیان اس کا دل اس کی توجہ عبدالرحمٰن کی طرف ہوتی ہے۔ کم از کم بندے کا تعلق اتنا تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونا چاہئے کہ وہ سب دنیا کے کام کرتا رہے مگر اس کی توجہ دھیان دل اپنے اللہ کی طرف ہو شاہ جی توحید یوں سمجھا رہے تھے کہ دل سینوں میں توحید کے نور سے روشن ہو رہے تھے اور میری تو یہ کیفیت ہو رہی تھی۔ جی چاہتا تھا اللہ میاں کا دامن تھام کر مچل مچل کر روؤں۔

## ☆ معافی مانگ کر راضی کر لیا ☆

حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب اہلحدیث تھے اگرچہ انہوں نے دارالعلوم دیوبند میں حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ سے پڑھا تھا امرتسر میں مولانا ثناء اللہ اور ہم ایک ہی محلہ کڑہ بھائی سنت سنگھ میں رہتے تھے اور ان کے پوتوں سے میرا بہت دوستانہ تھا بلکہ ذکاء اللہ مرحوم جو مولانا کا دوسرا پوتا تھا وہ مجلس احرار کا رکن بھی تھا۔ اس لیے

مولانا مجھ سے ذرا بے تکلف تھے اور ہمیشہ شفقت فرماتے ایک دن میں نے مولانا سے کہا میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کی مسجد میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی تقریر کراؤں' مسکرا کر فرمایا! امین مجھے تو کوئی عذر نہیں مگر کیا شاہ جی میری مسجد میں تقریر کرنے کو تیار ہوں گے۔ میں نے بڑے اعتماد سے کہا کیوں نہیں' انہیں کیا عذر ہوسکتا ہے۔ مولانا نے فرمایا، ابھی پوچھ کر تو دیکھو، میں شاہ جی کے پاس چلا گیا اور کہا شاہ جی آپ مولانا ثناء اللہ صاحب کی مسجد میں تقریر کریں گے شاہ جی نے بھی میرے سوال پر ہنس کر فرمایا کیا مولانا اپنی مسجد میں میری تقریر کی اجازت دے دیں گے۔ میں نے کہا کیوں نہیں میری ان سے بات ہوئی تھی انہیں تو کوئی عذر نہیں شاہ جی نے کہا اچھا اگر ایسا ہے تو مولانا سے دن اور وقت مقرر کر کے مجھے اطلاع دو میں ضرور تقریر کروں گا۔ میں پھر مولانا کے پاس آیا اور ساری بات بتائی۔ مولانا نے فرمایا یوں کرو فلاں تاریخ کو تاریخ یاد نہیں بس دو تین دِن کا وقفہ دیا ہوگا۔ صبح جس وقت میں درس دیا کرتا ہوں میں درس دونگا آکر تقریر فرمائیں میں بھی سنوں گا۔ میں نے یہ بات شاہ جی سے کہہ دی شاہ جی نے کہا ٹھیک ہے تم اعلان کرادینا میں از خود وہاں پہنچ جاؤں گا میرا انتظار کرنا۔ غرض اس دن کافی ہجوم ہوگیا۔ مولانا ثناء اللہ صاحب نے یہ کہہ کر آغاز کیا کہ جب تک شاہ جی نہیں آتے میں معمول کے مطابق درس دوں گا۔ جب شاہ جی آگئے میں درس بند کردوں گا۔ ان کی تقریر ہوگی۔ مولانا نے دس پندرہ منٹ ہی درس دیا ہوگا کہ شاہ جی تشریف لے آئے اور مسجد میں داخل ہوتے ہی جھک کر فوراً جہاں جگہ ملی بیٹھ گئے۔ مولانا نے انہیں دیکھا تو درس بند کردیا اور فرمایا آیئے شاہ صاحب آپ کا ہی انتظار ہورہا تھا۔ شاہ جی نے کھڑے ہوکر کہا حضرت آپ درس جاری رکھیں۔ تاکہ میں بھی کچھ علم کے موتی سمیٹ لوں میں کچھ بیان کردوں گا مولانا نہ مانے اور شاہ جی کو

تقریر کے لیے کھڑا کر دیا۔ گھنٹہ بھر تقریر ہوئی پھر جلسہ برخواست ہو گیا۔ اب مسجد کے اندر محراب کے پاس مولانا اور شاہ جی تھے میں تھا اور مولانا کے عقیدت مند تھے۔ اب اس نجی گفتگو میں یہ بات میری سمجھ میں آئی کہ مولانا نے یہ کیوں فرمایا تھا کہ شاہ جی میری مسجد میں تقریر کریں گے۔ جو دونوں اکابر بیٹھے' رسمی خیریت کے بعد مولانا نے فرمایا شاہ جی یہ تو بتائیں میں نے ہمیشہ قادیانیوں کے خلاف کام کیا۔ تحریریں لکھیں مناظرے کئے مقابلہ کیا۔ ساری زندگی اسی کام میں لگا رہا' آپ نے مجھے قادیان کانفرنس میں کیوں نہ بلایا۔ مجھے اس بات کا افسوس ہے آپ نے میری خدمت کا لحاظ نہ کیا اور اس قدر بے توجہی برتی۔ بات بڑی معقول تھی میں نے بھی دل میں مولانا کو اس سوال پر برسر حق سمجھا اور خیال کیا دیکھیں شاہ جی کیا وجہ پیش کرتے ہیں۔ مگر شاہ جی کا یہ حال تھا کہ دستی رومال جو انکے ہاتھ میں تھا۔ اسے دونوں ہاتھوں سے مسلتے رہے۔ اور گردن جھکا کر یہی کہتے رہے حضرت اس بے توجہی پر بہت شرمندہ ہوں بس کچھ صورت حال ہی ایسی تھی کہ میں معافی کا خواستگار ہوں اور پوری جماعت کی طرف سے اس کوتاہی پر معافی چاہتا ہوں آپ ہمارے بزرگ ہیں۔ اس غلطی کو نظر انداز فرمائیں آپ کی اس سلسلہ میں خدمات روز روشن کی طرح عیاں ہیں بس بھول ہو گئی حضرت معاف فرمائیں۔ اس بار بار معافی کی التجا پر حضرت مولانا کے چہرہ پر کبیدگی کی سلوٹیں کھلتی گئیں اور آخر چہرہ پر طمانیت و سکون پھر انبساط کی لہر دوڑ گئی۔ شاہ جی نے رخصت چاہی دونوں بزرگ کشادہ پیشانی سے بغلگیر ہوئے اور شاہ جی واپس ہوئے۔ واپسی پر میں شاہ جی کے ساتھ تانگے میں بیٹھ گیا اور میں نے کہا شاہ جی اصل راز کا مجھے اب پتہ چلا مگر واقعی مجلس احرار سے بڑی چوک ہو گئی کہ مولانا جیسے مشہور عالم شخص کو قادیان میں نہ بلایا۔ اب میرے اس سوال پر؟ شاہ جی نے فرمایا۔ امین یہ بات

نہ تھی کہ ہم مولانا کو بھول گئے تھے۔ اصل واقعہ اور ہے وہ کانفرنس محض تبلیغی کانفرنس نہ تھی۔ وہ ایک سخت امتحان کٹھن گھاٹی اور زندگی موت کا مرحلہ تھا قید و بند کی صعوبتیں بھی تھیں۔ لاٹھی چارج زدوکوب کرنے کا امکان بھی تھا گولی چل جانے کا خطرہ بھی لاحق تھا۔ قادیان میں کانفرنس تو دشمن کے قلعہ پر نہتوں کے حملہ کے مترادف تھی وہاں میں نے صرف انہی حضرات کو دعوت دی تھی جو ان مراحل میں ہمارے آزمائے ہوئے تھے۔ مولانا عمر رسیدہ بھی تھے اور کبھی ان مراحل میں سے گزرے بھی نہیں تھے۔ ہمیں ان کے متعلق کوئی تجربہ نہیں تھا کہ کسی کڑی آزمائش سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں کہ نہیں بیشک مولانا کی قابل قدر خدمات اور مناظرانہ صلاحیتوں کا ہمیں اعتراف ہے مگر ہمارا راستہ خطرناک راستہ تھا خدانہ کرے اگر مولانا اس پر پورے نہ اتر سکتے تو یہ نہ صرف ہماری بلکہ تمام اہل حق کے لیے ندامت کا سبب بنتا اس لیے احتیاط اسی میں دیکھی کہ مولانا کو ایسے موقع پر تکلیف نہ دی جائے۔ مگر ایسی بات میں انہیں منہ پر تو نہیں کہہ سکتا تھا بزرگ ہیں۔ عالم دین ہیں۔ بہر حال ہمیں ان کا ادب ملحوظ ہے اس لیے معافی مانگ کر ان کو راضی کر لیا۔

## ☆ الہامی گلاں ☆

غالباً شجاع آباد کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے آپ ﷺ کے ادب واحترام کی بات سامنے آگئی تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے خود ان کا ادب واحترام کر کے ہمیں سبق دیا ہے۔ دیکھئے الحمد سے لے کر والناس تک کہیں بھی اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کا نام لے کر خطاب نہیں کیا حالانکہ تمام انبیاء کو ان کے نام لے کر آواز دی مگر سرور انبیاء کو ہر جگہ القاب سے مخاطب کیا۔ کہیں یا ایھا النبی کہیں یا ایھا الرسول کہیں مدثر کہیں مزمل حتیٰ کہ جہاں ایک بار تنبیہ کی ضرورت پڑی تو بغیر مخاطب کئے فرمایا عبس

وتــولــیٰ حالانکہ یہ مخاطب کر کے بات کہنے کا مقام تھا۔ مگر ایسا نہیں کیا۔ بات ہوا میں چھوڑ دی کہ سمجھنے والا سمجھ لے گا کس نے نابینا کے بے وقت آنے پر تیوری چڑھائی تھی اس سورۃ کا شان نزول بتاتے ہوئے سارا واقعہ سنایا۔ جب یہاں پہنچے کہ پھر کسی دوسرے وقت جب وہ نابینا صحابی حضورﷺ سے ملنے کے لیے آئے تو آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا آ اوئے میریا' یارا تیری خاطر سانوں اللہ نے مہنا دتا۔ یعنی اے میرے دوست تیری خاطر اللہ تعالیٰ نے طعنہ دیا۔ شاہ جی کا یہ جملہ سنتے ہی حضرت پیر طریقت مولانا عبداللہ بہلویؒ بیقراری سے اٹھے اور شاہ جی کا دامن چوم کر کہا۔

اوے سیدا تیرے بعد اے الہامی گلاں کون کرے گا۔ یعنی اے سید تیرے بعد یہ الہامی باتیں کون کرے گا' حدیث میں لفظ عتاب تھا حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیری خاطر مجھ پر عتاب فرمایا۔ مگر سید تو نے عتاب کے لفظ کا ترجمہ مہنا کر کے اس بوجھل لفظ کو کتنا ہلکا اور موزوں کر دیا۔

## ☆ گاؤخر ☆

ایک دفعہ سالک صاحب اور جناب مجید لاہوری حضرت شاہ جیؒ سے ملنے کے لیے آئے۔ شاہ جیؒ اس وقت نماز سے فارغ ہو کر مصروف تسبیح تھے۔ سالک مرحوم نے کچھ توقف کے بعد از راہ شوخی یہ مصرع پڑھا ''برزبان تسبیح و در دل گاؤخر'' شاہ جیؒ تسبیح سے فارغ ہوئے تو ہنس کر فرمایا' بھائی سالک ہم تمہاری بصیرت کے قائل ہو گئے۔ واقعی دوران تسبیح مجھے تم دونوں کا بار بار خیال آیا تھا کہ بیچارے گاؤخر میرے منتظر بیٹھے ہیں۔ اس جواب پر سالک مرحوم پھڑک اٹھے اور محفل قہقہوں سے گونج اٹھی۔

## ☆ مجمع کانپ اُٹھا ☆

صوفی شیر محمد جھنگ صدر۔ ریاست پٹیالہ راج گڑھ کے مہاجر ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے بھائی صاحب کے بے حد اصرار پر شاہ جی راج گڑھ اس شرط پر تشریف لائے کہ تقریر نہیں کروں گا صرف آرام کرونگا۔ مگر عوام وخواص کی پیہم التجا سے مجبور ہو کر تیسرے روز شاہ جی تقریر کرنے پر راضی ہو گئے۔ رات کو جلسہ کا اعلان کر دیا گیا ہزار ہا لوگ جوق در جوق جلسہ گاہ میں پہنچ گئے اتفاق یہ ہوا کہ ساتھ ہی آسمان پر بادل بھی چھانے لگے ادھر تقریر کا آغاز ہُوا ادھر بوندا باندی شروع ہوگئی۔ کچھ لوگ کھسکنے پر آمادہ نظر آئے تو شاہ جی نے طنزیہ لہجے میں فرمایا۔ کیوں جی کہاں تقریر کے لیے اتنے تقاضے تھے اور اب دو ہی بوندوں میں سارا عشق بہہ گیا۔ خبردار اب کسی کو جانے کی اجازت نہیں ہاں صرف میری مائیں بہنیں جا سکتی ہیں وہ جا کر گھر کے سامان اور بچوں کو سنبھالیں یہ کہنا تھا کہ جلسہ پر سکون چھا گیا۔ تقریر جاری ہوئی بارش تھم گئی۔ بادل آسمان پر تھے مگر اس احتیاط سے کہ زمین پر کوئی پانی کا قطرہ نہ گرے۔ اب تقریر کا دھارا پورے زور پر تھا۔ شاہ جی حضور ﷺ کی سب سے پہلی دعوت اسلام کا نقشہ اپنے خاص انداز میں کھینچ رہے تھے۔ موقع کی مناسبت سے حالیؔ مرحوم کا یہ شعر مترنم لہجہ میں پڑھا۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمیں جس نے یکسر ہلا دی

ابھی اتنا ہی کہا تھا۔ وہ بجلی کا کڑکا تھا تو اس زور سے بجلی کا کڑکا ہوا کہ مجمع کانپ اٹھا۔ صوفی صاحب کہتے ہیں اگر چہ اسے اتفاق پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ مگر لوگوں کو اس وقت ایسا محسوس ہوا جیسے بجلی نے شاہ جی کے اشارے پر تڑپ

کر مجمع کو حیرت زدہ کر دیا ہو۔

## ☆ مجھے میزبانی کا شرف بخشیں ☆

کسی دوست نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا۔واقعہ تو اپنی دل چسپی کے باعث یاد رہ گیا مگر افسوس اس دوست کا نام و مقام یاد نہیں رہا۔(امین گیلانی)

انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے قصبہ میں جلسہ رکھا جس میں شاہ جی اور ان کے رفقاء کو شرکت کی دعوت دی۔ چونکہ اسٹیشن سے ہمارا قصبہ کچھ دور تھا۔اس لیے میں نے طے کر لیا کہ جس دن جلسہ ہو گا شاہ صاحب اور ان کے رفقاء آئیں گے تو گاؤں میں جس جس کے پاس سواریاں ہونگی ہم ان سے مانگ لیں گے اور مہمانوں کو سوار کر کے گاؤں تک لے آئیں گے۔آخر جلسہ کا دن آ پہنچا ہم نے مختلف احباب سے سواریاں حاصل کر لیں میں اسی سلسہ میں گاؤں کے ایک بڑے زمیندار جو سید بھی تھے ان کے پاس گیا اور کہا شاہ جی آپ کی گھوڑی بڑی تیکھی خوبصورت اور عمدہ نسل کی ہے اگر آپ اپنی گھوڑی عنایت فرمائیں تو یہ گھوڑی ہم سید عطاء اللہ صاحب کو سوار ہونے کے لیے پیش کریں گے۔یہ سن کر زمیندار نے کہا۔یار لوگ یونہی سید بن بیٹھے ہیں مزید کچھ ایسی باتیں شروع کر دیں کہ میں سمجھ گیا اس کی شاہ جی کے متعلق رائے اچھی نہیں اور یہ گھوڑی نہیں دے گا۔مگر میں نے پھر تحمل سے اس کو راہ پر لانے اور اس کی غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کی آخر وہ کہنے لگا بھائی ان باتوں کو چھوڑو۔ویسے ہمارے تمہارے تعلقات ہیں میں انکار نہیں کرتا گھوڑی لے جاؤ مگر یہ گھوڑی میرے سوا کسی کو پیٹھ پر سوار ہونے نہیں دیتی ہاں اگر کوئی واقعی سید ہو تو وہ سوار ہو سکتا ہے۔ورنہ ایرے غیرے کو ایسا پٹختی ہے کہ جان کا خطرہ ہوتا ہے۔اب تمہاری مرضی لے جاؤ مگر کھوٹے

کھرے کی پہچان ہے تمہارے شاہ جی کو اگر کوئی صدمہ پہنچا تو تم خود ذمہ دار ہو گے وہ صاحب کہتے ہیں میں گھوڑی لے کر تو چل پڑا مگر یہ سوچتا رہا کہ گھوڑی اپنے مالک کی ہلی ہوئی ہے اور طبعاً سرکش بھی ہے' ایسا نہ ہو کہ شاہ جی کو بھی کوئی تکلیف پہنچے اور زمیندار سے شرمندہ بھی ہونا پڑے اسی سوچ بچار میں اسٹیشن پر پہنچا گاڑی آ گئی شاہ جی اور ان کے ساتھی اترے ہم ان حضرات کو اسٹیشن سے باہر لے آئے۔ باہر مختلف گھوڑیاں اور وہی گھوڑی ساتھی لے کر کھڑے تھے۔ شاہ جی نے سب سواریوں پر نظر ڈالی پھر اپنا کمبل دیتے ہوئے مجھ سے فرمایا میرا یہ کمبل اس گھوڑی پر رکھ دو' یہ گھوڑی وہی تھی جو میں لایا تھا۔ میں نے معاملہ خدا کے سپرد کرتے ہوئے خاموشی سے کمبل اسی گھوڑی پر رکھ دیا۔ جب روانگی کا وقت آیا تو شاہ جی کے پاس وہ گھوڑی لائی گئی۔ شاہ جی نے اس کی پیٹھ پر تھپکی دیکر آہستہ سے فرمایا۔ دیکھنا فقیر کی لاج رکھنا۔ اتنا کہنا تھا میں نے دیکھا کہ گھوڑی ایک دم تھر تھر کانپنے لگی۔ شاہ جی بسم اللہ کہہ کر سوار ہو گئے۔ گھوڑی نے کان تک نہ ہلایا اور بڑے شریفانہ انداز سے چلنے لگی۔ جب ہم گاؤں میں داخل ہوئے تو زمیندار اپنی حویلی کے باہر کھڑا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ شاہ صاحب گھوڑی پر سوار ہیں اور گھوڑی بغیر کسی شوخی اور شرارت کے نپے تلے قدموں سے آ رہی ہے تو فوراً آگے بڑھ کر لگام تھامی اور سلام کے بعد ملتجی ہوا کہ شاہ جی اگر مجھے میزبانی کا شرف بخشیں تو احسان ہو گا۔ شاہ جی نے فرمایا بھائی ہم جن کے مہمان ہیں وہ جہاں ٹھہرائیں ان کی مرضی۔ ہم نے شاہ صاحب کو وہیں ٹھہرایا جہاں پہلے انتظام کر چکے تھے۔ مگر اب اس زمیندار کا رویہ بدل چکا تھا اس نے سب علماء کرام کی تقریریں بھی سنیں اور منتظمین جلسہ کی امداد بھی کی اور شاہ جی کا ہمیشہ کے لیے مداح ہو گیا۔

☆

## ☆ خُدا کا وجود ہے ☆

چوہدری غلام مرتضٰی صاحب مجسٹریٹ درجہ اول لدھیانہ کے مہاجر ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا وہ شیخوپورہ میں تعینات تھے کبھی کبھار ہم مل بیٹھتے تھے۔ ایک دفعہ فرمانے لگے جب میں کالج میں پڑھتا تھا تو میرے اکثر دوست کمیونسٹ تھے کچھ ان کی صحبت کا اثر تھا کچھ ان کا لیٹریچر پڑھ کر میں بھی کمیونزم کا قائل ہو گیا۔ خدا کا انکار اور روس کے نظام معاشیات واقتصادیات کا پرچار میری عادت بن گئی۔ میرا اور میرے ساتھیوں کا یہ شغل عام تھا کہ کسی نہ کسی چھوٹے موٹے مولوی صاحب کو گھیر لیتے او راسے بحث میں الجھا کر خوب پریشان کرتے' شاہ جی اکثر لدھیانہ آتے جاتے تھے ان کی تقریریں میں سنا کرتا رفتہ رفتہ شناسائی ہو گئی پھر شناسائی بے تکلفی کی حد تک پہنچ گئی۔ ایک ملاقات پر میں نے کہا۔ شاہ جی جسے آپ خدا کہتے ہیں کہیں یہ کوئی ہستی ہے بھی کہ محض ایک بندوں کو ڈرانے کے لیے خدا کا تصور گھڑ لیا ہے۔ شاہ جی نے کہا کیا تم خدا کو نہیں مانتے ؟ میں نے کہا ابھی تک تو آپ کا خُدا میری سمجھ میں نہیں آسکا پھر مانوں کیسے؟۔ فرمایا اچھا تو پھر مانتے ہی بن پڑے گی۔ میں نے کہا میرے اعتراضات کا معقول جواب عنایت فرمائیں گے تو ماننے میں عذر نہ ہوگا۔ کہنے لگے نہ میں تم سے سر نہیں کھپاؤں گا۔ مگر آج تم سے خدا منوا کر رہوں گا۔ یہ کہہ کر شاہ جی اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا ذرا میرے ساتھ آؤ۔ شاہ جی مجھے دوسرے کمرے میں لے گئے وہاں بیٹھا کر کہنے لگے کہ خدا کے عدم وجود پر تمہارے جتنے دلائل اور سوال ہیں وہ ایک ایک کرکے اپنے دل سے کرو۔ جو جواب تمہارا دل دے گا اسے میری طرف سے سمجھ لینا۔ میں دروازہ بند کر کے جارہا ہوں۔ جب تمہاری تسلی ہو جائے اور خدا کے وجود پر یقین آجائے اس وقت دروازہ کھٹکھٹا دینا۔ میں کھول دوں گا۔ یہ کہہ کر شاہ جی

نے کھٹ سے دروازہ بند کردیا۔اور باہر سے کنڈی چڑھا کر چلے گئے۔چند منٹ تو میں حیران سارہا آخر میں نے اپنے حواس مجتمع کیئے اور سنجیدگی سے ایک ایک سوال ذہن پرابھارتا رہا واقعی ہر سوال کا جواب خود میرا دل مجھے دینے لگا۔میرے ترکش میں جتنے تیر تھے سب چلا کر دیکھے۔مگر سب بے کار گئے۔دل ہر اعتراض کا ایسا جواب دیتا کہ میں لاجواب ہو جاتا۔آخر کار میرا دماغ میرے دل کے ساتھ پوری طرح متفق ہو گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ خدا کی ذات کا انکار محض شیطانیت اور بے عقلی ہے۔میں نے دروازہ کھٹکھنایا۔شاہ جی نے مسکراتے ہوئے دروازہ کھولا اور پوچھا کیوں خدا ہے کہ نہیں۔میں نے کہا شاہ جی یقیناً ہے اور واقعی آج آپ نے منوا کر ہی چھوڑا پھر بتایا کہ کچھ عرصہ کے بعد ایک صاحب سے حجۃ اللہ البالغہ مل گئی اس کے پڑھنے سے یقین ہو گیا کہ اقتصادیات ومعاشیات کا حل بھی صرف اسلام ہی میں ہے اس سے اعلیٰ مکمل نظام کہیں نہیں مل سکتا۔یہ کمیونزم وغیرہ بکواس ہیں۔

## ☆ مَیں لاوارث نہیں ☆

شاہ جی کے وفات کے دوتین سال بعد میلسی ضلع ملتان میں راقم الحروف کو ایک جلسہ میں شرکت کے لیے بلایا گیا۔میں پہنچا تو عین وقت پر جلسے میں خطاب کرنے والوں پر بندش لگادی گئی ناچار ہم جلسہ گاہ سے جائے قیام پر واپس آ گئے وہاں کچھ دوست احباب آبیٹھے باتوں باتوں میں شاہ جی کا تذکرہ چھڑ گیا۔وہیں ایک نابینا حافظ قرآن محمد عبداللہ صاحب بھی بیٹھے تھے۔انہوں نے اپنا واقعہ سنایا۔کہنے لگے ایک رات میں نے خواب میں دیکھا میں بازار میں جارہاہوں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگ گروہ در گروہ کہیں جارہے ہیں میں نے پاس سے گزرنے والے ایک شخص سے

پوچھا بھائی آپ لوگ کہاں جارہے ہیں۔اس نے کہا حافظ جی آپ کو معلوم نہیں حضرت عمرؓ تشریف لائے ہیں اور ہم لوگ ان کی زیارت کو جارہے ہیں۔میں نے کہا بھائی میں نابینا ہوں خدارا میرا ہاتھ تھام لو تاکہ میں بھی ان کی زیارت کا شرف حاصل کرلوں۔چنانچہ اس نے مجھے ساتھ لے لیا اور مقام مقصود پر پہنچ کر کہا یہ ہیں امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ آپ بھی مل لیں میں نے سلام عرض کیا اور سیدنا عمر فاروقؓ سے مصافحہ کیا۔انہوں نے فرمایا یہ حضرت بلال حبشیؓ بھی میرے ساتھ ہیں ان سے بھی ملیں میں نے حضرت بلالؓ کی خدمت میں بھی سلام عرض کیا اور مصافحہ کیا۔یہاں پہنچ کر حافظ صاحب نے مجھ سے دونوں ہاتھوں کی کیفیت بتائی۔پھر کہنے لگے کہ میں نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ حضرت آپ نے ہمارے شہر کو کیسے شرف بخشا۔فرمایا عطاء اللہ کی تقریر سننے کے لیے آئے ہیں۔میں نے حیرت سے دہرایا عطاء اللہ شاہ بخاری کی؟ فرمایاہاں۔میں نے عرض کیا امیر المومنین آپ کو بخاری کی تقریر کی کیا احتیاج۔فرمایاہاں کچھ ہماری ذمہ داری ہے حافظ جی کہتے ہیں اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی خوشی سے دل بلیوں اچھل رہا تھا۔مگر تعبیر سمجھنے سے قاصر رہا پھر بتایا کہ کچھ ہی دن گزرے تھے کہ اچانک منادی سنی کہ آج رات حضرت شاہ جی تقریر فرمائیں گے۔میں نے جی میں کہا خواب کا ایک حصہ تو پورا ہوا۔دیکھیں دوسرا حصہ کیسے پورا ہوتا ہے۔خیر دن گزرا رات آئی۔میں بے چینی اور اشتیاق سے جلسہ گاہ میں پہنچا بخاری کی تقریر شروع ہوئی۔تقریر کیا تھی۔سحر تھا۔مجمع پر سناٹے کا عالم تھا کہ اچانک ایک کونے سے ایک شخص نے کچھ شور مچایا۔لوگ ایک دم چونکے کچھ آدمی اس طرف بھاگے کہ اس شخص کو پکڑ کر سزا دیں گے۔مگر فوراً شاہ جی نے گرج کر فرمایا خبردار کوئی شخص ہلنے نہ پائے بیٹھ جاؤ۔میں خود سمجھ لوں گا۔میں جانتا ہوں یہ کیا چاہتا ہے

اور اسے کس نے بھیجا ہے پھر جدھر سے آواز آئی ادھر مخاطب ہو کر فرمایا تم میری تقریر میں گڑبڑ ڈالنے آئے ہو مگر ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔ سنو میں لاوارث نہیں خدا کی قسم مجھ پر زندوں اور مردوں کا پہرہ ہے تو مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے خواب کا دوسرا حصہ پورا ہو گیا۔

## ☆ حُسن کرشمہ ساز ☆

متحدہ ہندوستان میں مجلس احرار اسلام کی پالیسی اگرچہ بالکل واضح تھی یعنی ایک طرف وہ مسلمانوں کے حقوق اور اسلام کی حفاظت کے لیے سینہ سپر رہتی تھی تو دوسری طرف انگریز کی حکومت سے مکمل نجات حاصل کرنے کے لیے پیش پیش تھی۔ شاردا ایکٹ ایجی ٹیشن، مغل پورہ انجینئرنگ کالج کے انگریز پرنسپل کے خلاف تحریک، راجپال ایجی ٹیشن، تحریک کشمیر، تحریک کپورتھلہ، تحریک قادیان، اسلام اور مسلمانوں کی خاطر ان کے یہ زبردست اور جرأت مندانہ اقدام ناقابل فراموش ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انگریزی اقتدار کے خلاف اپنی الگ جماعتی جدوجہد کے علاوہ اگر وقت کا تقاضا ہوتا تو یہ لوگ انگریز دشمنی کے باعث کانگریس کی ہر اس تحریک کی بھی حمایت واعانت کرتے تھے جس سے آزادی کامل کی راہ ہموار ہونے کا امکان ہوتا۔ لہٰذا اس صورت حال میں کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کے حقوق کے لیے برسرِ عمل رہتے تھے ایک طرف تو عام ہندو ایک فرقہ پرست ہونے کا خطاب دیتا تھا اور انہیں اپنا حقیقی بہادر دو دشمن سمجھتا تھا اور دوسری طرف آزادی وطن کے لیے کانگریس کے ساتھ ہمنوائی کرنے کے باعث وہ مسلم افراد اور جماعتیں جو انگریزی حکومت میں محض اقتدار کی خواہش مند تھیں یا میدان عمل میں ان کا ساتھ نہ دے سکتی تھیں۔ وہ انہیں کانگریسی کہہ کر اپنے بچاؤ کی صورت پیدا کرتی تھی۔

میں نے مندرجہ بالاسطور میں مجلس احرار اسلام کی پالیسی کی اس لیے وضاحت کردی کہ اب وہ بات جو میں لکھ رہا ہوں قارئین کی سمجھ میں پوری طرح آسکے۔(امین گیلانی)

متحدہ ہندوستان کا زمانہ تھا۔سرسکندر حیات خاں مرحوم پنجاب کے وزیراعلیٰ تھے وہ بھی مجلس احرار اسلام کو یہ کہہ کر بدنام کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے کہ یہ لوگ ہندو جماعت یعنی کانگریس کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اکثر مخالف اخبار بھی اس طعن بیجا کو دہرایا کرتے تھے۔اس الزام خام کی تردید میں شاہ صاحب اکثر تقریروں میں یوں فرماتے امیر المومنین والمومنات جناب سرسکندر حیات سے کوئی یہ پوچھے۔اگر میں آزادیٔ وطن کے لیے گاندھی اور نہرو کے ساتھ تعاون کروں تو مجرم اور اگر جناب سرمنوہر لال،سرسندر سنگھ،سرچھوٹو رام کے ساتھ مل کر وزارت بنائیں بڑی بڑی تنخواہیں وصول کریں ان کے ساتھ بیٹھ کر ڈنر اور لنچ اڑائیں۔انگریز کی حکومت چلائیں تو آپ پھر بھی معصوم کے معصوم۔ماشاءاللہ

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز

## ☆ مَیں اُن میں سے نہیں ☆

گوجرانوالہ کے معروف کارکن غلام نبی صاحب نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ۱۹۵۳ء میں ختم نبوت کی تحریک میں شاہ جی کے ساتھ میں بھی کراچی میں تھا۔وہاں ایک انگریز بھی اسیری کے دن گزار رہا تھا۔وہ انگریز جب شاہ جی کو دیکھتا تو اردو میں کہتا۔باپ سلام۔ایک روز شاہ جی نے پوچھا تم مجھے باپ کیوں کہتے ہو اس نے کہا آپ کے چہرے کا تقدس دیکھ کر حضرت مسیح یاد آجاتے ہیں۔اس مناسبت سے

باپ کہنا پسند کرتا ہوں۔ شاہ جی نے مصنوعی برہمی کے انداز میں کہا یہ بات ہے تو آئندہ مجھے باپ مت کہنا۔ وہ انگریز کچھ شرمندہ اور سراسیمہ سا ہو کر بڑے ادب سے بولا کیوں باپ شاہ جی نے کہا پھر وہی باپ ایک باپ کو تو پہلے سولی پر لٹکا دیا۔ اب مجھے باپ کہہ کر سولی پر لٹکانے کا خیال ہے۔ وہ انگریز مسکرایا اور کہا باپ میں اس باپ کو سولی پر لٹکانے والوں میں سے نہیں۔

## ☆ تیر نشانے پر ☆

مولانا عبدالحامد صاحب رحمانی لدھیانوی خطیب جامع مسجد حسن ابدال فرماتے ہیں کہ متحدہ ہندوستان میں جب پہلی دفعہ صوبائی اسمبلیوں کے لیے انتخابی مہم شروع ہوئی تو انگریز کی تمام مشینری مجلس احرار اسلام کے خلاف پروپگنڈہ کے لیے پوری طرح حرکت میں آگئی۔ شہر شہر قریہ قریہ بستی بستی طرح طرح کے جھوٹ اور عجیب عجیب الزامات واتہام تراش کر پھیلائے گئے تاکہ پنجاب اسمبلی میں کسی طرح بھی ان لوگوں کی اکثریت نہ پہنچ سکے! کیونکہ پنجاب تو انگیریز کی ایک طرح کی فوجی چھاؤنی تھا اگر مجلس احرار اسلام یہاں کامیاب ہوجاتی تو حکومت کے لیے بہت سی مشکلات پیدا ہوسکتی تھی۔ انہی دنوں کا یہ واقعہ ہے کہ شاہ جی لدھیانہ تشریف لائے اور انتخابی تقریروں کا پروگرام بنایا گیا۔ مضافات میں شاہ جی کی تقریروں کے لیے ایک بس کرایہ پر لی گئی اور اس میں لاؤڈ سپیکر نصب کر دیا گیا۔ ایک روز ہم ایک گاؤں میں پہنچے شاہ جی کے ساتھ باوردی رضا کار بھی تھے جن میں میں بھی شامل تھا۔ اس گاؤں میں ہمارے خلاف پہلے ہی نفرت پھیلا دی گئی۔ ہماری بات سننا تو کجا کوئی پاس تک نہ پھٹکتا تھا۔ ہم کسمپرسی کے عالم میں لاؤڈ سپیکر پر نظمیں پڑھتے اور تقریر کرتے

رہے۔کافی وقت گزر گیا۔ مجھے بھوک نے ستایا۔ میں نے دیکھا ایک بھٹیارن مکئی کے دانے بھون کر فروخت کر رہی ہے۔ میں دانے خریدنے کے لیے بھٹی کے قریب پہنچا ہی تھا کہ میری سرخ قمیض دیکھ کر ایک لمبے تڑنگے آدمی نے ایک تھپڑ رسید کر دیا اور گردن سے دبوچ کر موٹر کی طرف دھکیل دیا۔ میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔بس میں واپس آیا تو شاہ جی نے پوچھا حامد روتے کیوں ہو؟ میں نے واقعہ سنایا شاہ جی کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ میرے آنسو پونچھتے ہوئے جوش میں فرمایا۔ اچھا اگر میں یہیں سے تمہیں مرغ پراٹھے نہ کھلواؤں تو میرا نام بھی بخاری نہیں! یہ کہہ کر شاہ جی مائیک کے آگے جا بیٹھے اور قرآن پاک کی تلاوت شروع کر دی اس سوز اور لگن سے قرآن پاک پڑھا کہ چند منٹوں کے بعد موٹر کے گرد گاؤں کا گاؤں جمع ہو گیا۔مرد' عورتیں' بچے سب پر ایک کیفیت طاری تھی کچھ رو رہے تھے کچھ جھوم رہے تھے جب مجمع پوری طرح مسحور و متحیر ہو چکا تھا تو شاہ جی نے تلاوت ختم کر دی اور ڈرائیور سے کہا۔ چلو بھائی موٹر واپس لے چلو موٹر سٹارٹ ہونا تھا کہ تمام مجمع بے تاب ہو کر شاہ جی کو دیکھنے کے لیے آگے بڑھا اور ڈرائیور کی منت کر کے موٹر رکوالی۔اور سب نے یک زبان التجا و زاری کی کہ قرآن پاک سنائیں اور وعظ بھی فرمائیں۔ تیر نشانے پر لگ چکا تھا۔شاہ جی نے ان کے اصرار والتجا پر پھر قرآن پاک پڑھ کر تقریر فرمائی۔تقریر کے دوران میرے تھپڑ کھانے کا واقعہ بھی بیان کیا۔ جب تقریر ختم ہوئی تو لوگوں نے منت سماجت کر کے شاہ جی کو اتارا۔ معافی مانگی۔شرمندگی اور ندامت کا اظہار کیا اور اپنی غلط فہمی کا اقرار کیا۔ پھر نمبردار صاحب ہم کو اپنی حویلی میں لے گئے۔عزت واحترام کے ساتھ بٹھایا اور لقمے توڑ توڑ کر میرے منہ میں ڈالنے لگا اور فرمانے لگے بیٹا میں نے کہا نہ تھا تمہیں یہیں سے مرغ پراٹھے کھلواؤں گا۔ یہ اللہ کا

احسان ہے اس نے ہمیشہ اس فقیر کی لاج رکھی! لواب خوب کھانا' کسر نہ چھوڑنا۔

## ☆ سلسلہ جاری رہا ☆

ملک پیر بخش صاحب گھلو علاقہ بہاولپور کی بستی بہاولپور گھلواں کے ایک زمیندار شاہ جی کے مرید ہیں ایک بار بر موقعہ ۱۲ ربیع الاول بتقریب میلاد النبی ﷺ جلسہ کا پروگرام بنایا۔ شاہ جی حسب وعدہ تشریف لے گئے۔ موقعہ پا کر وہاں کی بزرگ اور قابل احترام شخصیت حافظ کریم بخش مرحوم کی وساطت سے اس تاریخ کو آئندہ کے لیے ریزرو کرالیا گیا۔ چنانچہ جب بھی اس موقعہ پر شاہ جی جیل سے باہر اور تندرست ہوئے دہلی' لاہور جالندھر اور بمبئی جیسے مقامات کی دعوتوں کو ٹھکرا کر اور جماعتی پروگرام کو پس پشت ڈال کر ریلوے اسٹیشن سے پندرہ بیس میل کا کٹھن سفر کبھی گھوڑے اور کبھی اونٹ پر طے کر کے وہاں پہنچتے اور سالہا سال تک یہی سلسلہ جاری رہا۔

## ☆ عدیم النظیر کامیابی ☆

کہروڑ پکا سے سات میل کے فاصلہ پر ایک بیلہ واہگہ کے مضافاتی دیہات میں احراری رضا کاروں کی بہت بڑی تعداد موجود تھی۔ ان کے اصرار پر دو روزہ کانفرنس کی منظوری مرکز سے حاصل کی گئی۔ علاقہ کے زمیندار اگرچہ رضا کاروں کی بڑھتی ہوئی قوت سے خائف تھے۔ اور انہوں نے کبھی بھی تعاون نہ کیا تھا۔ لیکن اب کانفرنس کے انعقاد اور پھر شاہ جی کی تشریف آوری کی خبر سے وہ تعاون کرنے پر مجبور ہو گئے اور پیش کش کی کہ مقررین حضرات کی رہائش اور مہمانوں کے خورد و نوش کا انتظام ان کے ذمہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس موقعہ پر شاہ جی کے علاوہ مولانا قاضی احسان احمدؒ مولانا عبدالرحمٰن میانوی اور دیگر مقررین شریک تھے پہلے اجلاس کی ابتدائی

کارروائی کے بعد پروگرام کے مطابق قاضی صاحب کی تقریر کا آغاز ہوا۔ اجتماعی حاضری کے لحاظ سے عدیم النظیر تھا اور علاقہ کے باوردی مسلح رضا کار قریباً یک صد کی تعداد میں ڈیوٹی پر موجود تھے' قاضی صاحب نے مجلس کے کارناموں کی مختصر تاریخ بیان کرنے کے بعد اصلاح الرسوم کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار شروع کیا۔ جب وہ شادی بیاہ کے موقع پر کنجریوں کے مجراء وغیرہ پر پہنچے اور علاقہ کے زمینداران کو اپنے زوردار اور مخصوص انداز میں ایسی قبیح رسومات پر شرم دلائی کہ تو وہ اسے برداشت نہ کر سکے ان میں ایک دو نے کھڑے ہو کر اعتراض کیا تو قاضی جی کا پارہ اور تیز ہو گیا۔ بالآخر علاقہ کے ایک مقتدر زمیندار نے جلسہ گاہ (جلسہ عید گاہ میں ہو رہا تھا جو چار دیواری پر محیط تھی) کی دیوار پر کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ ''ہم زمینداران علاقہ کی جس قدر رعیت یہاں موجود ہے وہ جلسہ گاہ سے باہر نکل آئے اس پر قاضی نے جواباً اپیل کی۔ ''خدا کی مخلوق اور رسول ﷺ کی امت میں سے کوئی بھی باہر نہ جانے پائے'' زمینداران اپنا منہ لے کر رہ گئے اور کھسیانے ہو کر باہر چلے گئے باہر جا کر جلسہ کو ناکام بنانے کی تدابیر پر غور کرنے لگے چونکہ فساد کا اندیشہ تھا اس لیے میں ایک رضا کار کو ہمراہ لے کر فوراً قیام گاہ پر پہنچا اور شاہ جی سے واقعات بیان کیے۔ شاہ جی فوراً اٹھے۔ وضو فرمایا اور جلسہ کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ باہر کھڑے زمینداران نے جب شاہ جی کو آتے دیکھا تو راستہ ہی میں قاضی کی شکایت کی۔ شاہ جی نے ان کو اطمینان دلایا اور جلسہ گاہ میں ہمراہ لے آئے جلسہ گاہ نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھی۔ قاضی صاحب کی تقریر کچھ دیر تک جاری رہی۔ شاہ جی تقریر کے لیے اٹھے اور خطبہ مسنونہ کے بعد یوں مخاطب ہوئے۔

''آپ دیہات میں رہنے والے ہیں آپ کے ہاں گلی کوچوں کی صفائی کا

انتظام نہیں لیکن ضروریات کے پیش نظر شہر میں آتے جاتے ہوں گے۔ وہاں آپ نے دیکھا ہوگا کہ کمیٹی کے خاکروب سڑکوں اور چوکوں میں جھاڑو لیئے صفائی کرتے دِکھائی دیتے ہیں نالیاں بھی صاف کرتے ہی اگر کسی شہر میں دوتین روز عملہ صفائی اپنا کام نہ کرے تو شہر میں عفونت پھیل جائے۔ گندگی کے انبار لگ جائیں راستے مسدود ہو جائیں اور زندگی دوبھر ہو جائے اس طرح سے انسانوں کو روحانی گندگی کی صفائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے علماء کو ڈیوٹی پر لگایا ہے جو وعظ اور تبلیغ کے ذریعہ روحانی گندگی کو صاف کرتے ہیں۔ اگر کچھ عرصہ یہ سلسلہ رک جائے تو دنیا فسق فجور اور فساد سے بھر جائے۔ شہر کی سڑکوں پر جب خاکروب صفائی کر رہے ہوں تو آپ نے مشاہدہ کیا ہوگا کہ کہیں تو یہ عالم ہوگا کہ خود صفائی کرنے والے اور راہگذر لوگوں کے چہرے اور پوشاکیں گرد آلود ہوں گی اور کہیں کالی چھینٹوں کے نشانات ہوں گے لیکن کہیں ایسا بھی ہوگا کہ صفائی بھی اپنی جگہ درست ہوگی لیکن نہ تو کسی راہ گزر کے چہرے پر گرد کے آثار ہوں گے اور نہ خاکروب گرد آلود ہوگا۔ اس میں صرف تجربہ کا فرق ہے پہلا خاکروب ناتجربہ کار ہوگا اور دوسرا اپنی عمر کا بڑا حصہ اس کام میں صرف کر کے تجربہ حاصل کر چکا ہوگا۔ یہی حال ہمارا ہے مجھے افسوس ہے کہ میرے ساتھی کی ناتجربہ کاری سے سامعین میں سے کچھ صاحبان پہلے خاکروب والی کاروائی کے زد میں آگئے اب میں آپ کا پرانا خدمت گذار آپ کے سامنے آیا ہوں میں ہلکا چھڑکاؤ کر کے گرد جماؤ نگا اور پھر ایسے طریق پر صفائی کروں گا کہ انشاء اللہ کوئی گرد نہ اڑے گی اور گندگی نام کو نہ رہے گی۔

فضا نعروں سے معمور ہوگئی۔ شاہ جی کی تقریر مسلسل تین گھنٹے جاری رہی۔ اعتقادات، رسومات، سیاسیات حقوق العباد غرضیکہ ہر چیز پر اظہار خیال

فرمایا۔ تقریر کے اختتام پر اجلاس کی کاروائی ختم ہوئی اور شاہ جی دیگر ساتھیوں کے ہمراہ رہائش گاہ کی طرف جانے لگے تو زمینداران میں سے ایک صاحب نے آگے بڑھ کر کہا قاضی صاحب کو ہمارے ڈیرے پر نہ لے جائیں۔ شاہ جی نے وہیں رک کر رخ پھیر لیا اور علاقہ کے برسر آوردہ کارکن مولوی اللہ داد سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہم تمہارے گھر چلیں گے۔ چنانچہ رضا کاروں کو ہدایت کر دی گئی کہ وہ مہمان کا سامان لے کر نصف میل کے فاصلے پر مولوی صاحب کی بستی میں پہنچا دیں۔ اس پر زمینداران نے عذر خواہی کی۔ قاضی صاحب کو منانے کی کوشش کی لیکن آپ نہ مانے وہاں نہ روٹی کا انتظام نہ چارپائیوں کا بستر خالی چٹائیوں پر بچھا دیئے گئے اور شاہ جی نے علاقہ کے رضا کاروں کو حکم دیا کہ اپنے گھروں میں جا کر اپنی اپنی روٹی لے آئیں چنانچہ ایک گھنٹہ کے اندر اندر علاقہ کے پچاس ساٹھ رضا کار اپنے کھانے لے کر آ گئے جنہیں ایک دستر خوان پر رکھ دیا گیا اس طرح نہ کوئی رضا کار بھوکا رہا اور نہ کوئی مہمان۔ روکھی پھیکی غذاؤں کے دستر خوان پر شاہ صاحبؒ کی مرغن گفتگو نے وہ سماں پیدا کیا کہ کان آج تک اس کی لذت سے آشنا ہیں۔ کانفرنس کے اجلاس دوسرے روز بھی ہوئے اور عدیم النظیر کامیابی کے ساتھ ختم ہوئے۔

## ☆ ریاست کا محدث ☆

الہ آباد (بہاولپور) میں جلسہ ہو رہا ہے شاہ جی اپنی قیام گاہ پر معتقدین کے جھرمٹ میں بیٹھے ہیں۔ مجلس گرم ہے کہ اتنے میں جلسہ گاہ سے قرآن پڑھنے کی آواز سنائی دی۔ مولوی عبدالحق صاحب احمد پوری تقریر فرما رہے تھے شاہ جی آواز پہچان گئے اور حاضرین کو کہا میرے پاس بیٹھنے سے کیا لو گے۔ جاؤ ریاست کا محدث بول رہا ہے ان سے کچھ حاصل کر لو۔

## ☆ بزرگوں کا احترام ☆

غالباً ۴۲ء کا ذکر ہے پہلی راجن میں جلسہ ہورہا تھا شاہ جی رہائش گاہ کے اندرونی حصہ میں تشریف فرما تھے۔ کسی نے خبر دی کہ حضرت حافظ کریم بخش صاحب مرحوم بہاولپور گھلواں والے تشریف لا رہے ہیں۔ آپ پان بنا رہے تھے۔ پاندان کو کھلا چھوڑ دیا اور اٹھ کھڑے ہوئے مکان سے باہر آئے تو نہر کے کنارے حافظ صاحب مرحوم کا اونٹ بٹھایا جا رہا تھا جلدی سے وہیں پہنچ کر استقبال کیا۔ حافظ صاحب نے فرمایا کہ آپ نے اس قدر تکلیف کیوں کی۔ اس پر شاہ جی نے فرمایا میری جدوجہد آپ جیسے بزرگوں کی دعاؤں کا ہی تو نتیجہ ہے اگر آپ کا احترام نہ کروں تو اور کس کا۔

## ☆ بوجھ ہلکا کر دیا ☆

بہاولپور میں غریب خانہ پر مقیم تھے مولوی جمیل الدین صاحب انسپکٹر مدارس عربیہ تشریف لائے اور بتایا کہ ان کے استاد محترم قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی مرحوم (والد مولوی عبدالرحیم جامعہ عباسیہ) انتقال آبادی کے بعد بہاولپور میں رہائش پذیر ہیں اور شاہ جی سے ملنے کے خواہش مند ہیں لیکن صاحب فراش ہونے کے باعث قیام گاہ تک نہیں آسکتے۔ شاہ جی کے پاس وقت بہت تھوڑا تھا۔ تاہم اسی وقت تیار ہو گئے اور کوچہ گل حسن میں قاری صاحب مرحوم کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔

بندہ ہمراہ تھا حضرت قاری صاحب بہت کمزور تھے۔ شاہ جی کو دیکھ کر ان کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا کافی دیر تک بھولی بسری باتیں یاد دلاتے رہے اور شاہ جی پر دعاؤں کے گجرے نچھاور کرتے رہے۔ جب شاہ جی نے اجازت طلب کی تو قاری صاحب نے پانچ کا نوٹ سرہانے کے نیچے سے نکال کر شاہ صاحب کی خدمت میں

ہدیہ پیش کیا۔شاہ صاحب نے معذرت کی اور فرمایا کہ آپ جیسے بزرگوں کی خدمت تو مجھے کرنی چاہئے آپ کیوں تکلیف فرمائیں لیکن قاری صاحب مصر رہے اور اپنی بات منوا کر چھوڑی۔اس پر میں جھٹ اپنی جیب سے دس روپے کا نوٹ نکالا اور پورے ادب واحترام کے ساتھ قاری صاحب مرحوم کی خدمت میں پیش کردیا جوانہوں نے قبول فرمالیا۔شاہ جی کے چہرے پر مسکراہٹ کے آثار ہویدا ہوگئے اور باہر آکر فرمایا۔''حسن!تم نے میرا بوجھ ہلکا کردیا''۔

## ☆ علم کے بادشاہ ☆

مسلسل بیماری کے آغاز سے قبل جب آخری بار شاہ جی بہاولپور میں تشریف لائے برادر عزیز سیٹھ عبدالخالق صاحب کے پاس قیام تھا مجھے فرمایا کہ مولانا محمد صادق کو ملنا ہے۔میں نے عرض کیا میں حضرت مولانا کو یہاں لے آتا ہوں اس پر ارشاد فرمایا کہ ''تم مولانا کی قدر کیا جانو وہ بہت بلند پایہ عالم ہیں میں کون ہوں کہ انہیں پاس بلواؤں میں خود تمہارے ساتھ چلوں گا''۔ چنانچہ شاہ جی موری دروازے تشریف لے گئے میں ہم رکاب تھا وہاں پہنچ کر ایک لطیفہ بھی ہوگیا۔مولانا موصوف اپنی مسجد میں تشریف فرما تھے شاہ جی کو آتا دیکھ کر مسجد کے دروازے تک پہنچ گئے اور آتے ہی اپنا ہاتھ شاہ جی کے گھٹنوں کی طرف لے گئے شاہ جی کے اظہار تعجب پر ارشاد فرمایا کہ میں نے مولانا غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ مرحوم کو حضرت سید انور شاہ سے اسی طرح ملتے دیکھا ہے اس پر شاہ جی نے تبسم فرمایا اور کہا ان کے کیا کہنے وہ تو علم کے بادشاہ ہیں۔

☆

## ☆ مکافاتِ عمل ☆

سندھ کی طرف سے لاہور کو تشریف لے جا رہے تھے سفر حسب معمول تھرڈ کلاس تھا۔(فرمایا کرتے تھے کہ عوام الناس کو سفر میں تبلیغ ہو جایا کرتی ہے)احقر کو پروگرام کا علم تھا اسٹیشن ڈیرہ نواب صاحب سے بہاولپور تک ہمراہ رہا مبارک پور اور کلانچوالہ کے درمیان قبرستان ریلوے لائن کے بالکل متصل واقع ہے مجلس گرم تھی اور پروانے شمع کے گرد جمع تھے کہ قبرستان کو دیکھ کر شاہ صاحب نے بات چیت بند کر دی اور خاموشی سے کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔دو تین منٹ کی خاموشی کے بعد فرمایا مرنے والے اس امر کے منتظر رہتے ہیں کہ کوئی راہ گذر مسلمان ان کے لیے ایصال ثواب کرے جو ان کی ترقی درجات یا تخفیف کا موجب ہو اس لیے جب مسلمان کی قبر دیکھو ٹھہر کر نہ سہی چلتے چلتے سورۃ فاتحہ پڑھ کر ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کر دیا کرو اگر آج لاپرواہی سے گذر جائیں گے تو آئندہ نسلیں آپ سے بھی یہی سلوک کریں گی۔

## ☆ اذان پر چھاپہ ☆

انگریز کے دور حکومت میں آزادی کے طلبگار احرار کے خلاف جاگیردار سرمایہ دار خطاب یافتگان فرنگی اور مرزائی ٹولے میں ہمیشہ ملی بھگت رہتی تھی۔

کوئی نہ کوئی بے جا بہانہ ڈھونڈ کر انہیں عوام کی نظروں میں گرانے کی کوشش کرتے رہتے تھے ایک دفعہ مسجد خیر الدین امرتسر میں شاہ صاحب نے نماز جمعہ کے بعد تقریر شروع کی یہاں تک کہ عصر کا وقت آ پہنچا مؤذن جب نماز عصر کے لیے اذان دینے کے لیے گنبد پر پہنچا تو شاہ صاحب کی نظر پڑ گئی۔فرمایا اے میاں مؤذن پانچ منٹ میرے لیے توقف کیجیے بس آخری جملے کہہ کر دعا کرتا ہوں پھر سب حضرات نماز

باجماعت ادا کریں گے مؤذن نے شاہ صاحب کی درخواست مان لی۔ پھر شاہ صاحب نے دو چار اختتامی جملے کہہ کر دعا کی تو پھر مؤذن نے اذان دی اور تمام مجمع نے نماز باجماعت ادا کی! بات صرف اتنی تھی مگر دوسرے دن ان سازشیوں کے ایماء پر اخبارات میں یہ خبر جلی سرخی کے ساتھ یوں آئی۔ ''بخاری کا اذان پر چھاپہ''۔

## ☆ الحمدللہ! ☆

امرتسر میں ایک دفعہ تقریر کرتے ہوئے فرمایا امرتسر والو میرا بچپن میری جوانی اسی شہر میں گذری اور اب بڑھاپے کے دور کا آغاز ہو چکا ہے سر اور داڑھی میں سفید بال آگئے ہیں۔ آپ مجھ سے اور میں آپ سے ناآشنا نہیں۔ یہ ہزاروں کا مجمع ہے۔ میری طرف سے کھلی اجازت ہے کوئی اٹھے اور بے خوف ولحاظ اس بھرے اجلاس میں بتادے اگر میں نے اس کے ساتھ کوئی وعدہ خلافی کی ہو یا جھوٹ بولا ہو' کوئی اٹھ کر یہ اعلان کردے کہ میں نے اس کے مال میں خیانت کی ہے۔ یا کسی کی آبرو میں خیانت کی ہے یہ کہہ کر چند لمحوں کے لیے خاموش ہوگئے پھر فرمایا میں سراپا معصیت ہوں' لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے شروع سے لے کر آج تک تین گناہوں سے ہمیشہ محفوظ رکھا۔ بات میں خیانت نہیں کی مال میں خیانت نہیں کی کسی کی آبرو میں خیانت نہیں کی' مجھ پر میرے خدا کا خاص کرم ہے۔ الحمدللہ

## ☆ طُرفہ تماشا ☆

روزنامہ نوائے وقت کے مشہور کالم نگار جناب عطاء الحق صاحب قاسمی کے والد گرامی مولانا سید بہاؤالحق صاحب قاسمیؒ وقت کے جید علماء اور مجلس احرار اسلام کے زعماء میں شمار ہوتے تھے۔ انہوں نے اپنا پہلا رہائشی مکان فروخت کرنا

چاہا۔ میرے والد گرامی سید نصیر الدین گیلانی نے شاہ صاحب کو وہ مکان خریدنے پر آمادہ کرنا چاہا تو شاہ صاحب نے عذر کیا کہ میرے پاس رقم نہیں غالباً دوڈھائی ہزار روپے مالیت کا مکان تھا۔ میرے والد صاحب نے کہا آپ کا مکان کرائے کا ہے اور آپ اکثر جیل میں رہتے ہیں اور اہل وعیال کرایہ ادا کرنے کی فکر میں رہتے ہیں بہتر ہے کہ کسی نہ کسی طرح یہ کڑوا گھونٹ حلق سے اتار لیں۔ تاکہ بچے بے فکر ہو کر اپنے گھر میں رہ سکیں خیر انہوں نے شاہ صاحب کو قائل کر لیا اور مولانا کا مکان شاہ صاحب نے خرید لیا۔ انگریز کے ایجنٹوں کو موقع ہاتھ لگا۔

سرکاری روزناموں میں خبر آگئی کہ عطاء اللہ شاہ بخاری نے ایک شاندار کوٹھی خرید لی ہے کچھ دنوں کے بعد مسجد خیر الدین ہال بازار میں جلسہ ہوا تو دوران تقریر شاہ صاحب کی نظر والد صاحب پر پڑ گئی۔ ہنس کر فرمایا بھائی نصیر الدین آپ نے میری بیوی کا زیور بکوا کر مقروض کر کے جو کوٹھا لے کر دیا تھا دیکھ لیا یاروں نے اسے کوٹھی بنا دیا۔

## ☆ کذّابوں پر لعنت ☆

ایک دفعہ تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ مرزا غلام احمد نے فلاں آیت کو غلط معانی پہنا کر اپنا مطلب نکالنا چاہا۔ مرزائیو قرآن سمجھنا چاہو تو آؤ میں سمجھاؤں قرآن ہمارے گھر اترا اور سینہ بہ سینہ نقطہ بہ نقطہ ہم تک پہنچا یہ دجال قرآن کو کیا سمجھے گا اور کیا سمجھائے گا۔ مرزائیوں کی سازش اور گورنمنٹ کی خواہش کے مطابق اخبار میں خبر یوں آئی۔ بخاری نے تقریر میں کہا کہ قرآن ہمارے نطفے سے نکلا ہے (نعوذ باللہ) بلکہ یہ شعر مجھے آج بھی یاد ہے۔

آج قرآن کو کہتے ہیں ہو نطفہ اپنا
سلسہ جس کا ملا سید ابرار سے ہے

شاہ صاحب نے جب یہ خبر پڑھی تو پھر جلسہ کیا اور سامعین سے پوچھا کہ میں نے کیا کہا تھا اگر بقول ان سازشی مرزائیوں اور سرکاری گماشتوں کے میں نے یہ کہا تھا کہ قرآن میرے نطفہ سے نکلا ہے تو کیا ہزاروں کے مجمع میں ایک بھی غیرت مند مسلمان نہ تھا (ساتھ ہی جوش وجلال کے ساتھ اپنی تلوار کو نیام سے کھینچتے ہوئے کہا) جو میری ہی تلوار سے میرا سر اڑا دیتا۔ اس انداز پر مجمع نے بار بار نعرہ ہائے تکبیر بلند کیئے اور کذابین پر لعنتیں بھیجیں۔

## ☆ یہ کھانا مجھ پر حرام ہے ☆

قصبے کا نام بھول گیا ہوں۔ شاہ صاحب رات دو بجے تقریر ختم کر کے جس زمیندار نے کھانے کا انتظام کر رکھا تھا۔ ساتھیوں سمیت وہاں پہنچے تو میزبان بے چارہ ان پڑھ تھا۔ آداب میزبانی سے ناواقف خوشی میں آ کر اس کے منہ سے یہ فقرہ نکل گیا شاہ جی یہ سب کچھ آپ کی خاطر تواضع کے لیے کیا ہے۔ شاہ صاحب نے دسترخوان پر ایک نگاہ ڈالی جو نہایت پرتکلف کھانوں سے سجا ہوا تھا۔ پھر ذرا رک کر ساتھیوں سے کہا خبردار کوئی میرے ساتھ نہ آئے۔ یہ کھانا تم پر حلال ہے مگر مجھ پر حرام یہ کہہ کر فوراً باہر نکل گئے۔ جن مدرسہ والوں نے بلایا تھا انہی کے مدرسہ میں پہنچ گئے اور طالبعلم بچوں سے کہا بھائی جس کے پاس بچی کچھی روٹی کے ٹکڑے ہوں وہ لے آؤ۔ جب اصرار کیا تو بچے باسی روٹیوں کے ٹکڑے لے کر آ گئے۔ مٹی کے پیالے میں پانی منگوایا اور ساتھ نمک بھی پھر ان ٹکڑوں کو پانی میں بھگو بھگو کر نمک کے ساتھ کھاتے رہے اور آنسو بھی جاری تھے۔ اور ساتھ ساتھ اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہتے جاتے تھے۔ کھا یہی کچھ کھا کر تو پلا بڑھا ہے گھمنڈ میں آ گیا تھا بچو!

## ☆ رحمۃٌللعالمینؐ ☆

ایک مرتبہ شاہ صاحب نے کسی مجلس میں فرمایا نبی ﷺ جب معراج پر تشریف لے گئے تو آپ کے دائیں بائیں اوپر نیچے نوریوں کی بارات تھی تاکہ اس مجلس میں ابلیس کا دخل نہ ہو۔ اس طرح چلتے چلتے ہر آسمان پر فرشتے رکتے گئے۔ حتیٰ کہ ساتویں آسماں پر سدرۃ المنتہیٰ کے قریب جبریلؑ بھی رک گئے اب نبی ﷺ نے فرمایا آگے چلو تو جبرائیلؑ نے کہا حضور ﷺ یہ میری انتہا ہے۔ پتہ چلا کہ جہاں نوریوں کی انتہا ہے۔ وہاں سے اب آمنہ کے لعل بشر کی ابتداء ہے۔ تو فرمایا شاہ صاحب نے کہ جبریل نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ اگر میں ہوتا تو ساتھ جاتا۔ میرا ایمان ہے کہ جہاں رحمت ہو وہاں عذاب کا کیا کام اور جس کے ساتھ رحمت للعالمینؐ ہوں اس کے پر جلنے کا پھر کیا خدشہ اور ویسے بھی فرمان خداوندی ہے۔ **وماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم** ترجمہ: اللہ کو یہ مناسب نہیں کہ جن میں آپ ہو ان کو عذاب ہو۔

## ☆ میرا دشمن ابھی زندہ ہے ☆

شاہ صاحب جن کو قرآن مجید سے والہانہ لگاؤ تھا اور قرآن کو بہت خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ میری اللہ سے یہ التجا ہے کہ بعد مردن عالم برزخ میں اللہ تعالیٰ مجھے موتی کی ارواح کو قرآن سنانے پر متعین کر دے۔ ایک دفعہ آپ کسی مسجد میں وضو فرما رہے تھے کہ اچانک اٹھتے ہوئے سر میں چکر سا آ گیا۔ اب چلا کر بولے اللہ میں چلا اور میرا دشمن ابھی زندہ ہے پھر تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش درست ہوئے تو لوگوں نے پوچھا شاہ صاحب آپ کس دشمن کا ذکر کر رہے تھے

فرمایا ارے وہی مرزا قادیانی۔

## ☆ یہ جوتے مجھے دے دو ☆

مولانا سید محمد طیب ہمدانی (قصور) فرماتے ہیں کہ ہمارا ایک بھائی گونگا تھا۔ اس لیے ہم نے اسے کوئی ہنر سکھانا چاہا تو اس نے ''جفت سازی'' کے فن کو پسند کیا اور اس میں خوب مہارت حاصل کرلی۔ اس نے ایک دفعہ حضور ﷺ کے نعلین مبارک کی تصویر دیکھی تو مجھ سے دریافت کیا کہ سرکار دوعالم ﷺ کے نعلین بنا سکتا ہوں پھر ایک روز وہ اسی نقشہ کے مطابق نعلین بنا کر لے آیا۔ اور مجھے پہنا دیئے۔ اور بہت خوش ہوا کچھ روز کے بعد حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ قصور تشریف لائے تو ہمارے ہاں قیام فرمایا۔

اسی دوران غسل خانہ جانے کی ضرورت پڑی تو میں نے وہی جوتے ان کے آگے کر دیئے۔ جوتے دیکھتے ہی ٹھٹھک گئے اور فرمایا ہمدانی یہ تو بالکل میاں ﷺ کے نعلین مبارک کے نقشہ کے مطابق ہیں۔ میں نے ساری بات بتادی فوراً جھکے اور نعلین اُٹھا لیے فرمایا ظالم یہ نعلین پاؤں میں پہننے کے لیے نہیں یہ کہہ کر وہ نعلین اپنے سر پر رکھ لیے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور بار بار کہتے جارہے تھے یہ سر پر رکھنے کے قابل ہیں۔

پھر غسل خانہ میں جا کر ان جوتوں کو اپنے ہاتھوں سے خوب دھو کر صاف کیا ان پر ایک وجدانی کیفیت طاری تھی کہنے لگے ہمدانی یہ جوتے مجھے دے دو۔ میں نے عرض کیا ضرور شاہ جی بلکہ یہ تو مجھ پر احسان ہوگا۔

☆

## ☆ تم گونگے ہوگئے ☆

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب جالندھری فرماتے ہیں کہ ایک دن قصبہ جتوئی سے ایک نوجوان شاہ صاحب سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا باتوں باتوں میں کہا شاہ جی بے روزگار ہوں مشکل سے گذر ہورہی ہے۔ آپ اللہ والے ہیں دعا کریں۔ مسکرا کر فرمایا۔ میاں ہم کیا ہماری دعائیں کیا۔ یہاں بڑے بڑے مقربین پڑے ہیں۔ ایک شاہ رکن عالمؒ ہی کم نہیں۔ ان سے دعا کے لیے کہا ہوتا ویسے بھی آپ لوگ زندوں سے زیادہ اہل قبور سے مانوس ہوتے ہیں اور وہ شخص واقعی دعا کے لیے شاہ رکن عالمؒ کے مزار پر چلا گیا۔ پریشان حال وشکستہ دل نوجوان نے جب دل سوزی سے فاتحہ پڑھی دعا کی تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کے سامنے ایک ایسی نورانی شخصیت کھڑی ہے کہ ان کے پاؤں زمین پر اور سر چھت کے قریب ہے گویا وجاہت اور نورانیت کا ایک پیکر ہے۔

اس نے فرمایا کیا بات کہنا چاہتے ہو کیا مانگنا چاہتے ہو وہ نوجوان کہنے لگا کہ ان کی ہیبت اور رعب وجلال سے میری زبان گنگ ہوگئی اور میری عقل گم ہوگئی میں کچھ بھی نہ کہہ سکا۔

جب وہ واپس آیا تو شاہ صاحب پان پر چونہ کتھہ وغیرہ لگا رہے تھے۔ اس کی طرف دیکھتے ہی فرمایا کیوں بھئی وہاں تم گونگے ہوگئے تم سے کوئی بات ہی نہ ہوسکی۔ میرے ساتھ بہت باتیں کررہے تھے۔

وہ بے چارہ مزید حیران ہوا اور پھر سارا واقعہ سنایا۔

شاہ جی نے کہا تم پڑھے لکھے تو ہو نہیں۔ ایسا کرو اپنے قصبے میں حمام کھول لو اور حجامت بنانے کا کام سیکھ لو۔ اس نے یہ بات پلے باندھ لی اور چلا گیا۔ پھر واقعی وہ

اس کام اور حمام میں کامیاب وکامران ہو کر خوش حالی کی زندگی گذارنے لگا۔

## ☆ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریر کا ایمان افروز اقتباس ☆

تصویر کا ایک رخ تو یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی میں یہ کمزوریاں اور عیوب تھے اس کے نقوش میں توازن نہ تھا۔ قد وقامت میں تناسب نہ تھا اخلاق کا جنازہ تھا۔ کریکٹر کی موت تھی۔ سچ کبھی نہ بولتا' معاملات کا درست نہ تھا۔ بات کا پکا نہ تھا۔ بزدل اور ٹوڈی تھا۔ تقریر وتحریر ایسی ہے کہ پڑھ کر متلی ہونے لگتی ہے لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر اس میں کوئی کمزوری نہ بھی ہوتی۔ وہ مجسمہ حسن وجمال ہوتا قویٰ میں تناسب ہوتا' چھاتی 45 انچ' کمر ایسی کہ سی آئی ڈی کو پتہ نہ چلتا' بہادر بھی ہوتا' مرد میدان ہوتا' کریکٹر کا آفتاب ہوتا' خاندان کا مہتاب ہوتا' شاعر ہوتا' فردوسی وقت ابوالفضل اس کا پانی بھرتا' خادم اس کی چاکری کرتا' غالب اس کا وظیفہ خوار ہوتا' انگریزی کا شیکسپیر ہوتا اور اردو کا ابوالکلام ہوتا پھر نبوت کا دعویٰ کرتا تو کیا ہم اسے نبی مان لیتے؟

میں تو کہتا ہوں کہ خواجہ غریب نواز مخدوم شیخ سید عبدالقادر جیلانی' امام ابو حنیفہ' امام بخاری' امام مالک' امام شافعی' ابن تیمیہ غزالی یا حسن بصری بھی نبوت کا دعویٰ کرتے تو کیا ہم انہیں نبی مان لیتے علیؓ دعویٰ کرتا کہ جسے تلوار حق نے دی اور بیٹی نبی کریم ﷺ نے دی' سیدنا ابوبکر صدیقؓ سیدنا عمر فاروق اعظمؓ اور سیدنا عثمانؓ بھی دعویٰ کرتے تو کیا بخاری انہیں نبی مان لیتا ہرگز نہیں میاں ﷺ کے بعد کائنات میں کوئی انسان ایسا نہیں جو تخت نبوت پر سج سکے اور تاج امامت ورسالت جس کے سر پر ناز کرے' وہ ایک ہی ہے جس کے دم قدم سے کائنات میں نبوت سرفراز ہوئی۔

☆

## ☆ انگریز دشمنی ☆

جب انگریز برصغیر پر قابض تھے تو ایک تقریر میں فرمایا۔ ''میری افرنگ دشمنی کا کیا پوچھتے ہو فرنگی کی گوری گوری پنڈلی پر جو چیونٹی کاٹے میں اس کے بھون پر شکر ڈالوں۔

## ☆ جیسے کو تیسا ☆

ریل گاڑی میں سفر کر رہے تھے ایک اسٹیشن پر ایک ادھیڑ عمر وضع دار شخص اسی ڈبے میں داخل ہوا جس میں شاہ صاحب بیٹھے تھے شاہ صاحب نے ذرا سمٹ کر کہا آیئے یہاں تشریف رکھیے وہ صاحب بیٹھ گئے۔ گاڑی چل پڑی تعارف کے لیے شاہ صاحب نے کہا کیا اسم گرامی ہے؟ اس نے کہا میرا نام کلب حسین ہے (حسین کا کتا) اب اس نے پوچھا جناب کا اسم گرامی؟ شاہ صاحب نے فوراً کہا ''خنزیر اللہ'' وہ صاحب بے ساختہ بولے حد ہوگئی یہ بھی کوئی نام ہوا۔ شاہ صاحب نے مسکرا کر جواب دیا اگر آپ حسین کے کتے ہو سکتے ہیں تو میں اللہ میاں کا سور نہیں ہو سکتا۔ اس میں تعجب کا کیا پہلو ہے۔

## ☆ بچھڑا ساتھی ☆

ایک نشست میں حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ کا ذکر چھڑا تو فرمایا صحابہؓ کا قافلہ جا رہا تھا انور شاہؒ پیچھے رہ گئے۔

## ☆ ٹنٹا ہی نہ ختم کر دوں ☆

ایک دفعہ تقریر کرتے ہوئے کہنے لگے حق اور باطل پر کھنے کے لیے مجھے اور مرزا محمود کو ایک کوٹھڑی میں بند کر دو۔ بس ایک مہینہ کے لیے اور نمکین پانی کے

سوا کھانے پینے کو کچھ نہ دیا جائے۔

چند روز میں ہی ختم نبوت کا اقرار کر کے باہر نکلنے کے لیے منتیں نہ کرے تو میرا نام عطاء اللہ نہیں۔ تقریر کے بعد بیٹھے تھے میں نے ازراہِ تفنن کہا شاہ جی اگر وہ پھر بھی ختم نبوت کا اقرار نہ کرے۔

فرمایا امین میں اس کا گلہ دبا کر ٹنٹا ہی نہ ختم کر دونگا پھر اس کی لاش ہی کوٹھڑی میں سے باہر نکلے گی۔

## ☆ گئو ماتا کا خاوند ☆

ہندو مہا سبھا کے صدر شیاما پرشاد نے اپنی تقریر میں مسلمانوں کا مذاق اڑایا کہ یہ قوم گوشت خور قوم ہے ان کا کام یہی ہے گوشت کھاؤ اور بچے پیدا کرو۔ اسی لیے تھوڑے عرصہ میں دس بارہ کروڑ کی گنتی کو پہنچ گئے ہیں۔'' شاہ جی نے جواب میں ایک جلسہ میں فرمایا شیاما پرشاد مکر جی شیر سے بڑھ کر کوئی جاندار گوشت خور نہیں زندگی میں ایک دفعہ جفتی کرتا ہے۔ اور آپ کی گئو ماتا کا خاوند آپ کا پتاجی (سانڈھ) جو گھاس پھوس پر گذارا کرتا ہے دیکھتے نہیں ہو بازاروں میں کبھی اس ماتا پر سوار ہوتا ہے کبھی اس ماتا پر۔

## چتلی قبر

ایک دفعہ تقریر میں فرمایا دہلی میں ایک مجذوب تھا جو آہ بھر کر بڑے سوز و گداز سے ہمیشہ ایک ہی مصرع بلند آواز سے پڑھتا اور چل دیتا۔

''اس لیے مجھ کو تڑپنے کی تمنا کم ہے''

لوگ پوچھتے دوسرا مصرع کیا ہے تو وہ کہتا جس دن میں نے دوسرا مصرع

پڑھ دیا تڑپ کر جان دے دونگا۔

ایک دفعہ چند نوجوانوں نے گھیر لیا اور کہا دوسرا مصرع سناؤ اس مجذوب نے بہت لیت ولعل کی مگر وہ باز نہ آئے آخر اس مجذوب نے تنگ آ کر دوسرا مصرع پڑھ دیا اور تڑپ کر گرا اور جان دے دی۔

وسعت دل تو بہت ہے وسعت صحرا کم ہے
اس لیے مجھ کو تڑپنے کی تمنا کم ہے

فرمایا اس مجذوب کی قبر شاہی مسجد کے قریب چتلی قبر کے نام سے مشہور ہے۔

## ☆ شرک فی النبوۃ ☆

جب ابن سعود ملک الحجاز نے جنت البقیع اور جنت الماوٰی میں قبروں کے قبے گرا دیئے تو ہندوستان کے اہل بدعت اور اہل تشیع نے بہت شور مچایا اور ابن سعود کے خلاف ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔

اس معاملہ میں اہل سنت والجماعت (دیوبندی) خاموش تھے کہ قبوں وغیرہ کا واقعی کوئی جواز نہ تھا۔

ان دنوں شاہ صاحبؒ امرتسر کے ایک جلسہ میں تقریر کے لیے کھڑے ہوئے تو ایک شرارتی نے بھرے جلسہ میں پکار کر کہا ہم تقریر تب سنیں گے پہلے بتائیں کہ ابن سعود نے جو قبے گرائے ہیں وہ صحیح کیا ہے یا غلط؟

مجلس احرار چونکہ سیاسی جماعت تھی اگر شاہ صاحب کہتے کہ درست کیا ہے تو عوام کا ایک بڑا حصہ جماعت سے کٹ جاتا اگر غلط کیا ہے تو شریعت میں اس کا کوئی جواز نہیں تھا لہذا ہر احراری پریشان ہو گیا کہ اب کیا بنے گا مگر بخاری ان باتوں سے

گھبرانے والا نہیں تھا۔ سوال سن کر جلسہ گاہ میں ہزاروں لوگ بیٹھے ہوئے تھے ان سے پوچھا اے سامعین حضرات آپ میں سے جو حضرات اس سال حج کر کے آئے ہیں وہ اُٹھ کھڑے ہو جائیں یہ سن کر بہت سے آدمی کھڑے ہو گئے شاہ صاحب نے ان سے پوچھا سچ سچ بتائیں آپ مدینہ منورہ گئے تھے انہوں نے کہا ضرور گئے تھے۔ پھر فرمایا وہاں میرے میاں ﷺ کا گنبد موجود تھا اسے تو نہیں گرایا سب نے کہا نہیں سبز گنبد سلامت و موجود ہے۔

یہ سن کر بڑے جوش میں بہ آواز بلند فرمایا میرے میاں ﷺ کے علاوہ کوئی دوسرا گنبد یا قبہ شرک فی النبوت ہے۔

ان کا یہ حق کسی دوسرے کو نہیں دیا جا سکتا۔ اللہ کا جو حق ہے اس میں کسی دوسرے کو شریک کرنا اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے اسی طرح نبوت کے حق میں کسی دوسرے کو شریک کرنا شرک فی النبوت ہے

شاہ جی کا یہ فرمانا تھا کہ چاروں طرف نعرہ تکبیر گونجنے لگا یوں دشمن کی چال ناکام ہو گئی۔

## ☆ اِسے ضائع کر دو ☆

امیر شریعتؒ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد پنڈی بھٹیاں میں وہاں کے مشہور سوشل ورکر جناب غلام رسول نے عوامی سہولت کے لیے ایک لائبریری کھولی لائبریری کے افتتاح کے لیے قدرت اللہ شہاب اور مسعود کھدر پوش کو لاہور سے بلایا گیا۔ اور مجھے بھی دعوت دی گئی میں جب شیخوپورہ سے پنڈی بھٹیاں پہنچا تو میری دونوں حضرات سے ملاقات ہوئی مجھے معلوم ہوا تھا کہ مسعود کھدر پوش کے پاس حضرت شاہ صاحب کی ایک تقریر ٹیپ ہے مگر وہ دوسرے کو اس ٹیپ کی کاپی نہیں

کرنے دیتے میں نے یہ موقع غنیمت سمجھا چائے کے دوران میں نے مسعود سے کہا کہ سنا ہے آپ کے پاس شاہ صاحب کی تقریر ٹیپ میں محفوظ ہے اور آپ کسی کو نہ سناتے ہیں نہ ہی ٹیپ کرنے دیتے ہیں۔ مسعود نے کہا گیلانی صاحب جو میرے ساتھ اس معاملہ میں المیہ ہوا وہ سن لیں۔ کہنے لگا میں مظفر گڑھ میں ڈپٹی کمشنر تھا۔ ان دنوں انڈیا سے جنگ چھڑنے کا خطرہ تھا شاہ صاحب کو دفاع پاکستان کے موضوع پر تقریر کے لیے بلایا چنانچہ رات ان کی نہایت ولولہ انگیز تقریر ہوئی اور میں نے وہ تقریر بڑے شوق سے ٹیپ ریکارڈ میں محفوظ کر لی۔

صبح ناشتہ پر میں نے پس پردہ ٹیپ ریکارڈ چلائی تو شاہ صاحب نے ناشتہ چھوڑ دیا اور حیرت زدہ ہو کر کہا مسعود یہ تو میری ہی آواز ہے پھر کئی منٹ تعجب سے سنتے رہے آنکھوں سے آنسو بہنے لگے فرمایا مجھے آج ہی پتہ چلا کہ آواز میں کتنا جادو ہوتا ہے پھر ٹیپ بند کر دیا اور کہا مسعود اسے ضائع کر دو۔

بات آئی گئی ہوگئی۔ میرا بہ حیثیت ایڈمنسٹر اوقاف لاہور تبادلہ ہوگیا۔۔ لاہور میں جو کوٹھی ملی اس کے زیریں کمرہ میں ایک لوہے کی الماری تھی وہ ٹیپ مشین میں نے اس کے سب سے نچلے خانے میں رکھی ہوئی تھی۔ 

کرنا خدا کا یوں ہوا برسات کا موسم آگیا ایک روز بڑے دھڑلے کی بارش ہوئی ہمارے کوٹھی کا وہ نچلا کمرہ زیر آب آگیا۔ جب بارش ختم ہوئی تو میں نے وہ الماری کھول کے ٹیپ مشین نکالی دیکھا اس کا فیتہ گیلا ہو چکا تھا۔ جب مشین چلائی تو بالکل خاموش نہ کوئی چوں نہ چراں میں نے سوچا قلندر کے منہ سے نکلی ہوئی بات سچ ہوگئی اس نے کہا تھا ''مسعود اسے ضائع کر دو''

میں نے وہ مشین امریکہ بھیجی مگر کئی مہینوں کے بعد واپس آگئی کہ اب مردہ

زندہ نہیں ہوسکتا۔

## ☆ روپے واپس لے لیے ☆

ایک دن باتوں باتوں میں فرمایا قصہ یوں ہوا کہ میں ایک دفعہ علی الصبح ڈیرہ اڈا جہاں سے ڈیرہ غازی خان کو بسیں چلتی ہیں پہنچا ٹکٹ کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالا تو بٹوہ نہ تھا۔ خیال آیا او ہو بٹوا تو میں چارپائی پر بھول آیا بس تیار کھڑی تھی اگر یہ بس نکل جاتی تو میں ڈیرہ غازی خاں بروقت نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اچانک میری نظر ایک پان والے پر پڑی وہ دوکان کھول کر صفائی وغیرہ میں مصروف تھا۔ اس کی دکان کے آگے ایک لکڑی کا تخت لوگوں کے بیٹھنے کے لیے رکھا تھا ان دنوں میرے ہاتھ میں موٹا سا ڈنڈا ہوا کرتا تھا میں لپک کر اس دکان پر پہنچا اور اپنا ڈنڈا اتنے زور سے اس تخت پر مارا کہ وہ لرز گیا اور میری طرف دیکھا میں نے جلالی روپ بنا کر رعب سے کہا جلدی نکالو دس روپے وہ بے چارہ ایسا خوفزدہ ہوا کہ بغیر کسی چون وچرا کے گلے میں سے دس روپے نکال کر دے دیئے میں جلدی سے گیا اور ٹکٹ خرید کر بس میں جا بیٹھا۔ دوسرے دن جب میں ڈیرہ سے واپس اسی اڈے پر پہنچا تو میں نے دس روپے جیب سے نکالے اور پان والے کو دینے کے لیے دکان کے قریب پہنچا تو وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے پان والے نے سہمے ہوئے انداز میں ان سے کہا ''افو ہو'' بابا پھر آ گیا ان لوگوں میں سے کچھ نے مجھے پہچان لیا اور ملنے کے لیے آگے بڑھے میں نے اصل واقعہ بتایا سب ہنس پڑے اب وہ پان والا دس روپے واپس نہیں لیتا تھا میں نے اسے سمجھایا کہ بیٹا میں نے ادھار کی نیت سے لیے تھے۔ اور اس وقت میں تے مجبوری سے یہ ڈرامہ رچایا پھر اس نے روپے واپس لے لیے۔

☆

## ☆ شہدہ تو تُو ہے ☆

ایک دن دوران تقریر ایک مجذوب کا واقعہ بیان کیا:

فرمایا ملتان میں ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی سڑکوں پر کیچڑ تھی ایک مجذوب خوشی کی لہر میں اچھلتا کودتا جا رہا تھا اچانک پاؤں پھسلا تو مجذوب صاحب کیچڑ میں چوپٹ ہو گئے غیب سے آواز آئی شہدہ سرائیکی میں شہدہ اس کو کہتے ہیں جس کا کوئی نہ ہو یعنی بے کس وہ بے چارہ وہ مجذوب کیچڑ میں لت پت جوش سے اٹھ کھڑا ہوا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہنے لگا میں کیوں شہدہ میرے تو ماں باپ بہن بھائی سب ہیں تیرا ہی کوئی نہیں نہ ماں باپ نہ جورنہ اولاد شہدہ تو ہے جس کا کوئی نہیں پھر بھلا میں شہدہ کیسے ہوا میرا تو تو ہے۔

## ☆ لعنت بر پدر فرنگ ☆

ایک روز گھر میں نشست جمی ہوئی تھی باتوں میں سے باتیں نکل رہی تھیں فرمایا (پاکستان بننے سے پہلے) میں بس میں کسی گاؤں تقریر کرنے جا رہا تھا۔ راستے میں بس ایک جگہ ٹھہری تو پھر سٹارٹ نہیں ہو رہی تھی کنڈکٹر نے نوجوان مسافروں سے کہا وہ اتر کر دھکا لگا دیں تا کہ بس سٹارٹ ہو جائے آٹھ دس جوان اتر کر دھکا لگایا مگر وہ اسٹارٹ ہونے کا نام نہیں لیتی تھی وہ بے چارے دھکے لگا لگا کر ہانپ گئے تھے۔ مسافر بھی پریشان تھے۔ کہ اب کیا ہو گا۔ میں اچانک اترا اور ان نوجوانوں سے کہا تم میرے ساتھ مل کر یہ نعرہ لگاؤ لعنت بر پدر فرنگ اور پھر مل کر دھکا لگاتے ہیں چنانچہ ہم سب نے لعنت بر پدر فرنگ کہ کر دھکا لگایا تو بس سٹارٹ ہو گئی۔ اور سب مسافر خوش ہو کر کہنے لگے۔ آپ نے یہ وظیفہ پہلے کیوں نہ بتا دیا۔

## ☆ ایک عجیب قصہ ☆

پتہ نہیں کس زمانے کی بات ہے ہندوستان کے کسی شہر میں ایک شخص زنانہ لباس پہن کر گھومتا۔لوگ اسے ہیجڑہ سمجھتے تھے۔کہاں رہتا ہے کیا نام ہے کسی کو معلوم نہ تھا۔پوچھو تو کہتا میں اللہ کی گھر والی ہوں۔اس لیے اسی نام سے مشہور ہو گیا۔جب کبھی وہ بازار میں نکلتا اوباش نوجوان اس پر آوازے کستے۔مذاق کرتے دوپٹہ کھینچتے فحش قسم کی حرکات کرتے وہ صبر سے سہ لیتا زیادہ تنگ کرتے تو اتنا کہہ دیتا ''اجی چھوڑ و اللہ کے گھر والی سے مذاق اچھا نہیں''۔

ایک دفعہ صورتحال یہ ہوئی کہ گرمی شدید پڑی بارش نہیں ہو رہی تھی۔فصلیں تباہ ہو گئیں کنویں خشک ہو گئے۔جانور تک بلبلا اٹھے لوگ دعائیں مانگتے نماز استقاء پڑھتے مگر سماں نہ بدلا۔آخر شہر کے کچھ نیک نمازی علاقہ کے عالم دین اور متقی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا حضرت کیا بنے گا۔گرمی اور قحط کی آفت کیسے ٹلے گی آپ بزرگ ہیں دعا فرمائیں کچھ تدبیریں بتائیں۔ان لوگوں کی فریاد سن کر انہوں نے اپنی خاموشی توڑی اور فرمایا۔تمہیں یقین نہیں آئے گا مگر میں اصل بات بتاتا ہوں۔جب تک یہ اوباش اللہ کی گھر والی کو ستانا نہیں چھوڑیں گے اور تم معززین اس سے معافی نہیں مانگو گے یہ مصیبت دور ہونیکی نہیں چاہیے سارا علاقہ بھسم ہو جائے اور تمام لوگ مر ہی کیوں نہ جائیں۔اللہ میاں ناراض ہیں۔ان کی ناراضگی اللہ کی گھر والی کو راضی کر کے ہی دور ہو سکتی ہے۔ایک ثقہ اور عالم دین بزرگ کے منہ سے یہ بات سن کر وہ لوگ حیرت میں گم ہو گئے۔اس بزرگ نے فرمایا میں نے تمہیں اس مصیبت کا علاج بتا دیا ہے عمل کرنا نہ کرنا تمہارے اختیار میں ہے انکا ارشاد سن کر لوگ اللہ کی گھر والی کی تلاش میں لگ گئے بات مشہور ہو گئی۔ایک ہجوم ساتھ ہو لیا۔کسی کو اس

کے گھر گھاٹ کا پتہ نہ تھا۔ایک شخص نے بتایا کہ میں نے اسے کئی دفعہ علی الصبح فلاں مغنیہ کے گھر سے نکلتے دیکھا ہے۔ہجوم اس مغنیہ کے پاس پہنچا اس سے پوچھا تو اس نے کہا حقیقت یہ ہے کہ میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ ہر روز منہ اندھیرے وہ میرے ہاں آتی ہے جھاڑو جھاڑ دیتی ہے گھڑوں میں پانی بھرتی ہے نہ تو کبھی اس نے مجھ سے کوئی پیسہ لیا نہ کبھی کچھ کھایا پیا۔بس اتنا کام کر کے غائب ہو جاتی ہے۔وہ معززین اور ان کے ہمراہ ہجوم تھا مزید حیرت میں گم ہو گیا۔کسی نے کہا میں نے اسے فلاں راستے سے شہر کے باہر جاتے کئی بار دیکھا وہ ہجوم اسی راستے سے شہر کے باہر نکلے دور ایک میدان میں اس کی جھلک نظر آئی۔وہ تنہا بیٹھی تھی۔ہجوم بھاگا اور اسے جالیا۔چند معززین آگے ہوئے تو اس نے کہا آج بڑے بڑے لوگ ہجوم لے کر یہاں بھی مجھے ستانے پہنچ گئے۔معززین نے کہا نہیں اللہ کی گھر والی یہ بات نہیں ہم تو تمہیں تلاش کرتے کرتے یہاں پہنچے کہ تم سے معافی مانگیں آئندہ کوئی نوجوان نہ تمہیں چھیڑے گا نہ مذاق کرے گا تو اللہ کی گھر والی ہے اللہ کی مخلوق پر رحم کر سب کو معاف کر دے۔کہنے لگی ہائے ہائے آپ کیا کہہ رہے ہیں آخر انہیں بات کھولنی پڑی کہا کہ فلاں بزرگ کو جانتی ہو اس نے ہمیں سب کچھ بتا دیا ہے اور اسی کے ارشاد کے مطابق معافی مانگنے آئے ہیں یہ سن کر اس نے دل سوز آہ بھری اور کہا ہائے اس ظالم نے میرا راز فاش کر دیا۔پھر چیخ چیخ کر روئی اے اللہ انہیں معاف فرما اور بارش برسا نہیں تو میں اپنا دوپٹہ اتار دوں گی مانگ اجاڑ دوں گی چوڑیاں توڑ دوں گی اور کہہ دوں گی میرے سائیں نے مجھے چھوڑ دیا یہ کہہ کر لرز گئی۔آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔پتہ نہیں اتنے میں بادل امنڈ امنڈ کر کہاں سے آ گئے اور گرجنے لگ گئے۔اللہ کی گھر والی جلدی سے اٹھی بھاگی اور زمین میں دھنس گئی چند قدم پر پھر باہر نکلی پھر دھنس گئی جب ساتویں بار دھنسی تو پھر نہ نکلی وہیں اس کی قبر بنا دی گئی۔پھر وہاں آبادی ہو گئی اور اس آبادی کا نام ست گھرہ

رکھ دیا گیا۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے ست گھرہ نام رکھنے کی وجہ تسمیہ بتائی میرے ساتھ دو تین ساتھی اور بھی بیٹھے تھے۔

## ☆ مُشتے از خروارے ☆

اب آخر میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان بیسیوں واقعات میں سے صرف چند ایک واقعات بیان کردوں جو ہمارے بعض بزرگوں نے شاہ جی کی وفات کے بعد کشف قبور کے ذریعے یا دوستوں اور بزرگوں نے خواب میں ان کا مقام و مرتبہ اور کیفیت دیکھی! جس کشف یا خواب کے ساتھ کسی بزرگ کا حوالہ نہ ہوگا قارئین کرام یہ سمجھ لیں کہ ان کی طرف سے اظہار نام کی اجازت نہ ہوگی۔

## ☆ اسٹیشن والا لطیفہ ☆

بشارت: ایک دفعہ راقم الحروف اور مولانا قاری عبدالحی صاحب عابدؔ مولانا محمد شفیع صاحب کو ساتھ لے کر شاہ جی کی قبر پر فاتحہ کے لیے گئے۔ واپسی پر مولوی محمد شفیع صاحب نے یہ واقعہ سنایا کہ ایک مشہور و معروف بزرگ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ مدرسہ قاسم العلوم ملتان تشریف لائے اور فرمایا کہ میں شاہ جی کے مزار پر جانا چاہتا ہوں لہٰذا ان کی رہنمائی کے لیے میں ان کے ساتھ ہو گیا۔ مزار پر پہنچ کر وہ بزرگ کافی دیر تک مراقبے میں رہے پھر ایک دم مسکرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور واپسی پر میرا ہاتھ تھام کر فرمایا۔ اللہ اللہ شاہ جی کے مقام و مرتبہ کے کیا کہنے ہیں۔ ہاں تو بھائی تم سوچتے ہو گے کہ میں ہنستا کیوں تھا۔ دراصل بات یہ ہے کہ جس طرح شاہ جی صاحب زندگی میں ہنسنے ہنسانے کے عادی تھے اب بھی وہی حالت ہے باتوں باتوں میں مجھ سے فرمایا۔ مولانا وہ اسٹیشن والا لطیفہ یاد ہے۔ اس پر مجھے بے اختیار ہنسی آ گئی۔ انھوں

نے زندگی میں ایک دفعہ ایک اسٹیشن پر مجھے ایک لطیفہ سنایا تھا جس پر مجھے ہنسی آگئی تھی آج بھی وہی لطیفہ یاد دلا کر مجھے پھر ہنسا دیا۔

## ☆ مُرشد سے پہلے نہیں ☆

بشارت: حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھریؒ نے ایک جلسہ عام میں مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضرت شاہ جی کی خدمات کا بھی ذکر کیا اور فرمایا چونکہ شاہ جی نے اپنی ساری زندگی ختم نبوت کی حفاظت میں صرف کردی اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے درجات بہت بلند کردیئے اور انہیں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمایا۔ مولانا نے اس مجمع عام میں بتایا کہ مجھ سے ایک بہت بڑے عارف اور بزرگ نے اپنا خواب یوں بیان کیا۔ میں ان کا نام عام لوگوں میں نہیں بتاؤں گا! ہاں کوئی خاص شخصیت تنہائی میں دریافت کرے تو بتادوں گا! پھر بیان فرمایا وہ بزرگ فرماتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ ایک جگہ تشریف فرما ہیں۔ دائیں بائیں سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ بیٹھے ہیں اور سامنے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور دوسرے حضرت عبدالقادر صاحب رائے پوری بیٹھے ہیں۔ حضور ﷺ کے پاس دو عمامے ہیں آپ نے ایک عمامہ سیدنا صدیق اکبرؓ کو دیکر بخاری صاحب کے طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ عمامہ اس کے سر پر رکھ دو اس نے ہماری ختم نبوت کی حفاظت کے لیے بڑی محنت کی اور دوسرا عمامہ حضرت رائے پوری کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ ان کے سر پر رکھ دو۔ حضرت صدیق اکبرؓ جب عمامہ بخاری کے سر پر رکھنے کے لیے بڑھے تو بخاری نے عرض کیا حضور ﷺ میں نے جو کچھ لیا اپنے حضرت سے لیا ہے۔ یعنی حضرت رائے پوریؒ سے اگر مناسب خیال فرمائیں تو پہلے عمامہ ان کے سر پر رکھیں پھر حضور ﷺ سے اجازت لے کر جناب صدیق اکبرؓ نے حضرت رائے پوریؒ کا عمامہ ان کے

سر پر پہلے پہنایا اور پھر شاہ جیؒ کے سر پر پہنا دیا گیا۔

## ☆ خادم ختم نبوت ☆

بشارت: حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال نے مجھ سے فرمایا۔ جب حضرت شاہ جی بستر علالت پر تھے ان دنوں تبلیغی جماعت کے حضرات کی ایک جماعت کویت گئی ہوئی تھی۔ امیر صاحب فرماتے ہیں کہ کویت میں ہمارا مرکز کویت کی مرکزی جامع مسجد میں تھا ایک روز صبح کے وقت ایک سن رسیدہ بزرگ تشریف لائے جن کا نورانی چہرہ ہی ان کی بزرگی کی شہادت دیتا تھا۔ وہ مجھ سے پوچھنے لگے کہ آپ لوگ پاکستان سے آئے ہیں۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ تو پوچھا پاکستان میں کوئی عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے نام کے بزرگ ہیں میں نے اقرار کرتے ہوئے شاہ جی کا مختصر سا تعارف کرایا اور تعجب سے دریافت کیا کہ آپ انہیں کیسے جانتے ہیں۔ اس پر انہوں نے بتایا کہ رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا۔ پھر فرمایا میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ ایک وسیع میدان میں ایستادہ ایک سمت یوں دیکھ رہے ہیں جیسے کسی کا انتظار ہو پھر میں نے دیکھا کہ بہت بڑا ہجوم حضور ﷺ کی طرف آ رہا ہے۔ ہر شخص کا چہرہ نہایت نورانی تابناک اور دل آویز ہے وہ ہجوم حضور ﷺ کے پاس آ کر دو حصوں میں دائیں بائیں بٹ گیا۔ کچھ وقفہ کے بعد ویسا ہی ایک اور ہجوم نمودار ہوا وہ بھی نہایت خوبرو اور درخشندہ پیشانیوں والے لوگ ہیں۔ حضور ﷺ کے قریب آ کر وہ بھی دائیں بائیں میں تقسیم ہو گئے۔ مگر حضور ﷺ اب بھی اس طرح اسی جانب دیکھ رہے ہیں جیسے اب بھی کسی کا انتظار ہو۔ اتنے میں صرف ایک شخص جو نہایت حسین وجمیل ہے آتا دکھائی دیا۔ جب وہ قریب تر پہنچا تو حضور ﷺ آگے بڑھے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی ساتھ ساتھ ہیں۔ نبی پاک ﷺ نے اس

شخص سے مصافحہ کیا سینے سے لگایا اور اس کی پشت پر شفقت سے دست مبارک پھیرتے رہے۔ میں نے کہا یہ پہلا گروہ تو انبیاء کرام کا تھا۔ دوسرا صحابہ کرامؓ کا مگر یہ شخص کون ہے جس کا حضورﷺ انتظار فرماتے رہے اور اتنی محبت وشفقت کا اظہار فرمایا۔ تو ایک آواز آئی کہ یہ خادم ختم نبوت عطاء اللہ شاہ بخاری پاکستانی ہے خواب بیان کرنے کے بعد اس بزرگ نے فرمایا۔ آپ نے بتایا کہ وہ بیمار تھے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی وفات ہو چکی ہے۔ امیر جماعت کہتے ہیں جب شاہ جی کی وفات کا علم ہوا تو ہم نے حساب لگا کر دیکھا۔ شاہ جی کی وفات اسی روز ہوئی تھی جس کی شب کو اس بزرگ نے یہ خواب دیکھا تھا۔ 

## ☆ مسحور کن منظر ☆

بشارت: یہ خواب نہایت عجیب وغریب اور طویل ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ خواب بیک وقت دو شخص دیکھتے ہیں۔ ایک گوجرانوالہ شہر میں دوسرا موضع جتیہ شیخوپورہ میں پھر اتفاق سے دونوں حضرات کے نام اور پتے لکھ رہا ہوں۔ خواب چونکہ بہت طویل ہے اس لیے میں نے کچھ جزئیات چھوڑ کر۔ دیگر مناظر میں ربط قائم کر دیا۔ (امین)

نور حسین ولد حضور دین' محلہ روڑی رانا' مسجد عبداللہ خونی گوجرانوالہ بیان کرتے ہیں کہ جس روز شاہ جی کی وفات ہوئی نصف شب کو میں نے خواب میں دیکھا کہ شاہ جی ایک وسیع میدان میں قطب کی طرف منہ کر کے کھڑے بازو ہلا ہلا کر آوازیں دے رہے ہیں۔ آجاؤ آجاؤ یہ آواز سن کر جو لوگ شاہ جی کے طرف بھاگ بھاگ کر آرہے ہیں وہ سب زخمی' مجروح اور مقتول ہیں۔ اعضاء کٹے ہوئے ہیں خون بہہ رہا ہے۔ حتیٰ کہ شاہ جی کے گرد ایک جم غفیر ہو جاتا ہے معاً ایک مکان نظر آتا ہے جس کے ساتھ ساتھ دو دروازے ہیں شاہ جی ان سب کو لے کر ایک دروازے میں

داخل ہو جاتے ہیں اور تھوڑے ہی وقفے کے بعد دوسرے دروازے سے **نکل آتے** ہیں۔ مگر اب وہ تمام لوگ جو پہلے کٹے پھٹے ہوئے تھے اب صحیح سلامت **اور نہایت** حسین وجمیل ہیں۔ اب ایک گنبد نظر آتا ہے وہاں کھڑے ہوکر شاہ جی بلند آواز سے السلام علیکم کہتے ہیں تو جواب آتا ہے وعلیکم السلام۔ شاہ جی بازو پھیلائے جیسے کسی سے معانقہ کرنا ہو گنبد کے اندر چلے جاتے ہیں۔ اور کچھ باتوں کی آواز آتی ہے پھر اچانک یہ منظر غائب ہو جاتا ہے اور میں تنہا ایک میدان میں پریشان کھڑا ہوں کہ شاہ جی کہاں چلے گئے۔ اتنے میں ایک بزرگ جنہیں میں واقعی پہلے جانتا ہوں عرصہ ہوا کہ ایک دفعہ میں نے انہیں گرمیوں میں ٹھنڈا پانی پلایا تھا اور وہ دعائیں دیتے چلے گئے تھے۔ اور اب بھی کبھی کبھار وہ کہیں نہ کہیں نظر آجاتے تھے۔ وہ بزرگ اب خواب میں مجھ سے پوچھتے ہیں تم یہاں کیوں کھڑے ہو میں نے کہا شاہ جی کی تلاش میں۔ انہوں نے کہا وہ تو اپنے قافلے کے ساتھ آگے چلے گئے ہیں آؤ تمہیں دکھاؤں۔ ہم چلے تو تھوڑی دُور قافلہ نظر آیا قافلے والے پیچھے ہٹنا شروع ہوئے تو دروازہ خود بخود کھلنے لگا جب دروازہ پوری طرح کھل گیا تو شاہ جی قافلے کو لے کر اندر چلے گئے۔ آخر میں جب میں نے چاہا کہ میں بھی اندر داخل ہو جاؤں تو مجھے پہرہ داروں نے یہ کہہ کر روک دیا کہ تمہارا مقام یہ نہیں۔ دروازہ بند ہو گیا میں اس قلعہ کی دیوار کے ساتھ لگا کہ کوئی دوسرا رستہ ملے تو میں بھی اندر چلا جاؤں مگر ہر دس قدم پر دیوار کے ساتھ محافظ کھڑے ہیں۔ پھر ایک دروازہ آیا تو وہاں بھی یہی صورت دیکھی۔ پریشان ہو کر لوٹا اور پہلے دروازہ پر پھر آ گیا۔ پھر وہی بزرگ ملے اور پوچھا اب کیا بات ہے میں نے کہا جناب میں تو باہر رہ گیا اور شاہ جی اندر تشریف لے گئے پہرے دار مجھے جانے نہیں دیتے اس بزرگ نے دیوار کے ساتھ کھڑے ہو کر مجھے اپنے دائیں گھٹنے پر سوار کر کے دیوار پر

چڑھا دیا میں نے دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔ دیکھتا ہوں اس قلعہ کے اندر ایک عظیم الشان باغ ہے اور مختلف تختہ ہائے گل ہیں۔ ہر تختہ گل اپنی مثال آپ ہے میں حیران کھڑا تھا۔ کہ پھر وہی بزرگ ملے اور کہا دیکھو یہ پہلا کمرہ میرا ہے دوسرا حضرت عیسیٰؑ کا اور تیسرا بخاریؒ صاحب کا۔ چاہو تو میرے کمرے میں چلو۔ ہم کمرہ میں داخل ہوئے تو اندر پانی ہی پانی ہے اور اس میں ایک چکی سی گھوم رہی ہے اس بزرگ نے مجھے اس چکی پر بٹھا دیا تو وہ پانی میں اُتر گئی۔ پانی کے اندر بھی باغات ہیں جو پھلوں سے لدے ہوئے ہیں میں سیر کر کے لوٹا تو اس کمرہ سے باہر نکلا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کمرہ میں کھڑکی میں سے جھانکا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چند نوجوان بیٹھے ہیں اور وہ ان سے مصروف گفتگو ہیں۔ پھر شاہ جی کے کمرے میں جھانکا تو شاہ جی اسی ہجوم میں تقریر فرما رہے ہیں اور ایک شخص پاس بیٹھا تقریر لکھ رہا ہے شاہ جی نے تقریر ختم کی اور سب کو لے کر سیڑھیاں اتر کر میری نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ شخص جو تقریر لکھ رہا تھا وہ کاغذات سنبھالے کچھ فاصلے پر تیز تیز قدموں سے جا رہا ہے میں نے کوشش کی کہ اس سے مل کر پوچھوں شاہ صاحب کہاں تشریف لے گئے مگر میرا اور اس کا درمیانی فاصلہ کم نہیں ہوتا مایوس ہو کر میں پیچھے مڑتا ہوں چلتے چلتے قبرستان سے گزرتا ہوں اچانک ایک قبر کھلتی ہے اس میں سے میری چچی صاحبہ جو میری ساس بھی ہیں مجھے آواز دیتی ہیں بیٹا کہاں پھر رہے ہو۔ میں نے کہا چچی شاہ صاحب کی تلاش ہے کہنے لگی آؤ میں بتاؤں ان کی قبر میں اترا تو دائیں طرف کی کھڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا ادھر اتر جاؤ۔ میں ادھر کود جاتا ہوں دیکھتا ہوں کہ میرے دائیں بائیں دو عظیم الشان باغ ہیں دائیں میں مرد اور بائیں میں عورتیں ہیں اور دائیں طرف والے باغ میں شاہ صاحب کے تمام ساتھی پھل کھا رہے ہیں اور شاہ

صاحب اسی شخص کے ساتھ ٹہل رہے ہیں جوان کی تقریر لکھ رہا تھا۔ میں اس منظر کی کیفیت سے مسحور تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔

## ☆ احسانِ عظیم ☆

محمد عارف چک ۱۶ موضع حیبۃ شیخوپورہ کا ایک نوجوان ہے اور حضرت مولانا احمد علیؒ صاحب کا مرید ہے۔ وہ شاہ صاحب کی وفات کے ایک سال بعد روزگار کی تلاش میں گوجرانوالہ پہنچا۔ حاجی اللہ دتہ صاحب کے برتنوں کے کارخانہ میں ملازم ہوگیا۔ وہاں اس نے نورحسن ولد حضوردین کو کام کرتے ہوئے دیکھا تو ٹھٹھک کے رہ گیا اور اسے ایک سال قبل دیکھا ہوا خواب یاد آگیا کہ اس شخص کو میں نے اس خواب میں بغور دیکھا تھا۔ وہ تسلی کے لیے بار بار اسے دیکھنے جاتا تو نورحسن نے اسی سے پوچھا کیا بات ہے تم بار بار بے مقصد یہاں کیوں آتے ہو۔ آخر محمد عارف نے اسے اپنا خواب سنایا اور کہا کہ جب شاہ صاحب کے ساتھی باغ میں پھل کھا رہے تھے اور شاہ صاحب ایک آدمی کے ساتھ ٹہل رہے تھے تو آپ انہیں بڑے غور سے دیکھ رہے تھے میں اس وقت کچھ دور کھڑا یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ میں نے ایک دوسرا باغ بھی دیکھا جس کے متعلق بتایا گیا کہ یہاں حضرت مولانا احمد علیؒ اور ان کے ساتھی رہیں گے! نور حسن کہتے ہیں کہ میں اس سے یہ باتیں سن کر حیران رہ گیا وہ خود بھی حیران تھا بہرحال ہمیں یقین ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر یہ احسان ہوا اور بشارت دی گئی۔

## ☆ تنبیہ ☆

بشارت: یہ واقعہ نہ تو خواب کا ہے نہ کشف کا بلکہ عالم بیداری کا اور جیتے جاگتے ماحول کی بات ہے۔ ہمارے شہر شیخوپورہ میں ایک ظریف الطبع ہنس مکھ آدمی جن کی ہر خاص وعام سے بے تکلفی ہے (ان کی عزت نفس کے خیال سے ان کا نام لکھنا مناسب نہیں

سمجھتا) ایک روز عصر کے وقت آئے اور میرے ساتھ دوکان کے باہر کرسی پر بیٹھ گئے۔ہنس کر کہنے لگے شاہ جی آپ سید بادشاہ ہیں۔ بڑے اچھے آدمی ہیں اور شاعر بھی بڑے کمال کے ہیں۔میرے دل میں آپ کی عزت بھی ہے اور محبت بھی۔کاش آپ وہابی نہ ہوتے۔ان کی یہ ساری باتیں محض دل لگی کی خاطر تھیں۔پھر کہنے لگے آپ کے بخاری سید بادشاہ تھے۔غضب کے خطیب تھے کئی بار میں نے ان کی تقریر سنی۔خلقت پر جادو کر دیتے تھے۔مگر تھے وہ بھی وہابی۔میں نے بھی مزاحا کہا وہابی کیا چیز ہوتی ہے کہنے لگے یہی لوگ پیروں فقیروں کو نہیں مانتے میں نے کہا ہمارے شاہ جی تو پیروں فقیروں کو بہت مانتے تھے۔بلکہ خود بھی اونچے درجے کے پیر فقیر تھے اور ساتھ ہی میں نے شاہ صاحب کا ایک واقعہ جس سے شاہ صاحب کی عظمت او ربزرگی واضح ہوتی تھی سنانا شروع کر دیا۔وہ سن رہے تھے اور میں نے ان کے چہرہ سے اندازہ لگایا کہ ان کو میری بات کا یقین نہیں آ رہا یا یقین کرنا چاہتے نہیں میں نے بات ختم کی تو کہنے لگے یہ بات واقعی سچی ہے میں ابھی کچھ کہنے لگا تھا کہ کہیں سے ایک کنکر اس زور سے ان کی کنپٹی پر آ کر لگا کہ وہ بے اختیار چیخے ہائے میں مر گیا اور ساتھ ہی کرسی سے گرنے والے تھے کہ میں نے لپک کر سنبھالا۔سر دبایا' پانی پلایا' تب کہیں انہیں ہوش آیا۔میں نے حیرانی سے چاروں طرف نظر دوڑائی کہ اچانک یہ بلا کدھر سے آئی۔دیکھتا ہوں کچھ دور ایک آٹھ' نو سالہ لڑکا دزدیدہ نظروں سے ہمارا جائزہ لے رہا ہے۔میں تاڑ گیا یہ شرارت اسی کی ہے۔میں بڑی خاموشی سے ادھر ادھر کھسکتا ذرا چکر کاٹ کر اس کی پشت کی طرف سے اس کے سر پر جا پہنچا اور پکڑ لیا اور وہ ایک دم گھبرا کر رونے لگا اور روتے ہوئے مجھ سے ایک بات کہی میں نے اسے دلاسا دیا کہ تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔مگر یہ بات جو مجھ سے کہی ہے اس شخص کے سامنے بتا دے جسے تمہارا پتھر لگا ہے۔میں اسے ساتھ لے آیا اور کہا اب بتاؤ تم نے انہیں پتھر کیوں

مارا تھا۔ لڑکے نے کہا اللہ کی قسم مجھے تو یہاں ایک کتا بیٹھا ہوا نظر آیا تھا میں نے اسے
مارا تھا۔ میں نے لڑکے کو چھوڑ دیا اور ان حضرت سے پوچھا آپ سچ سچ بتائیں آپ
نے میری بات کو دل میں جھٹلایا تھا انہوں نے اقرار کیا اور ہاتھ جوڑتے ہوئے کہنے
لگے میری توبہ میں نے ایک سید اور بزرگ کے متعلق دل میں شبہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے
اسی وقت مجھے سزا دے کر تنبیہ کر دی میری توبہ۔

☆

## ☆ ستاروں میں جا کے بیٹھ گئے ☆

یہ اشعار شاہ جی کی وفات حسرت آیات کے بعد ملتان ایک جلسہ عام میں پڑھے گئے

سکون زیست کی دولت لٹا کے بیٹھ گئے
ہم ایک گوہر یکتا گنوا کے بیٹھ گئے
وہ جب سے چہرہ انور چھپا کے بیٹھ گئے
ہم اپنی پلکوں پہ شمعیں جلا کے بیٹھ گئے
ترس رہی ہیں نگاہیں تمہاری صورت کو
اب آبھی جاؤ کہ سب لوگ آ کے بیٹھ گئے
قریب کر کے محبت سے ایک دنیا کو
عجیب بات ہے، خود دور جا کے بیٹھ گئے
وفا شعار تھے تم کیا ہوا خدا کے لیے
کہ اپنے یاروں سے دامن چھڑا کے بیٹھ گئے
ہمارا جی نہیں لگتا کہیں تمہارے بغیر
مگر ہو تم، کہ کہیں جی لگا کے بیٹھ گئے
زمیں پہ پھولوں میں کم ہو گئی تھی بوئے وفا
کہ اب فلک پہ ستاروں میں جا کے بیٹھ گئے
رواں رہے گا یونہی کارواں بخاری کا
عدو نہ سمجھیں کہ ہم دل بجھا کے بیٹھ گئے تڑپ کے
چاک گریباں کریں گے باطل کا
وہ یہ نہ سمجھے کہ ہم چوٹ کھا کے بیٹھ گئے

سید امین گیلانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حکیم العصر، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید دامت برکاتہم العالیہ کے

علمی خطبات کا حسین مجموعہ

# خُطبات حَکیمُ العَصر

## جلد دوم

بہت جلد منصۂ شہود پر آ رہی ہے

مکتبہ شیخ لدھیانوی

باب العلوم کہروڑ پکا ضلع لودھراں 0300 8584071 0300-4944562
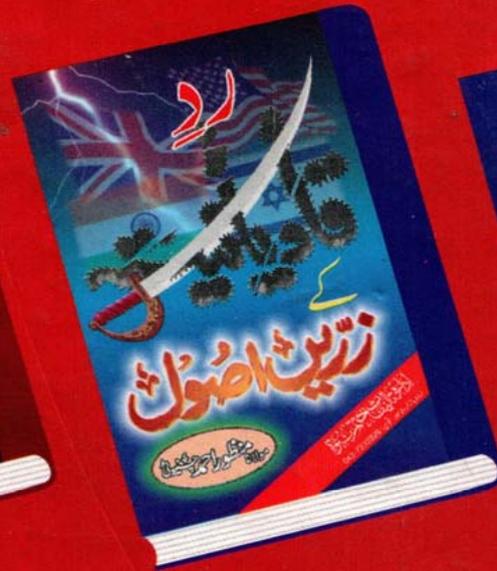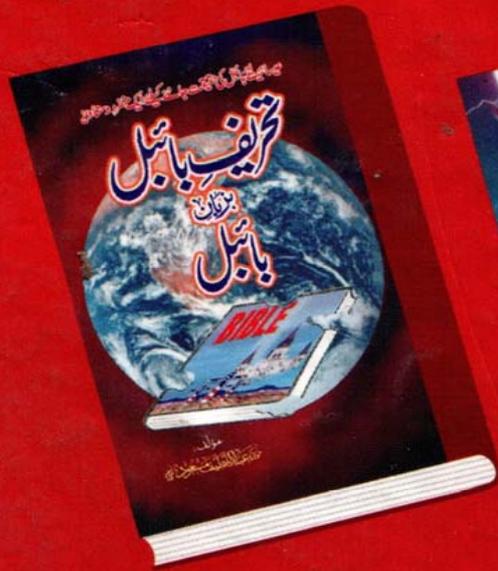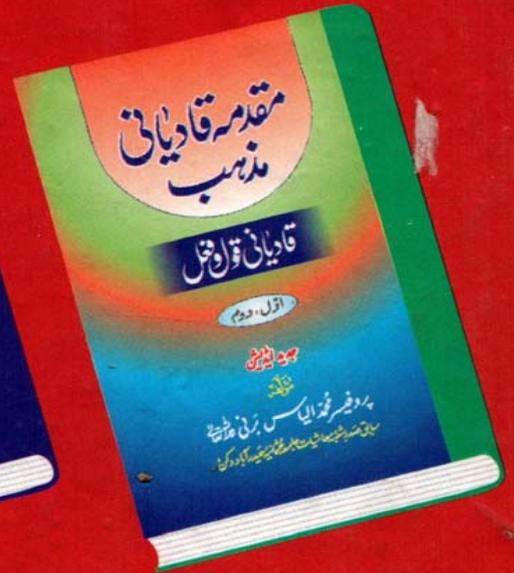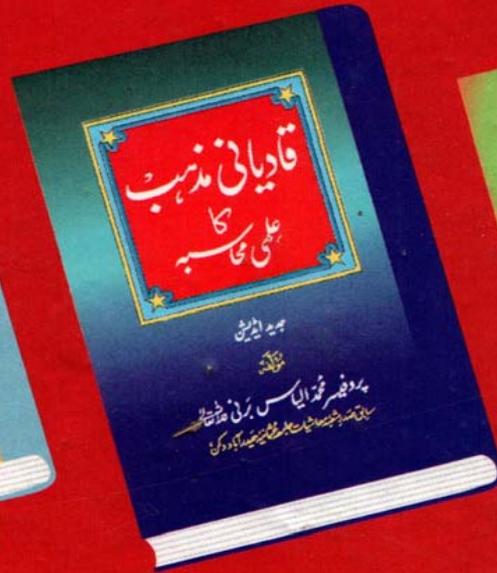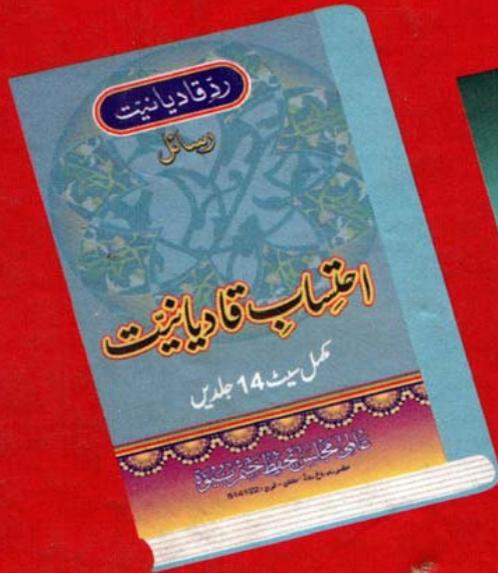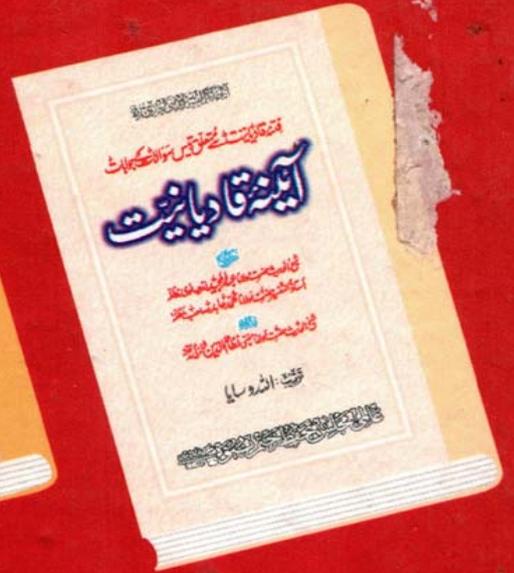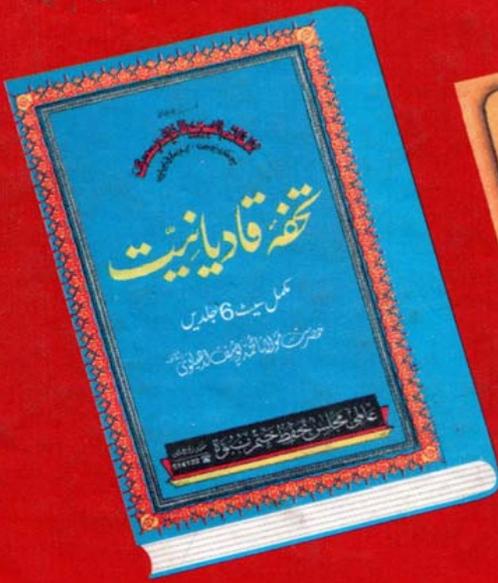
ادارہ تالیفات ختم نبوت
غزنی سٹریٹ، اردو بازار۔ لاہور فون: 042-7232926